
شمشیرِ بے نیام
شیخ ابو یحییٰ اللیبی
ادارہ حطین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمشیرِ بے نیام

یعنی

''پاکستانی حکومت اور افواج کے خلاف قتال کی شرعی حیثیت''

[''حد السنان لقتال حکومة وجیش باکستان'' کا اردو ترجمہ]

شیخ ابو یحییٰ اللیبی حفظہ اللہ

مترجم: مولانا عبدالصمد رحمہ اللہ

ادارۂ حطین

نامِ کتاب: شمشیرِ بے نیام

نامِ مؤلف: **شیخ ابو یحییٰ اللیبی** حفظہ اللہ

نامِ مترجم: مولانا عبدالصمد رحمہ اللہ

تاریخ اشاعت: جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

تعداد: **۵۰۰۰**

ناشر: ادارۂ حطین

قیمت:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر فہرست

پیش لفظ ۱۳

مقدمہ ۱۷

نفاذِ شریعت ہمارے اخروی ودنیوی مسائل کا واحد حل

باب اول ۳۴

کافر حکمران اوراس کی محافظ افواج کے خلاف خروج فرض ہے

باب دوم ۷۵

قوت وشوکت کے حامل ہر اس گروہ (طائفہءمُمتنِعہ) کے خلاف قتال فرض ہے جو اسلام کے کسی ایک بھی مشہور ومتواتر حکم پر عمل کرنے سے انکاری ہو

باب سوم ۱۰۵

مسلمانوں کے دین ودنیا پر حملہ آور دشمن (عدوِّ صائل) کے خلاف دفاعی قتال فرض ہے

تتمہ ۱۲۶

پاکستان کا نظام اوراس کے خلاف قتال...... خطے کے علماء کی تحریرات کی روشنی میں

ضمیمہ ۱۹۶

سوات اوروزیرستان میں فوجی کارروائی اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کی شرعی حیثیت......شیخ الحدیث مولانا نورالہدیٰ سلّمہٗ اللہ کا فتویٰ

فہرست

پیش لفظ ۱۳

مقدمہ ۱۷

نفاذِ شریعت؛ ہمارے اخروی و دنیوی مسائل کا واحد حل

امتِ مسلمہ کے جملہ مسائل کی جڑ، حاکمیتِ شریعت قائم نہ ہونا ۱۸

شریعت کا نفاذ ...... آسمانی برکتوں اور فراوانیٔ رزق کا باعث ۱۹

بھوک، بیماریاں، دشمن کا تسلط اور بدامنی ...... کیوں؟ ۲۱

اتباعِ حق یا اتباعِ نفس؟ ۲۲

شریعت کا نظام یا جاہلیّت کا نظام؟ ۲۳

نفاذِ شریعت کے لئے جدوجہد ...... ایک فرض عبادت! ۲۴

دین میں پورے کے پورے داخل ہو جائیے! ۲۵

اپنے تمام فیصلے شریعت کے سپرد کر دیجئے! ۲۶

آج کا معرکہ دراصل نفاذِ شریعت کا معرکہ ہے ۲۷

امت کا حکمران طبقہ نفاذِ شریعت میں حائل اساسی رکاوٹ ہے ۲۸

پاکستان کی افسوسناک داستان ۲۹

اب بھی وقتِ قتال نہیں تو آخر کب ......؟ ۲۹

ایک مسلمان خاتون کا پردہ پامال کرنے پر رسولِ خدا کا اعلانِ جنگ! ۳۰

کیا پردے اور دیگر شرعی احکامات کی پامالی کے لئے باقاعدہ ادارے تشکیل دینے والے جنگ کے مستحق نہیں؟ ۳۱

اس کتاب کی غرض و غایت ۳۲

علمائے کرام اور داعیانِ دین کی خدمت میں گزارش ۳۲

باب اول ۳۴

کافر حکمران اور اس کی محافظ افواج کے خلاف خروج فرض ہے

باب اول کے بنیادی موضوعات ۳۵

پہلی فصل ۳۶

کافر حکمران کے خلاف خروج کرنا، اسے اس کے منصب سے ہٹانا اور مسلمان حاکم مقرر کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے

کافر کسی صورت بھی مسلمانوں کا حاکم و امیر نہیں بن سکتا ۳۶

مسلمانوں کی امامت و امارت نہایت نازک ذمہ داری ہے ۳۷

کیا چوپایوں سے بدتر مخلوق امتِ محمدیہ ﷺ پر حکمرانی کی مستحق ہو سکتی ہے؟ ۳۸

کفار کو مسلمانوں پر ادنیٰ ترین امور میں بھی غلبہ و اختیار بخشنا شریعت کو منظور نہیں ۳۹

جب منافق کو سردار کے لقب سے پکارنا جائز نہیں، تو مرتد کو عملاً حاکم بنانا......؟ ۴۱

کفار کو ادنیٰ ترین مناصب بھی دینے سے احتراز، قرآنی تعلیم اور اسوۂ سلف ہے ۴۲

عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو کافر بطور کاتب بھی قبول نہیں ۴۳

جن کفار پر رستہ تنگ کرنے کا حکم ہے انہیں اپنا حاکم بنا کر پوری دنیا ان پر وسیع کر دیں؟ ۴۵

کفر کے مرتکب حکمران کی معزولی سے متعلّق اقوالِ علماء ۴۵

علماء کے اقوال سے واضح ہونے والے دو اہم نکات ۴۷

الف۔ کفر کا مرتکب ہوتے ہی حاکم حکمرانی کے حق سے محروم اور شرعاً معزول ہو جاتا ہے ۴۷

ب۔ شرعاً معزول قرار پانے والے حاکم کے خلاف خروج، اسے عملاً معزول کرنا اور اس کی جگہ شرعی حاکم نصب کرنا مسلمانوں پر واجب ہے ۴۸

مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا امیر مقرر کیے بغیر زندگی بسر کریں ۴۸

کافر کی امارت تلے زندگی گزارنا، بلا امیر رہنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے	۴۹
خروج کے واجب ہونے کی شرعی دلیل	۵۰
خروج کی قیادت کرنا علمائے کرام کا فریضہ ہے	۵۱
دوسری فصل	۵۳
کافر حکمران کو ہٹانے کے لئے اس کے پورے جتھے کے خلاف قتال عملاً ناگزیر اور شرعاً واجب ہے	
نام نہاد مسلم افواج کے خلاف قتال سے گریز ''احتیاط'' نہیں، ترکِ واجب ہے	۵۳
ان افواج کو مرتد نہ مانا جائے تب بھی ان کے خلاف قتال واجب رہے گا	۵۴
کیا ''دہشت گردی کے خلاف اتحاد'' میں شمولیت ہی بطورِ جرم کافی نہیں؟	۵۵
اے مسلمانانِ پاکستان!	۵۷
قدرت نہ ہو تو قدرت حاصل کرنا بھی فرض ہے	۵۷
شرعی عذر اور غیر شرعی بہانوں میں فرق کیجئے!	۵۸
پاکستانی نظامِ حکومت میں تو فوج ہی اصل حاکم ہے!	۵۸
پاکستانی فوج میں بھرتی ہونے والے تمام افراد اپنی آزاد مرضی سے فوج کا حصّہ بنتے ہیں......کیا پھر بھی انہیں ''مجبُور'' کہنا درست ہے؟	۵۹
''مجبُور'' و ''غیر مجبُور'' میں تمیز کرنا نہ تو لازم ہے، نہ ہی ممکن	۶۰
''کیا اللہ کی زمین اتنی وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟''	۶۲
تیسری فصل	۶۴
پاکستانی حکمرانوں کے کفر و ارتداد کے بنیادی اسباب	
ا۔ کفار سے دوستی و تعاون اور مسلمانوں سے دشمنی و عداوت	۶۵
۲۔ نفاذِ شریعت سے انکار اور کفریہ قوانین کی ترویج	۶۶
''پاکستان کا مطلب کیا......لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ آج بھی درست ہے؟	۷۰

''ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ''......؟ ۷۰
''لا الہ الا اللہ''، محض ایک جملہ نہیں، پوری زندگی کا دستور العمل ہے ۷۰
سوات کے جہاد سے حاصل ہونے والے اہم اسباق ۷۲
آج محض حاکم کی معزولی نہیں، پورے نظام کی تبدیلی مطلوب ہے ۷۳
باب دوم ۷۵
قوت وشوکت کے حامل ہر اس گروہ (طائفہءِ مُمتنِعہ) کے خلاف قتال فرض ہے
جو اسلام کے کسی ایک بھی مشہور و متواتر حکم پر عمل کرنے سے انکاری ہو
''مقدور علیہ'' اور ''طائفہءِ مُمتنِعہ'' کی سزا میں تفریق ۷۶
پورا دین اللہ کے لئے خالص ہونے تک قتال واجب رہتا ہے ۷۷
پاکستانی ریاست نے دین کو رب اور بندوں میں تقسیم کر رکھا ہے ۷۸
سودی لین دین پر مصر طائفہءِ ممتنعہ کے خلاف جنگ کا قرآنی حکم ۷۹
علامہ خازن رحمہ اللہ کا قول ۷۹
امام جصاص رحمہ اللہ کا قول ۸۱
امام مالک رحمہ اللہ کا قول ۸۳
امام قرطبی رحمہ اللہ کا قول ۸۳
دشمنانِ دین کے خلاف قتال کا قرآنی حکم، یہاں تک کہ وہ شرعی احکامات کی پابندی اختیار کر لیں ۸۴
امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ کا قول ۸۵
علامہ سعدی رحمہ اللہ کا قول ۸۶
مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف قتال کا حکمِ نبویؐ اور اس پر صحابۂ کرام کا اجماع ۸۶
طائفہءِ ممتنعہ کے خلاف قتال کی فرضیت پر علماء کا اجماع ۸۸
علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کا قول ۸۹

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کا قول	۸۹
علامہ عینی رحمہ اللہ کا قول	۹۱
امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقوال	۹۱
طائفہ ممتنعہ کفر کا مرتکب نہ ہو، تب بھی اس کے خلاف قتال فرض ہے	۹۳
پاکستان کی حکومت، فوج اور خفیہ ادارے احکاماتِ شریعت کی بجا آوری سے انکاری طائفہ ممتنعہ ہیں	۹۶
آئین کے ''اسلامی'' ہونے کا فریب	۹۶
محض کاغذوں میں درج خوشنما دعوے اسلام کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے	۹۷
صدیقِ اکبرؓ کی سنت زندہ کیجئے!	۹۷
دینی جماعتیں پاکستانی حکومت کے طائفہ ممتنعہ ہونے کی سب سے بڑی گواہ ہیں	۹۹
اگر محض سنتوں کے تارک ممتنع گروہ کے خلاف قتال جائز ہے، تو پوری شریعت کے نفاذ میں حائل فوج کا حکم کیا ہوگا؟	۹۹
حکومتِ پاکستان کو شریعت نافذ کرنے سے کونسی چیز روکتی ہے؟	۱۰۰
مسلمانوں کی جاسوسی، گرفتاری، دشمن کو حوالگی، قتلِ ناحق اور معاونتِ کفار جیسے عظیم گناہوں پر اصرار	۱۰۱
ان غدارانِ دین وملت کے خلاف قتال پر ابھارنا ہر مسلمان کا فرض ہے	۱۰۲
حاصلِ کلام	۱۰۳
باب سوم	۱۰۵
مسلمانوں کے دین ودنیا پر حملہ آور دشمن (عدوِّ صائل) کے خلاف دفاعی قتال فرض ہے	
پاکستان کا مفسد نظام مسلمانوں کے دین ودنیا پر حملہ آور ہے	۱۰۶
''ضروریاتِ خمسہ'' پامال کرنے والے پر شرعی سزاؤں کے اجراء کا حکم	۱۰۶

ضروریاتِ خمسہ کے دفاع کے لئے قتال کا حکم ۱۰۷
ضروریاتِ خمسہ کے دفاع میں مارے جانے والا شہید ہے ۱۰۸
پاکستانی حکومت محض ''طائفہ ممتنعہ'' نہیں، ''عدوِّ صائل'' بھی ہے! ۱۰۸
یہ جنگ آج نہیں شروع ہوئی......! ۱۰۹
مسلمانانِ پاکستان کے خلاف ریاستی اداروں کی منظّم اور ہمہ جہت جنگ ۱۱۰
مسلم سرزمینوں کا دفاع، ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین! ۱۱۱
افغانستان سے صلیبی اتحاد کو نکالنا بھی مسلمانانِ پاکستان پر فرضِ عین ہے ۱۱۳
اگر روس کے خلاف جہاد فرضِ عین تھا تو امریکہ کے خلاف کیوں نہیں......؟ ۱۱۴
اب بھی کفار سے خیر کی توقع رکھنا کھلی گمراہی و حماقت ہے ۱۱۴
پاکستانی فوج کے خلاف قتال بھی امریکہ کے خلاف فرضِ عین جہاد کا جزو ہے ۱۱۵
اگر افغانی فوج سے لڑنا واجب ہے تو پاکستانی فوج سے لڑنا حرام کیوں......؟ ۱۱۶
قاتل کی معاونت کرنے والا بھی واجب القتل ہے ۱۱۶
تیرہویں صدی ہجری کا ایک اہم استفتاء ۱۱۸
استفتاء کی موجودہ حالات سے غیر معمولی مناسبت ۱۱۹
علامہ طرابلسی رحمہ اللہ کا تاریخی فتویٰ ۱۱۹
۱۔ کفار کی صریح اور اعلانیہ معاونت کرنے والوں کا حکم ۱۲۳
۲۔ کفار کی خفیہ حمایت اور مجاہدین کے راز افشاء کرنے والوں کا حکم ۱۲۵
۳۔ توبہ کرنے والوں کا حکم ۱۲۵
خلاصۂ باب ۱۲۶
اختتامیہ ۱۲۷

تتمۂ کتاب

پاکستان کا نظام اور اس کے خلاف قتال

خطے کے علماء کی تحریرات کی روشنی میں

(از: استاد احمد فاروق)

پاکستان میں ایک غیر شرعی، کفریہ نظام قائم ہے	۱۳۰
۱) پاکستان کا عدالتی نظام	۱۳۱
مفتی محمود رحمہ اللہ کا قول	۱۳۱
مولانا صوفی محمد اور ان کے رفقاء کا مؤقف	۱۳۲
مولانا امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ کا قول	۱۳۳
مولانا ولی اللہ کابلگرامی (فکّ اللّٰہ اَسرَہ) کا قول	۱۳۴
مولانا زاہد اقبال سلّمہٗ اللہ کا قول	۱۳۷
۲) پاکستان کا سیاسی نظام	۱۳۷
مولانا عبد الرحمان کیلانی رحمہ اللہ کا قول	۱۳۸
مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا قول	۱۳۹
مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کا قول	۱۴۱
مولانا حافظ محمد احمد صاحب کا قول	۱۴۱
مولانا صدر الدین اصلاحی رحمہ اللہ کا قول	۱۴۳
۳) پاکستان کا معاشی نظام	۱۴۵
کاغذی نوٹ کے خلاف مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا تاریخی فتویٰ	۱۴۶
کاغذی نوٹ کے حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے تلامذہ کا مؤقف	۱۴۸
’’اسلامی بینکاری‘‘ کے خلاف اکابر علمائے وقت کا فتویٰ	۱۵۰
’’اسلامی بیمہ کمپنیوں‘‘ کے خلاف جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ	۱۵۱

۴) پاکستان کی فوج اور سیکورٹی ادارے ۱۵۲
الف) نفاذِ شریعت سے انکار ۱۵۳
مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا قول ۱۵۳
مفتی تقی عثمانی صاحب کا قول ۱۵۵
مولانا امین اللہ پشاوری کا فتویٰ ۱۵۵
مولانا ولی اللہ کا بلگرامی کا ایک قیمتی اقتباس ۱۵۹
مولانا زاہد اقبال کا قول ۱۶۴
ب) مسلمانوں کے خلاف کفار کی صریح معاونت ۱۶۵
مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا تاریخی فتویٰ ۱۶۵
ج) مسلمانوں کے جان و مال پر ناحق حملہ ۱۶۷
مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا قول ۱۶۸
پاکستان کا ریاستی نظام اپنے وجود کا جواز کھو بیٹھا ہے! ۱۶۹
پاکستانی حکومت اور فوج کے خلاف مسلح قتال کے فتاویٰ ۱۶۹
شیخ الحدیث مولانا فضل محمد سلّمہٗ اللہ کے اقوال ۱۷۰
مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ کا فتویٰ ۱۷۳
شیخ الحدیث مولانا نور الہدیٰ سلّمہٗ اللہ کا فتویٰ ۱۷۴
مولانا زاہد اقبال کا اقتباس ۱۷۶
مولانا حافظ محمد احمد صاحب کا قول ۱۷۷
مجاہدین کے دفاعی جہاد کے حق میں ۵۰۰ علمائے کرام کا فتویٰ ۱۷۹
یہ جہاد جذبات و خواہشات پر نہیں، علماء کے بیان کردہ شرعی احکامات پر قائم ہے! ۱۸۱
مرتدین کے خلاف قتال، ہماری تاریخ کا روشن باب ۱۸۱

۱)سکھوں اورانگریزوں کا ساتھ دینے والوں کے خلاف سید احمد شہید رحمہ اللہ کا قتال ۱۸۲
۲)سکھوں اورانگریزوں کا ساتھ دینے والوں کے خلاف سید احمد شہیدؒ کے جانشینوں کا قتال ۱۸۴
۳)روس کا ساتھ دینے والوں کے خلاف افغانی وغیر افغانی مجاہدین کا قتال ۱۸۵
خلاصۂ بحث ۱۹۳
ایک توجہ طلب نکتہ......! ۱۹۴
شاہ صاحب کا فتویٰ آج بھی دعوتِ عمل دے رہا ہے! ۱۹۴
نسلِ نو کو فتنۂ ارتداد سے بچانے کی فکر کیجئے! ۱۹۶

ضمیمہ

سوات اور وزیرستان میں فوجی کارروائی

اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کی شرعی حیثیت

شیخ الحدیث مولانا نور الہدیٰ سلّمہٗ اللہ کا فتویٰ

صفحہ ۱۹۹- ۲۱۳

پیش لفظ

الحمدللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن والاہ، وبعد،

''پاکستان میں جہاد وقتال'' ایک ایسا موضوع ہے جسے سنتے ہی کئی پاکستانی بھائیوں کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں اور پریشانی وناگواری ان کے چہرے سے نمایاں ہوتی ہے۔ افغانستان، عراق، فلسطین اور کشمیر سمیت دنیا کے ہر دوسرے حصّے میں جہاد کی بات وہ بآسانی سمجھ لیتے ہیں......لیکن یہی مقدس عبادت جب کوئی ''وطنِ عزیز'' کے اندر ادا کرنا چاہے تو ان کے ذہن اس کے تصور سے بھی گھبراتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس رویے کی حقیقت وپس منظر کیا ہے، نیز وہ کیا وجوہات ہیں جن کی بنا پر یہ رویہ جنم لیتا ہے؟

ریاستِ پاکستان......شرقاً غرباً 'ریڈکلف لائن' سے 'ڈیورنڈ لائن' تک پھیلی اور شمالاً جنوباً 'لائن آف کنٹرول' سے 'بحیرۂ عرب' تک کے علاقے پر محیط......ان ستاون مسلم آبادی والی ریاستوں میں سے ایک ہے جنھیں دورِ استبداد کے بعد انگریزوں کی 'بلا واسطہ' غلامی سے آزادی ملی۔ آج سے قریباً تریسٹھ (۶۳) سال قبل برصغیر کے عام مسلمانوں نے اس امید کے ساتھ لاکھوں قربانیاں دیں کہ انہیں ایک ایسا آزاد خطہ حاصل ہوگا جہاں 'اسلام' کو تمکین میسر ہو۔

واقعہ یہ ہوا کہ انھیں اس 'خاص جغرافیہ' میں......جس کا ذکر میں نے اوپر کیا......انگریزوں سے 'آزادی' تو مل گئی مگر وہاں 'اسلام' کو تمکین حاصل نہ ہوئی۔ انگریز خود تو یہاں سے چلے گئے مگر جاتے جاتے اپنا کفری نظام یہاں کے مسلمانوں کے سروں پر مسلط کر گئے۔ پھر رفتہ رفتہ اس نظام اور اس کے محافظ مقتدر طبقے کی مسلسل کاوشوں کی بدولت یہاں بسنے والے مسلمانوں کے ذہن کے سانچے اور نگاہ کے زاویے بدلتے گئے۔ جہاں پہلے اسلام وشریعت مقدم تھی، اب وہاں ذہنوں میں یہ 'خاص جغرافیہ' مقدم ٹھہرا۔ مقصد پہلے اسلام وشریعت کے مطابق اس جغرافیہ کو بدلنا تھا، اب اس جغرافیہ کے مطابق اسلام وشریعت کو بدلا جانے لگا۔ سالہا سال کفر کی حکمرانی کے باوجود بھی پاکستان کو 'اسلام کا قلعہ' سمجھا جاتا رہا۔ پس اس پوری تاریخ کے نتیجے میں دو بنیادی اثرات مرتب ہوئے۔

اولاً، ذہنوں سے شریعت کی تقدیم اور عملاً ہر معاملے میں اس کے سامنے سپردگی کمیاب ہوتی گئی۔

ثانیاً، اس جغرافیہ کی محبت دلوں میں راسخ اور شعور و لاشعور پر یوں حاوی ہوگئی کہ شریعت کی ہر بات اسی حدودِ اربعہ کی تابع ہو کر رہ گئی۔

شاید بعض بھائی ہماری اس بات سے اتفاق نہ کریں مگر ہم حقیقت سے نظریں کیونکر چرائیں؟ آج ریاستِ پاکستان کے اندر جہاد و قتال کو نہ سمجھنے کی یہی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ اگر ہم اپنے ذہنوں کو ان سے پاک کر لیں اور اپنی باگیں شریعت کے سپرد کر دیں تو یقیناً ہمیں آج کا منظرنامہ سمجھ بھی آجائے گا اور ہم اپنے شرعی فرائض کی ادائیگی کے لئے خود کمر بستہ بھی ہو جائیں گے۔

ادارۂ حطین کی اس ادنیٰ سی کاوش کا مقصد...... جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے...... یہی ہے کہ ہم شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اپنے حالات کا جائزہ لیں اور یہ سمجھیں کہ ریاستِ پاکستان کے نظام، اس کے حکمرانوں، فوج اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے خلاف جہاد و قتال 'فرضِ عین' ہے۔ اور یہ فرضِ عین برقرار رہے گا یہاں تک کہ مسلمانوں کی دین و دنیا برباد کرنے والا یہ فاسد و باطل نظام جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے، اس کے محافظین کی شوکت توڑ دی جائے اور پھر یہاں اسلام و شریعت کی حاکمیت قائم کر دی جائے۔

یہ کتاب **فضیلۃ الشیخ ابو یحییٰ اللیبی** حفظہ اللہ کی کتاب "**حد السنان لقتال حکومۃ و جیش باکستان**" کا اردو ترجمہ ہے۔ ہم آپ کے انتہائی منت گزار ہیں کہ آپ نے شریعت کی روشنی میں پاکستان میں جاری جہاد کی حیثیت کو واضح کیا اور مسلمانانِ پاکستان کے سامنے ایک مشعلِ راہ جلائی تا کہ وہ اپنا شرعی فریضہ پہچان لیں۔ ہم اپنے محترم دوست، مجاہد عالمِ دین، مولانا عبدالصمد رحمہ اللہ کے لئے بھی دعا گو ہیں جنہوں نے اپنے رواں قلم سے اس کتاب کو اردو زبان کا قالب عطا کیا۔ یہ سطور لکھنے سے دو ہفتے قبل ہمیں یہ دل سوز اطلاع ملی کہ سڑک کے ایک حادثے میں مولانا عبدالصمد کا انتقال ہو گیا ہے، إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون۔ "آنکھیں نمناک ہیں، دل انتہائی غمگین ہے مگر ہم زبان سے وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو"۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائیں، آخرت کے تمام مراحل میں آپ کی مدد فرمائیں اور آپ کی بہترین مہمان نوازی فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، آمین!

پھر کتاب کے سلسلے میں ہم اپنے قابل صد احترام بھائی استاد احمد فاروق سلّمہ اللہ (مسئول دعوت

وابلاغ برائے پاکستان، تنظیم القاعدہ) کے بھی احسان مند ہیں کہ انہوں نے اس کا تتمہ لکھ کر کتاب کی قدر و قیمت مزید بڑھا دی ہے۔ آپ کی تحریر پاکستان کے ریاستی نظام کا شریعت سے تضاد اور اس کے خلاف قتال کا شرعی حکم خود اسی خطے کے علماء کے فتاویٰ واقوال کی روشنی میں واضح کرتی ہے۔ آپ یہ نکتہ بخوبی واضح کر پائے ہیں کہ اس نظام کو کفریہ نظام کہنا اور اس کے خلاف جہاد کی دعوت دینا کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمارے خطے کے معزز علمائے کرام اور اکابرینِ عظام اپنی تحریرات وفتاویٰ میں پہلے ہی یہ سب کچھ بیان کر چکے ہیں اور آج بھی بیان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علم وعمل میں ترقی عطا فرمائیں اور اپنی رحمتوں میں سے ایک وافر حصّہ آپ کو دنیا وآخرت میں عطا فرمائیں، آمین!

اختتام میں ہم بطورِ ضمیمہ ایک نہایت اہم فتویٰ شائع کر رہے ہیں جس کا موضوع ''سوات اور وزیرستان میں فوجی کارروائی اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کی شرعی حیثیت'' ہے۔ یہ فتویٰ پاکستان کے ممتاز عالمِ ربانی اور جرأت کے پیکر شیخ الحدیث مولانا نور الھدیٰ سلّمہٗ اللہ نے دیا ہے۔ آپ کی اس جرأت ایمانی کو ہم سلام پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تادیر آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھیں اور آپ مسلمانوں، خصوصاً مجاہدین کی شرعی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، ہمیں اپنی رضا سے نوازیں اور اس کتاب کو مسلمانانِ پاکستان بالخصوص اور امتِ مسلمہ بالعموم کے لئے سربلندی وسرفرازی کا ذریعہ بنا دیں، آمین!

أقول قولي هذا وأستغفر الله لي ولكم ولسائر المسلمين والحمدلله رب العالمين!

مدیرِ حطین

جمادی الثانی، ۱۴۳۱ھ

مصنف کا مختصر تعارف

شیخ ابو یحییٰ حفظہ اللہ جن کا نام حسن محمد ابوبکر قائد ہے، ۱۹۶۹ء میں جنوبی لیبیا میں پیدا ہوئے۔ دورِ شباب میں قدم رکھا تو روس کے خلاف جہادِ افغانستان کا آغاز پایا۔ ۱۹۹۱ء میں جہاد فی سبیل کی ادائیگی کی غرض سے افغانستان ہجرت کر آئے۔ تاہم جب سقوطِ کابل کے بعد خانہ جنگی شروع ہوئی تو آپ کنارہ کش ہو کر تحصیلِ علمِ دین کی جانب متوجہ ہو گئے۔ دو سال موریطانیا میں علماء کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ پھر علمِ دین ہی کی خاطر سوڈان اور بعد میں پاکستان کا رخ کیا۔ کراچی میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۹۹۹ء میں وفاق المدارس العربیۃ سے سندِ فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد دوبارہ مجاہدین کی صفوں میں آ شامل ہوئے۔ ۱۱ ستمبر کے بعد جب امارتِ اسلامیہ کا سقوط ہوا تو آپ پاکستان چلے آئے۔ ۲۰۰۳ء میں آپ کو پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے کراچی سے گرفتار کر کے امریکی فوج کے حوالے کر دیا اور آپ باگرام جیل میں قید کر دیئے گئے۔ مگر آپ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اپنے تین ساتھیوں سمیت باگرام جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئے اور دوبارہ مجاہدین سے آ ملے۔ آج کل آپ تنظیم القاعدہ کے شرعی شعبے کے ذمہ دار ہیں۔ آپ کا نام طبقۂ علماء میں کافی معروف ہے، اور آپ کی متعدد کتب آج علماء اور عامۃ المسلمین کے لئے افادۂ عام کا باعث ہیں۔

مقدمہ

نفاذِ شریعت؛
ہمارے اخروی و دنیوی مسائل کا واحد حل

امتِ مسلمہ کے جملہ مسائل کی جڑ، حاکمیتِ شریعت قائم نہ ہونا

امتِ مسلمہ پر شب وروز ٹوٹنے والے مصائب وآلام اور پے در پے نازل ہونے والی مشکلات کے اسباب پر غور کرنے سے یہی وجہ سامنے آتی ہے کہ تمام مسلم علاقوں سے شریعت کی حکمرانی غائب ہو چکی ہے اور کفار کے افکار وقوانین اوران کے سیاسی ومعاشی نظام ہر سمت رائج ہیں۔ اُمتِ مسلمہ اپنی عزیز اور کامل شریعت کو چھوڑ کر ریجھی ہوئی نگاہوں سے کبھی مشرق کی طرف دیکھتی ہے اور کبھی مغرب کی کاسہ لیسی اختیار کرتی ہے؛ خود کو اقوامِ کفر کی تہذیب وثقافت میں ڈھالنے کے لئے کوشاں اوران کی پامال راہوں پر چلنے کے لئے بے تاب محسوس ہوتی ہے اور اپنے محور دینِ اسلام سے ہٹ جانے کے بعد اس خلا کو پر کرنے کے لئے سرابوں کے پیچھے سرپٹ دوڑتی نظر آتی ہے۔ لیکن جوں جوں یہ سفر لمبا ہو رہا ہے توں توں پیاس بجھنے کے بجائے بڑھتی جا رہی ہے، مسائل ہیں کہ حل ہونے کی بجائے مزید پھیل رہے ہیں، جاہلیّت کی جڑیں مضبوط تر ہو رہی ہیں اور اس راہِ ضلالت پر اٹھنے والا ہر قدم اس امت کو حق سے دور اور گمراہی سے قریب تر کرنے کا باعث بن رہا ہے۔ اللہ کی نازل کردہ شریعت سے پہلو تہی کرنے والے تمام افراد و اقوام کا یہی انجام ہوا کرتا ہے...... حیرت و اضطراب، بدحالی وعذاب، مصائب و آلام، دربدری وخواری، تنگی و بدبختی، تکلیف و پریشانی...... جہاں نگاہ اٹھائیں آپ کو یہی سب نظر آئے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى﴾ (طٰهٰ: ۱۲۴)

’’اور جس نے بھی میری یاد سے منہ پھیرا تو یقیناً اس کی زندگی تنگ ہوگی اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے‘‘۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’أي: خالف أمري، وما أنزلته على رسولي، أعرض عنه وتناساه وأخذ من غيره هداه ﴿فإن له معيشة ضنكا﴾ أي: في الدنيا، فلا طمانينة له، ولا انشراح لصدره، بل صدره ضيق حرج لضلاله، وإن تنعم ظاهره، ولبس ماشاء وأكل

ماشاء، وسكن حيث شاء، فإن قلبه مالم يخلص إلى اليقين والهدى، فهو في قلق وحيرة وشك، فلا يزال في ريبة يتردد، فهذا من ضنك المعيشة''.

''یعنی (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) جو شخص میرے حکم کی مخالفت کرے، اس شریعت کو فراموش کرے جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی، اس سے منہ پھیرے، اسے بھلا دے اور اسے چھوڑ کر دوسرے طریقوں کو اپنا لے (تو اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے)...... اور زندگی تنگ ہو جانے کا معنی یہ ہے کہ اسے اطمینانِ قلب نصیب نہیں ہوتا اور اس کے دل میں کشادگی نہیں ہوتی بلکہ گمراہی میں گرفتار رہنے کی وجہ سے اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے، گرچہ بظاہر وہ ناز ونعم میں رہے، جو چاہے پہنے، جو چاہے کھائے، جہاں چاہے رہے، مگر جب تک اس کا دل یقین و ہدایت کی منزل تک نہیں پہنچتا تب تک وہ حیرت واضطراب، تنگی وعذاب اور شکوک وشبہات میں پھنسا رہتا ہے۔ زندگی تنگ ہو جانے کا یہی مطلب ہے''۔

(تفسير ابن كثير؛ سورة طه، آية ١٢٤)

یہ بدحالی اور عذاب جس طرح انفرادی سطح پر حق سے منہ پھیرنے والوں کا مقدر ہوتا ہے، اسی طرح معاشروں اور حکومتوں کی سطح پر بھی اگر اسلامی شریعت سے اعراض وانحراف کیا جائے اور ہلاکت و بربادی اور اتباعِ نفس کی راہ اختیار کی جائے، تو اس کا نتیجہ بھی تنگی وعذاب اور ذلت وانحطاط کی صورت میں ہی ظاہر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آپ آسمان وزمین کے خالق اور عالم الغیب جل جلالہ کی نازل کردہ شریعت کو چھوڑ کر لاعلم وجاہل انسان کے بنائے ہوئے قوانین ونظام رائج کریں گے تو زمین میں فساد ہی برپا ہوگا۔

شریعت کا نفاذ......آسمانی برکتوں اور فراوانیٔ رزق کا باعث

جس طرح شریعت سے منہ پھیرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینے اور ذلت اور پریشانیاں مسلط کرنے کا باعث بنتا ہے، اسی طرح ایمان وتقویٰ اور اصلاح واستقامت کی راہ اختیار کرنے سے آسمانوں اور زمین سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ بلاشبہ رب تعالیٰ کسی پر ظلم کرنے سے پاک ہیں۔ رب کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (الأعراف:۹٦)

''اور اگر ان بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، لیکن انھوں نے (دینِ حق کو) جھٹلایا تو ہم نے ان (برے) اعمال کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا جو یہ کیا کرتے تھے''۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ﴾ (المآئدہ ٦٦)

''اور اگر یہ لوگ تورات وانجیل اور اپنے رب کی نازل کردہ دیگر کتب کو ٹھیک ٹھیک قائم کرتے، تو انھیں اپنے اوپر اور نیچے سے (وافر رزق) کھانے کو ملتا، ان میں سے ایک گروہ تو درمیانی (درست) راہ پر چلنے والا ہے اور ان میں سے زیادہ تر لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ بہت برا ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾ (الجن:۱٦،۱۷)

''اور (وحی کی گئی کہ) اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر قائم رہتے تو ہم انھیں خوب سیراب کرتے، تاکہ ہم اس میں ان کی آزمائش کریں۔ اور جو کوئی اپنے رب کی یاد سے منہ موڑ لے گا تو وہ اسے بڑھتے چڑھتے عذاب میں داخل کرے گا''۔

مزید فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (النحل:۹۷)

''اور جس کسی نے نیک عمل کئے خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ صاحبِ ایمان ہو، تو ہم ضرور اسے (دنیا میں) پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور ہم ضرور (آخرت میں) انہیں ان کے اچھے کاموں کے عوض اجر وثواب دیں گے''۔

بھوک، بیماریاں، دشمن کا تسلط اور بدامنی ...... کیوں؟

اس کے مقابلے میں جب ظلم عام ہوجائے (جس کی بڑی شکل اللہ کے ساتھ کفر اور اس کی شریعت کا انکار ہے)، عدل اٹھ جائے اور اللہ کی نافرمانی پھیل جائے تو اس کا نتیجہ بھی بحر و بر میں فساد و تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم:۴۱)

''خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگیا جو لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے (اور یہ اس لئے ہے) کہ اللہ تعالیٰ انھیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے، شاید کہ وہ (ہدایت کی طرف) رجوع کرلیں''۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُو عَنْ كَثِيْرٍ﴾ (الشوریٰ:۳۰)

''اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے (پہنچتی ہے) اور بہت سی باتوں سے تو وہ درگزر ہی فرماتا ہے''۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''كيف أنتم إذا وقعت فيكم خمس وأعوذ بالله أن تكون فيكم أو تدركوهن. ماظهرت فاحشة في قوم قط يعمل بها فيهم علانية إلا ظهر فيهم الطاعون والأوجاع التي لم تكن في أسلافهم، وما منع قوم الزكاة إلا منعوا القطر من السمآء، ولولا البهائم لم يمطروا، وما بخس قوم المكيال والميزان إلا أخذوا بالسنين، وشدة المؤنة،وجور السلطان، وماحكم أمرائهم بغير ما أنزل الله إلا سلط عليهم عدوهم فاستنقذوا بعض مافي أيديهم، وما عطلوا كتاب الله وسنة نبيه إلا جعل الله بأسهم بينهم''.

''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب پانچ چیزیں تم میں وقوع پذیر ہوں گی اور میں اس بات سے

اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ یہ تم میں پائی جائیں یا تم انہیں پاؤ؛ جب بھی کسی قوم میں فحاشی پھیلتی ہے اور علی الاعلان اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے تو اس قوم میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں ظاہر ہوتی ہیں جو ان سے پچھلے لوگوں میں نہ تھیں، اور جب بھی کوئی قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے تو آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے اور اگر جانور نہ ہوتے تو بارش بالکل منقطع ہو جاتی، اور جب بھی کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو اس پر قحط نازل ہوتا ہے، بھوک اور افلاس بڑھ جاتا ہے اور وہ قوم حکمرانوں کے ظلم کا شکار ہو جاتی ہے، اور جب بھی ان کے حکمران اللہ کی نازل کردہ شریعت سے اعراض کرتے ہوئے دیگر قوانین کو حاکم بناتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے اور وہ دشمن ان کی ملکیت میں موجود بعض چیزیں ان سے چھین لیتا ہے اور جب بھی کوئی قوم اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کو معطل کر دیتی ہے تو اللہ اس کے درمیان پھوٹ ڈال دیتا ہے''۔

یہ حدیث امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں انہی الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔ نیز اس حدیث کو ابن ماجہؒ، حاکمؒ، ذہبیؒ اور بزارؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی آپ کی اس رائے سے موافقت ظاہر کی ہے۔

اتباعِ حق یا اتباعِ نفس؟

دنیا میں دو ہی قسم کے لوگ آباد ہیں: ایک تو وہ لوگ ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل کردہ حق کی پیروی کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ان پر اللہ کی رحمتیں اترتی ہیں۔ ایسے لوگ سلامتی کے حقدار ٹھہرتے ہیں اور پاکیزہ زندگی ان کا مقدر بنتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو راہِ حق کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگتے ہیں اور شیطان کے مزین کردہ افکار کو اپنا لیتے ہیں۔ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے اور ان کے نصیب میں تباہی و بربادی لکھ دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآئَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (المؤمنون:۷۱)

''اور اگر (بالفرضِ محال) دینِ حق ان کی خواہشات کے تابع ہو جاتا تو آسمان و زمین اور جو کوئی

اُن میں ہیں سب تباہ ہو جاتے، بلکہ ہم ان کے پاس ان کے لئے نصیحت لائے ہیں اور یہ اپنے (نفع والی) نصیحت سے ہی منہ موڑے ہوئے ہیں''۔

شریعت کا نظام یا جاہلیّت کا نظام؟

پھر اس دنیا میں دو ہی قسم کے نظام قائم ہو سکتے ہیں، ایک تو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دینِ قویم ہے، جس پر ایمان لانے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا خود اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ دوسرا جاہلیّت پر مبنی وہ کافرانہ نظام ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ نفسانی خواہشات سے جنم لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ماننے والوں کا نہ تو کوئی فرض قبول کرتے ہیں اور نہ ہی نفل۔ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے سوا ہر حکم جہالت کا پلندہ ہے خواہ اسے کتنا ہی مزین اور خوبصورت کر کے پیش کیا گیا ہو اور ایک عالم نے اسے اپنا رکھا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾

(المآئدة:۵۰)

''(اگر یہ اللہ کے نازل کردہ قانون سے منہ موڑتے ہیں تو) کیا پھر جاہلیّت کا فیصلہ چاہتے ہیں، اور یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہے''۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾

(ھود:۱۱۲)

''(اے نبیؐ) آپ (راہِ دین پر) ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو (کفر سے) توبہ کر کے آپ کے ساتھ ہیں۔ اور (دائرۂ دین سے) ذرا باہر نہ نکلیں، بے شک جو عمل بھی آپ کرتے ہیں وہ انہیں دیکھ رہا ہے''۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ (الزخرف:۴۳)

''آپ اس چیز کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں''۔

مزید فرمایا:

﴿ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴾ (النمل:۷۹)

''پس اللہ پر توکل کیجئے، یقیناً آپ واضح حق پر ہیں''۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ. هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ (الجاثية:۱۸-۲۰)

''پھر ہم نے آپ کو دین کے واضح راستے پر لگا دیا، لہٰذا آپ اس کی پیروی کریں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے۔ بلاشبہ وہ اللہ (کی پکڑ) سے (بچانے میں) آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تو متقین کا دوست ہے۔ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بصیرت افروز دلائل پر مشتمل ہے اور ان لوگوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں''۔

نیز فرمایا:

﴿ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾ (یونس:۳۲)

''یہی تو اللہ ہے جو تمہارا حقیقی رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ تو تم کدھر پھیرے جاتے ہو؟''

نفاذِ شریعت کے لئے جدوجہد......ایک فرض عبادت!

پس نفاذِ شریعت کا معاملہ اتنا معمولی نہیں جتنا لوگوں نے سمجھ لیا ہے۔ یہ کوئی نفل یا مستحب قسم کی عبادت نہیں کہ ہمیں اس میں اختیار ہو...... یہ تو وہ اہم ترین فریضہ ہے جس پر اسلام کی بقاء کا انحصار ہے! جیسا کہ ہمیں معلوم ہے، ''عبادت'' کا اطلاق اپنے عمومی معنی میں ایسے تمام ظاہری و باطنی اقوال و افعال پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبُوب ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام مخلوق کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت بجالائیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾ (الذاريات:۵٦،۵۷)

''اور میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں''۔

پھر ایک جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البينة:۵)

''اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ یہ دین کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر اسی کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں؛ اور یہی سیدھی ملت کا دین ہے''۔

اسی طرح سورۂ زمر میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ (الزمر:۱۱)

''آپ کہہ دیجئے: بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں، اپنے دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے''۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اس دین پر عمل، اس کی اقامت، اس کی نشر واشاعت اور اس کا نفاذ عین عبادت ہے اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا ہے۔ پس ہم پر لازم ہے کہ ہم اس دینِ مبین کو تسلیم کرتے ہوئے مکمل طور پر اس میں داخل ہوں اور یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ ہمیں ایسا کوئی اختیار نہیں کہ اس دین میں کانٹ چھانٹ کرکے اپنی من پسند چیزیں منتخب کرلیں اور باقی احکامات کو مسترد کردیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہم سے اس دین کا مکمل نفاذ اور اس پر پورا پورا عمل درآمد چاہتے ہیں۔

دین میں پورے کے پورے داخل ہوجایئے!

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (البقرة:۲۰۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے

نقشِ قدم پر مت چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''هذا أمر من الله تعالى للمؤمنين أن يدخلوا في السلم كافة، أي: في جميع شرائع الدين، ولا يتركوا منها شيئًا، وأن لايكونوا ممن اتخذ إلٰهه هواه، إن وافق الأمر المشروع هواه فعله، وإن خالفه تركه، بل الواجب أن يكون الهوى تبعًا للدين، وأن يفعل كل ما يقدر عليه من أفعال الخير، وما يعجز عنه يلتزمه وينويه فيدركه بنيته''.

''یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ اسلام میں پوری طرح داخل ہو جائیں، یعنی تمام اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں، ان میں سے ایک حکم کو بھی ترک نہ کریں۔ نیز اُن لوگوں کی طرح نہ بنیں جنہوں نے اپنی خواہشات کو معبُود بنا رکھا ہے کہ اگر حکمِ شرعی ان کی خواہش کے مطابق ہوتو اس پر عمل کرتے ہیں اور مخالف ہوتو اسے چھوڑ دیتے ہیں...... حالانکہ ان پر لازم تو یہ تھا کہ اپنی خواہشات کو دین کے تابع کرتے اور حسبِ استطاعت تمام شرعی احکام پر عمل پیرا ہوتے، اور جو اعمال بجالانا ان کے بس سے باہر ہوتا، ان کی تعمیل کا ارادہ وعزم رکھتے اور اس طرح اپنی صالح نیت کی بناء پر ان کا ثواب بھی پالیتے''۔

(تفسیر السعدی؛ سورۃ البقرۃ، آیۃ ۲۰۸)

اپنے تمام فیصلے شریعت کے سپرد کردیجئے!

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (الأحزاب:۳۶)

''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو ان کے لئے اپنے معاملے میں کوئی اختیار (باقی) رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا''۔

امام المفسرین ابن جریر رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”لم يكن لمؤمن بالله ورسوله، ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله في أنفسهم قضاء أن يتخيروا من أمرهم غير الذي قضى فيهم، ويخالفوا أمر الله وأمر رسوله وقضاء هما فيعصوهما، ومن يعص الله ورسوله فيما أمرا أو نهيا ﴿فقد ضل ضلالا مبينا﴾ فقد جار عن قصد السبيل، وسلك غير سبيل الهدى والرشاد“.

”کسی بھی مومن مرد یا مومن عورت کو یہ حق نہیں حاصل کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کر دیں تو پھر وہ اس فیصلے سے مختلف کوئی فیصلہ چننے کا اختیار اپنے پاس باقی رکھیں؛ اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم اور فیصلے کی مخالفت کرتے ہوئے ان کی نافرمانی کریں۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کے اوامر ونواہی میں ان کی نافرمانی کی ﴿تو وہ صریح گمراہ ہو گیا﴾ یعنی سیدھے راستے سے ہٹ کر گمراہی میں جا پڑا اور رشد و ہدایت کی راہ کو چھوڑ بیٹھا“۔

(التفسير الطبري؛ سورة الأحزاب، آية ٣٦)

آج کا معرکہ دراصل نفاذِ شریعت کا معرکہ ہے

ہر مخلص مسلمان جو رب کی رضا کا متلاشی ہے اور اپنے دین کے معاملے میں لاپرواہی کا شکار نہیں، اس پر لازم ہے کہ نفاذِ شریعت کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے اور اپنی تمام صلاحیتیں اس کے لئے وقف کرے۔ حاکمیتِ شریعت اور نفاذِ دین کا معرکہ ہی عصرِ حاضر کا اصل معرکہ ہے۔ اللہ کی رضا و ناراضگی کی تمام راہیں اسی کے گرد گھومتی ہیں۔ موجودہ زمانے کے اولیائے رحمان اور اولیائے شیطان کے درمیان اسی مسئلے پر جنگ ہو رہی ہے۔ اگر ایک طرف رحمان کا لشکر ہے تو دوسری طرف شیطان ہے جو جاہلی نظاموں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اور کفریہ قوانین کی طرف بلاتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے جن و انس کے پورے پورے لشکر تیار کر رکھے ہیں، جو اپنی ملمع شدہ باتوں سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، انہیں تباہ کرنے کے لئے ہر ممکن حیلہ وسیلہ بروئے کار لا رہے ہیں اور جہنّم کے دروازوں پر کھڑے صبح وشام ندائیں لگا رہے ہیں: اے لوگو! ہماری طرف آؤ...... اے لوگو! ہماری طرف آؤ......! یہ شیاطین لوگوں کی راہ میں شبہات وشہوات کے خطرناک جال بچھا کر انہیں پھنساتے ہیں اور ان کی آخرت برباد کرنے کے لئے ہر دم کوشاں رہتے ہیں۔ انسانیت آج واضح طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے: ایک طرف

''طائفہ ءحق'' ہے جو راہِ حق کی طرف دعوت دیتا ہے، اصلاح کی طرف بلاتا ہے اور حق ہی کی خاطر لڑتا ہے...... جبکہ دوسری طرف ''طائفہ ءضلال ووبال'' ہے جو ہلاکت کی دعوت دیتا ہے، فساد کی طرف بلاتا ہے اور اپنی تمام تر توانائیاں اسی مکروہ مقصد کے حصول میں کھپاتا ہے۔ان دونوں گروہوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک صادق آتا ہے کہ:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا﴾ (النساء:۷۶)

''جولوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں، پس تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چال نہایت کمزور ہے''۔

امت کا حکمران طبقہ نفاذِ شریعت میں حائل اساسی رکاوٹ ہے

آج مسلمانوں کے ممالک کا عمومی منظر یہ بن چکا ہے کہ اسلامی شریعت غائب ہے اور ایک چھوٹا سا طبقہ وہاں مسلط ہو کر شریعتِ مطہرہ کے نفاذ میں اساسی رکاوٹ اور کفریہ قوانین کے نفاذ کا حامی وٹھیکہ دار بنا کھڑا ہے۔ یہ کوئی ایک دوروز کی بات نہیں بلکہ کئی دہائیوں سے امت مسلمہ اسی حالت کا شکار ہے۔نتیجتاً ایسی نسلوں نے جنم لیا ہے جو اسلام کا صرف نام جانتی ہیں،شرعی احکامات کے بھی محض عناوین سے آگاہ ہیں اور ایک طویل عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ان غیر شرعی نظاموں سے مانوس ہو چکی ہیں۔غفلت کے مرض سے محفوظ چند خوش نصیبوں کے سوا اس امت کی بڑی اکثریت اس بات کا شعور تک نہیں رکھتی کہ وہ جاہلی نظام تلے جینے جیسی عظیم مصیبت میں مبتلا ہے۔ بلا شبہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہو چکی ہیں اور دل مردہ ہو گئے ہیں...... وگرنہ لوگوں کو اگر صحیح معنی میں اس افسوسناک صورتحال کا ادراک ہو اور یہ معلوم ہو کہ شریعت سے اعراض کا نتیجہ کتنا بھیانک ہوتا ہے اور کفریہ نظاموں تلے زندگی بسر کرنے سے معاشرے پر کیا اثر پڑتا ہے، تو وہ ان نظاموں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہر قیمتی شے لٹائیں اور نفاذِ اسلام کے لئے اپنی جان و مال تک قربان کرنے سے دریغ نہ کریں۔کفریہ قوانین کا نافذ اور شرعی احکام کا مفقود ہونا اتنی عظیم مصیبت ہے کہ اس کے سامنے ہر مصیبت ہیچ ہے...... **واللہ المستعان!**

پاکستان کی افسوسناک داستان

ایسے ہی ممالک میں سے ایک، مملکتِ پاکستان بھی ہے۔ اس ملک کے باشندے یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان لا إلٰہ إلا اللّٰہ کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا تھا، تاکہ یہاں اللہ کا کلمہ بلند اور کفر کا کلمہ پست ہو۔ لیکن افسوس کہ پاکستان کے یومِ تاسیس سے لے کر آج تک اس خطے کے باسی نفاذِ دین کا یہ وعدہ پورا ہونے کے منتظر ہیں۔ درحقیقت یہ ایک جھوٹا وعدہ تھا جو جھوٹے سیاست دان سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرتے رہے۔ لا الٰہ الا اللہ کے لئے لازوال قربانیاں دینے والے ہمارے بزرگ یہ حسرت لئے دنیا سے چلے گئے کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرسکیں......لیکن جھوٹی امیدوں اور بدکردار حکومتوں کا تسلسل چلتا رہا اور نفاذ شریعت کا وعدہ اسی سب میں دب کر ختم ہوگیا۔ اسلام کا نفاذ تو درکنار یہاں تو اسلام کی جڑیں اکھاڑنے کے منصوبے بننے لگے......روشن خیالی کے نام پر بے حیائی کو فروغ ملا، ترقی کے نام پر مغربی تہذیب کو اپنایا گیا، اسلام کے ایک ایک حکم کی جان بوجھ کر مخالفت کی گئی اور شریعتِ مطہرہ کی ہر ہر علامت کو مٹانے کی سعیٔ مذموم کی گئی۔ آج کوئی عقل رکھنے والا شخص اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کی بات کرنے والوں کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہاں کی مسلم عوام پر ایک فاسق و فاجر طبقہ مسلط ہے، کفار کے ساتھ محبت کی پینگیں یہاں مسلسل بڑھائی جارہی ہیں، مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کھلے بندوں جاری ہے، اہلِ دین سے بغض وعداوت کوئی لائقِ عار چیز نہیں رہی، بلکہ اب تو ان کے خلاف باقاعدہ جنگیں تک مسلط کی جارہی ہیں۔ آئے دن نصاریٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہاں مسلمانوں کو بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ پاکستان کے جاسوسی وسیکورٹی ادارے آج صلیبی نیزے کی وہ نوک بن چکے ہیں جس کے ذریعے امت مسلمہ کے جسم کو چھیدا جاتا ہے۔

اب بھی وقتِ قتال نہیں تو آخر کب......؟

لیکن حیرت ہے کہ اس سب کے باوجود بھی بہت سے بھائی پاکستان اور اس جیسی دیگر ریاستوں کے خلاف قتال کے معاملے میں متردد نظر آتے ہیں! یہ ریاستیں تو اللہ کی شریعت کو پسِ پشت ڈال چکی ہیں، اللہ کے نازل کردہ دین و ہدایت سے منہ موڑ چکی ہیں اور کفریہ ممالک کی ہر ممکن امداد کررہی ہیں......فکری اعتبار سے بھی اور افرادی قوت مہیا کرنے کے اعتبار سے بھی! ہمارے فوجی اڈے آج ہم پر ہی گولہ باری

کے لئے استعمال ہو رہے ہیں، ہماری فضائی حدود ہر قسم کے صلیبی جہازوں کے لئے بلا روک ٹوک کھول دی گئی ہیں اور صلیبی افواج کی رسد کے لئے نہ صرف راستے مہیا کئے گئے ہیں بلکہ اس رسد کی حفاظت کا بھی پورا انتظام کیا گیا ہے۔ عالمِ کفر کے ان اتحادیوں نے اپنی جیلیں راسخ العقیدہ مسلمانوں سے بھر رکھی ہیں، جن کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب ماننے کے لئے تیار نہیں......

﴿وَمَا نَقَمُوْا مِنهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ. الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ﴾ (البروج:۸،۹)

''اور انہیں مومنوں سے یہی دشمنی تھی کہ وہ اللہ غالب، قابلِ تعریف پر ایمان لائے تھے۔ وہ ذات جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہی ہے؛ اور اللہ ہر چیز پر شاہد ہے''۔

مذکورہ بالا باتوں میں سے صرف ایک بات بھی اگر کسی میں پائی جائے تو وہی اس کے خلاف قتال کے جواز، بلکہ اس کے وجوب کے لئے کافی ہے...... چہ جائیکہ یہ تمام باتیں کسی میں اکٹھی ہوں اور وہ علی الاعلان ان کا ارتکاب کرے...... اور صرف یہی نہیں بلکہ انتہائی ڈھٹائی سے ان ملعون کاموں پر فخر بھی کرے......؟ پھر اس سب کے بعد بھی جب کوئی شخص اس کفریہ نظام اور اس کے معاونین کے خلاف قتال کے معاملے میں تردد اور شکوک وشبہات کا اظہار کرتا ہے تو ایک مخلص مسلمان حیران و پریشان ہو کر یہ پوچھتا ہے کہ اگر ان لوگوں کے خلاف قتال جائز نہیں جو ہمارا دین و دنیا، سب تباہ کرنے کے درپے ہیں تو پھر آخر کس کے خلاف قتال جائز ہوگا......؟

ایک مسلمان خاتون کا پردہ پامال کرنے پر رسولِ خدا کا اعلانِ جنگ!

بنو قینقاع کے یہود کا واقعہ ہم سب جانتے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے جلاوطن کر دیا تھا۔ آپ ﷺ اصلاً اُن سب کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن عبداللہ بن ابی منافق نے مداخلت، بلکہ انتہائی اصرار کر کے انہیں معافی دلوائی۔ کتبِ سیرت کے مطابق بنو قینقاع کے خلاف غزوے کا سبب یہ تھا کہ ایک مسلمان خاتون اپنی پازیب بیچنے کے لئے بنو قینقاع کے بازار میں گئیں اور وہاں ایک سنار کی دوکان میں بیٹھیں تو یہودیوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنا چہرہ ظاہر کریں۔ خاتون نے انکار کیا تو سنار نے چپکے سے ان کے کپڑے کا کنارہ ان کی کمر کی طرف باندھ دیا۔ پس جب وہ کھڑی ہوئیں تو ان کا پردہ کھل گیا اور یہود زور سے ہنسنے لگے۔ اس پر ان خاتون نے چیخ ماری جو ایک مسلمان نے سن لی اور اس یہودی سنار پر حملہ کر کے اسے قتل

کر ڈالا۔ نتیجتاً یہود اس مسلمان پر ٹوٹ پڑے اور اسے شہید کر دیا۔ پھر اس مسلمان کے اہلِ خانہ نے دیگر مسلمانوں کو پکارا جس کے نتیجے میں مسلمان غضبناک ہوگئے۔ اس طرح مسلمانوں اور یہودِ بنی قینقاع کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔

(سیرة ابن کثیر)

کیا پردے اور دیگر شرعی احکامات کی پامالی کے لئے باقاعدہ ادارے تشکیل دینے والے جنگ کے مستحق نہیں؟

جب محض ایک مسلمان خاتون کو بے پردہ کرنے کی وجہ سے یہود کو یہ سزا دی گئی حالانکہ ان سے مسلمانوں کا باقاعدہ معاہدہ بھی قائم تھا، تو پھر اُن لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے جنہوں نے

...... دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ حکومتی ادارے تشکیل دے کر ہر ہر میدان میں اسلام کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے،

......اقتصادی میدان میں سودی سرمایہ دارانہ نظام مسلط کر کے مسلمانوں کو اس میں جکڑا ہوا ہے،

......ذرائع ابلاغ نے ہر شرعی حکم خصوصاً جہاد کے حوالے سے شکوک وشبہات کا طوفان کھڑا کر رکھا ہے

......نام نہاد مسلم افواج دشمنانِ اسلام کی بجائے راسخ العقیدہ مجاہدین کے خلاف مصروفِ عمل ہیں،

......مسلم ممالک کے جاسوسی ادارے پختہ عقیدے کے حامل مسلمانوں کی کھوج میں لگے ہیں،

......مسلمانوں پر مسلط حکومتیں اپنے تمام وسائل اور لاؤلشکر کے ساتھ دینِ حنیف کی ہر چھوٹی بڑی علامت کو ختم کرنا چاہتی ہیں، اخلاق کو بگاڑا جا رہا ہے، عقلیں مسخ کی جا رہی ہیں، حیا کے پردے چاک ہو رہے ہیں، اسلامی عقائد کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے اور دین کی مسلمہ باتوں پر بھی شکوک وشبہات کے دروازے کھولے جا رہے ہیں،

...... پوری پوری حکومتی مشینری یہود ونصاریٰ اور ان جیسے دیگر حملہ آور دشمنوں کی بے لوث اور مخلص خادم بن چکی ہے،

......اللہ کے سامنے سربسجود ہونے والے علماء ومجاہدین حتیٰ کہ امت مسلمہ کی عفت مآب خواتین تک سے جیلوں کو بھر دیا گیا ہے، اور ان سب کا جرم صرف اتنا ہے کہ وہ حق پر ایمان رکھتے ہیں، حق کی طرف دعوت دیتے ہیں اور حق کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ایک خاتون کو بے پردہ کرنا بھی بلا شک وشبہ ایک بہت بڑا جرم ہے، لیکن مذکورہ جرائم کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ کہاں ایک بے وقوف یہودی سے اچانک سرزد ہونے والا فعل اور کہاں باقاعدہ پروگرام اور منصوبہ بندی کے تحت کئے جانے والے گھناؤنے جرائم......؟

ان یہودیوں نے جاہلی حمیت اور شیطانی غضب سے مغلوب ہوکر محض ایک مسلمان کو قتل کیا تھا، لیکن حکومتِ پاکستان تو ہزاروں مسلمانوں کو قتل اور ان کے گھروں کو منہدم کرنے کی ذمہ دار ہے...... ظلم وزیادتی سے بھرے پاکستانی جیل خانوں میں اہل ایمان کے جسموں کو ادھیڑا جاتا ہے تاکہ اولیائے شیطان کی نصرت کی جاسکے...... صلیب کے پجاریوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک نہیں، ہزاروں مسلمانوں کو صلیب کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے......!!!

اس کتاب کی غرض وغایت

اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان اور اس جیسی دیگر ریاستوں کے خلاف جہاد وقتال کی شرعی حیثیت بیان کی جائے اور اہل ایمان کو بتلایا جائے کہ اصولاً اس قتال کے واجب ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ نیز یہ بات بھی واضح کی جائے کہ ان ریاستوں کے خلاف مسلح جدوجہد عظیم ترین جہاد ہے۔

علمائے کرام اور داعیانِ دین کی خدمت میں گزارش

یہ کتابچہ پاکستان کے معزز علماء اور فاضل داعی حضرات کے لئے بھی ایک پیغام ہے کہ وہ اپنے کندھوں پر عائد بھاری ذمہ داری محسوس کریں اور اہل ایمان کو قتال پر اُبھاریں۔ ان کو یہ نوشتۂ دیوار بھی پڑھ لینا چاہئے کہ پاکستان پر قابض غاصبوں سے فیصلہ کن تصادم کا دن آیا ہی چاہتا ہے، بلکہ اب تو اس جنگ کا باقاعدہ آغاز بھی ہو چکا ہے۔ سعادت مند تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ حق وباطل کے اس معرکے میں حق کا ساتھ دینے کی توفیق دیں...... جو نبی کریم ﷺ کے لازوال راستے کو اختیار کرے کہ جنہوں نے ہجرت و جہاد کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا، خون بہایا، اپنی قوم کو چھوڑا، اپنے وطن کو خیر باد کہا، دور دراز والوں سے پہلے اپنے قریبی دشمنوں سے قتال کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں پر غلبہ دیا اور فتحِ عظیم کے ذریعے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائیں۔ جو شخص بھی دین کے غلبے کا خواہش مند ہے اور نبیٔ اکرم ﷺ کی سیرت پر چلنا چاہتا ہے، اس کے لئے یہی اصل راستہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (الأحزاب:٢١)

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملاقات) اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو''۔

واللّٰہ المستعان و علیہ التکلان!

باب اول

کافر حکمران اور اس کی محافظ افواج کے خلاف خروج فرض ہے

باب اول کے بنیادی موضوعات

باب اول کو ہم نے تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے، جن کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

پہلی فصل

کافر حکمران کے خلاف خروج کرنا، اسے اس کے منصب سے ہٹانا اور مسلمان حاکم مقرر کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے

دوسری فصل

کافر حکمران کو ہٹانے کے لئے اس کے پورے جتھے کے خلاف قتال عملاً ناگزیر اور شرعاً واجب ہے

تیسری فصل

پاکستانی حکمرانوں کے کفر وارتداد کے بنیادی اسباب

آیئے اب ان موضوعات کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

پہلی فصل

کافر حکمران کے خلاف خروج کرنا، اسے اس کے منصب سے ہٹانا اور مسلمان حاکم مقرر کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے

کافر کسی صورت بھی مسلمانوں کا حاکم و امیر نہیں بن سکتا

علمائے کرام ہمیشہ سے اس مسئلے پر متفق رہے ہیں کہ کافر کسی صورت مسلمانوں کا حاکم نہیں بن سکتا۔ نیز اگر کوئی مسلمان حاکم اپنی امارت کے دوران کافر ہوجائے تو اُسے معزول کرنا واجب ہوجاتا ہے، کیونکہ امیر کے لئے مسلمان ہونا بنیادی شرط ہے......اور یہ شرط ابتدائے امارت میں بھی پایا جانا لازم ہے اور دورانِ امارت بھی۔ **الموسوعة الفقهية** میں درج ہے کہ:

''لا ولاية لكافر على مسلم، لاولاية عامة ولا خاصة، فلا يكون الكافر إمامًا على المسلمين، ولا قاضيًا عليهم، ولا شاهدًا، ولا ولاية له في زواج مسلمة، ولا حضانة له لمسلم، ولايكون وليًا عليه ولا وصيًا...... والولاية إعزاز، فلا تجتمع هي وإذلال الكفر أبدًا''.

''کسی کافر کو کسی بھی مسلمان پر ولایت (امارت وغیرہ) حاصل نہیں ہوسکتی، نہ ولایتِ عامہ اور نہ ہی ولایتِ خاصہ۔ چنانچہ ایک کافر نہ تو مسلمانوں کا حکمران بن سکتا ہے، نہ قاضی اور نہ ہی گواہ۔ اسی طرح وہ کسی مسلمان عورت کا ولی بھی نہیں بن سکتا کہ اس کا رشتہ طے کرسکے، نہ ہی اسے کسی مسلمان بچے کا نگران بنایا جاسکتا...... کیونکہ ولایت (چاہے وہ کسی بھی سطح کی ہو) ایک اعزاز ہے، اور یہ اعزاز کفر کی ذلت کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوسکتا''۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية، المجلد السابع)

امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أجمع كل من يحفظ عنه من أهل العلم أن الكافر لا ولاية له على مسلم بحال''.

''اس بات پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ کافر کسی بھی صورت کسی مسلمان پر والی نہیں بن سکتا''۔

(أحكام أهل الذمة:۲/۴۱۴)

مسلمانوں کی امامت وامارت نہایت نازک ذمہ داری ہے

مسلمانوں کا والی وامام بننا ایک باعثِ شرف مقام ہے جس کا مستحق کوئی مسلمان ہی ہوسکتا ہے۔ پھر اس منصب سے وابستہ ذمہ داریاں نبھانا بھی ایک نہایت اہم اور نازک کام ہے جس کے لئے دیانت و امانت کی صفات سے متصف ہونا لازم ہے۔ امام الحرمین الجوینی رحمہ اللہ منصبِ امامت کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس منصب کی غیر معمولی اہمیّت بھی واضح کئے دیتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ''امامت'' درحقیقت:

''رياسة تامة، وزعامة عامة، تتعلق بالخاصة والعامة، في مهمات الدين والدنيا، متضمناً حفظ الحوزة، ورعاية الرعية، وإقامة الدعوة بالحجة والسيف، وكف الجنف والحيف، والإنتصاف للمظلومين من الظالمين، واستيفاء الحقوق من الممتنعين، وإيفاؤها على المستحقين''.

''......دین و دنیا کے اہم امور میں ایک مکمل سرداری اور حکومتِ عامہ کا نام ہے جو کہ عوام اور خواص دونوں ہی سے تعلّق رکھتی ہے۔ امام کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ مسلمانوں کے مرکز کی حفاظت کرے، رعیت کا خیال رکھے، دلیل اور تلوار...... دونوں کے زور سے دعوت قائم کرے، بے جا طرف داری اور ظلم سے بچے اور مستحقین اور ضرورت مندوں کے حقوق دولت مندوں سے لے کر انہیں دلائے''۔

(غياث؛۱۵)

اب کیا کوئی فاسق و کافر شخص ان عظیم الشان ذمہ داریوں کو ادا کر سکتا ہے؟ کیا دشمنانِ اسلام نفاذِ دین یا حفاظت حقوقِ مسلمین کا فرض نبھا سکتے ہیں جبکہ وہ پہلے ہی اس دین کو پسِ پشت ڈال چکے ہوں؟

کافر، خواہ وہ کافرِ اصلی ہو یا مرتد، بہر حال ذلت وحقارت اور پستی و کمتری کا مستحق ہے۔ اس کے اعمال سراب کی مانند یا صحرا میں بکھری دھول کی طرح ہیں جسے آندھیاں اڑا کر دور پھینک دیتی ہیں۔ بھلا ایسے کافر کو یہ عالی منصب کیونکر سونپا جاسکتا ہے کہ وہ ہمارا والی، حاکم اور امام بن کر ہمارے تمام وسائل پر

تصرف کرے، جسے چاہے دے، جسے چاہے محروم کرے اور اپنی مرضی سے عہدے تقسیم کرے یا عہدوں سے سبکدوش کرے۔

کیا چوپایوں سے بدتر مخلوق امتِ محمدیہ ؐ پر حکمرانی کی مستحق ہوسکتی ہے؟

کفار کی حقارت و پستی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (الأنفال:۲۲)

''بے شک اللہ کے نزدیک بدترین خلائق وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے''۔

مزید فرمایا:

﴿اِنَّ شَرَّالدَّوَآبِّ عِنْدَاللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الأنفال:۵۵)

''بے شک اللہ کے نزدیک بدترین خلائق یہ کافر لوگ ہیں، سو یہ ایمان نہ لائیں گے''۔

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ (الأعراف:۱۷۹)

''تحقیق، ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ ہی کے لئے پیدا کئے ہیں؛ ان کے دل تو ہیں (مگر) یہ ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں تو ہیں (مگر) یہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان تو ہیں (مگر) یہ ان سے سنتے نہیں، یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ، یہی لوگ دراصل غافل ہیں''۔

اور فرمایا:

﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان:۴۴)

''یا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھ رکھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے''۔

اور فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ (التوبہ:۲۸)

''اے ایمان والو! مشرک تو ہیں ہی پلید، لہٰذا وہ اس برس کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں''۔

پس جو شخص چوپایوں سے زیادہ گمراہ، اللہ کی بدترین مخلوق اور نجاست ونحوست سے مرکب ہو، وہ مسلمانوں کا والی وحکمران کیسے ہوسکتا ہے؟

کفار کو مسلمانوں پر ادنیٰ ترین امور میں بھی غلبہ واختیار بخشنا شریعت کو منظور نہیں

اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عزیز میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾ (النسآء:۱۴۱)

''اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں کے اوپر (غلبے کی) ہرگز کوئی راہ نہ دے گا''۔

اگرچہ ظاہری طور پر مذکورہ آیت میں ایک خبر دی گئی ہے، لیکن بہت سے علماء نے اس آیت سے فقہی احکام کا استنباط بھی کیا ہے، جن میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ کسی کافر کو مسلمانوں پر کسی چھوٹے بڑے معاملے میں ولایت واختیار حاصل نہیں ہوسکتا۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''وقد استدل كثير من العلماء بهذه الآية الكريمة على أصح قولي العلماء، وهو المنع من بيع العبد المسلم من الكافر لما في صحة ابتياعه من التسليط له عليه والإذلال، ومن قال منهم بالصحة يأمره بإزالة ملكه عنه في الحال''.

''اس آیتِ کریمہ سے بہت سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی مسلمان غلام کو کافر کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں، کیونکہ یہ کافر کو مسلمان پر غلبہ دینے اور مسلمان کی تذلیل کرنے کے مترادف ہے۔ صحیح تر قول تو یہی ہے، البتہ بعض علماء نے اس سودے کو اصولاً جائز قرار دیا ہے، لیکن ان کے نزدیک بھی کافر پر لازم ہے کہ وہ مسلمان غلام کو اسی وقت اپنی ملکیت سے آزاد کر دے''۔

(تفسير ابن كثير؛ سورة النسآء، آية ۱۴۱)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''ویحتج بظاهره في وقوع الفرقة بين الزوجين بردة الزوج لأن عقد النكاح يثبت عليها للزوج سبيلاً في إمساكها في بيته، وتأديبها، ومنعها من الخروج، وعليها طاعته فيما يقتضيه عقد النكاح، كما قال تعالٰى: ﴿الرجال قوامون على النساء﴾ فاقتضى قوله تعالٰى: ﴿ولن يجعل اللّٰه للكافرين على المؤمنين سبيلا﴾ وقوع الفرقة بردة الزوج وزوال سبيله عليها لأنه مادام النكاح باقيًا فحقوقه ثابتة وسبيله باق عليها''.

''اس آیت کے ظاہری الفاظ سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ اگر خاوند مرتد ہوجائے تو زوجین کا نکاح ختم ہوجاتا ہے کیونکہ عقدِ نکاح سے خاوند کو بیوی پر (غلبے کی) راہ ملتی ہے......وہ اسے اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے، اس کی تادیب کا اختیار رکھتا ہے، اُسے باہر جانے سے روک سکتا ہے اوراسی طرح بیوی پر بھی واجب ہوتا ہے کہ وہ عقدِ نکاح کے تقاضوں کے مطابق خاوند کی اطاعت کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ﴿الرجال قوامون على النساء﴾ ''مرد عورتوں پر نگران ہیں''۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ولن يجعل اللّٰه للكافرين على المؤمنين سبيلا﴾ ......یعنی ''اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں کے اوپر (غلبے کی) ہرگز کوئی راہ نہ دے گا''...... کا تقاضا تو یہ ہے کہ خاوند کے مرتد ہونے کی صورت میں نکاح ختم ہو جائے کیونکہ جب تک نکاح باقی ہوگا اُس وقت تک خاوند کے حقوق ثابت رہیں گے اور اُسے اپنی بیوی پر (غلبے کی) راہ حاصل رہے گی''۔

(أحكام القرآن للجصاص: ۳/ ۲۷۹)

جب ایسے محدود اور جزوی امور میں بھی کافر کی ولایت ناجائز ہے تو پھر ولایتِ عامہ، یعنی تمام مسلمانوں پر حکومت، ایک کافر کو کیونکر سونپی جاسکتی ہے؟ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''الإسلام يعلو ولا يعلٰى عليه''.

''اسلام (ہر شے سے) بلند وغالب ہوتا ہے، کوئی اس سے بلند وغالب نہیں ہوسکتا''۔

(رواه البيهقي، و الدارقطني، و الضياء المقدسي، والروياني عن عمرو بن عائذؓ)

جب منافق کو سردار کے لقب سے پکارنا جائز نہیں، تو مرتد کو عملاً حاکم بنانا......؟

علاوہ ازیں سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لا تقولوا للمنافق سيد، فإنه إن يك سيدًا فقد أسخطتم ربكم عزوجل''.

''منافق کو کبھی سردار کہہ کر نہ پکارو، کیونکہ اگر وہ تمہارا سردار ٹھہرا، تو پھر تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا''۔

(رواه أحمد، وأبوداود، والنسائي، والبخاري في الأدب المفرد)

جب منافق کو محض ''سردار'' کہہ کر پکارنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں، حالانکہ ظاہری طور پر منافق مسلمان ہی ہوتا ہے، تو ایسے کفار کو حقیقتاً حکمرانی و سرداری سونپ دینے کا انجام کیا ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کے کھلے دشمن ہیں؟ صرف یہی نہیں، بلکہ انہیں اعلیٰ ترین اعزازات اور بڑے بڑے القابات سے بھی نوازا جائے اور دینی امور بھی ان کے حوالے کر دیئے جائیں کہ وہ جیسے چاہیں اسلام کے ساتھ کھیلیں اور شریعت کی من مانی تشریحات کر کے عوام الناس کو گمراہ کریں؟ کیا ایسا کرنا براہِ راست اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف نہیں...... بالخصوص جبکہ یہ کفار و مرتدین اپنے جرائم بھی علی الاعلان کرتے ہوں اور اہلِ ایمان سے دشمنی بھی ڈنکے کی چوٹ پر کریں؟!!!

امام ابو جعفر الطحاوی الحنفی رحمہ اللہ سابقہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

''فتأملنا ما في هذا الحديث، فوجدنا السيد المستحق للسؤد هو الذي معه الأسباب العالية التي يستحق بها ذلك، ويبين بها عمن سواه ممن ساده......فكان من يستحق هذا الإسم والكون بهذا المكان من هذه صفته، وكان المنافق بضد ذلك، ولما كان كذلك لم يستحق به أن يكون سيدًا، وكان من سماه بذالك واضعًا له بخلاف المكان الذي وضعه الله بذلك، وكان بذلك مسخطًا لربه''.

''اس حدیث پر غور و فکر کرنے سے ہمیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ سرداری کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو عالی اوصاف و کردار کا مالک ہو اور اپنی غیر معمولی صفات کی وجہ سے اُن لوگوں سے ممتاز ہو جن کا وہ سردار ہے، اور منافق کیونکہ ان اوصاف کا حامل نہیں لہٰذا اُسے ''سید'' (سردار) کہنا اُسے اس

مقام سے بڑھانے کے مترادف ہوگا جواللہ تعالیٰ نے اس کے لئے متعین کیا ہے اورایسا کرنا اللہ تعالیٰ کوناراض کرنے کا باعث بنتا ہے''۔

(مشکل الآثار:۲۰۱/۱۳)

کفارکوادنیٰ ترین مناصب بھی دینے سے احتراز،قرآنی تعلیم اوراسوۂ سلف ہے

سلف صالحین اس معاملے میں بہت محتاط تھے اورکفارکوادنیٰ ترین منصب دینے سے بھی احتراز کرتے تھے کہ کہیں ان کومسلمانوں کے خلاف اپنے خبثِ باطن کے اظہار کا موقع نہ مل جائے۔سلفِ صالحین نے اللہ رب العزت کے درج ذیل فرمان کومضبوطی اورسنجیدگی سے تھام رکھا تھا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِىْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (آل عمران:۱۱۸)

''اے ایمان والو! تم اپنے لوگوں کے سوا کسی کو اپنا بھیدی نہ بناؤ، دوسرے لوگ تمہیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ، وہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑو،ان کے دلوں کی دشمنی ان کے منہ سے ظاہر ہوچکی ہے اور جو (بغض وعناد) وہ اپنے سینوں میں چھپائے بیٹھے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کردی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو''۔

امام ابوبکرجصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بطانة الرجل خاصته الذين يستبطنون أمره ويثق بهم في أمره، فنهى الله تعالٰى المؤمنين أن يتخذوا أهل الكفر بطانة من دون المؤمنين فقال:﴿لا يألونكم خبالا﴾ يعني:لا يقصرون فيما يجدون السبيل إليه من إفساد أموركم؛ لأن الخبال هو الفساد. ثم قال:﴿ودوا ما عنتم﴾ قال السدي:''ودوا ضلالكم عن دينكم'' وقال ابن جريج:''ودوا أن تعنتوا في دينكم فتحملوا على المشقة فيه''...... لأن أصل العنت المشقة، كأنه أخبر عن محبتهم لما يشق عليكم، وقال الله تعالٰى:﴿ولو شاء الله لأعنتكم﴾ وفي هذه الآية دلالة

علی أنه لا تجوز الإستعانة بأهل الذمة في أمور المسلمين من العمالات والکتابة''.

''کسی شخص کا ''بطانہ'' اس کے وہ خاص احباب ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے راز بتلاتا اوران پر اعتماد کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو منع فرمایا ہے کہ وہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کفار کو اپنا راز داں بنائیں اور اپنے خاص معاملات میں ان سے مدد لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وہ تمہیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے﴾ یعنی وہ تمہارے کاموں کو خراب کرنے اوران میں فساد ڈالنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں...... پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے ان کے خبثِ باطن کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑو﴾۔ سدی کہتے ہیں: ''یعنی وہ تمہیں تمہارے دین سے گمراہ کرنا چاہتے ہیں''۔ اور ابن جریج کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ: ''وہ تمہیں تمہارے دین کے معاملے میں مشقت میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ 'العنت' کا اصل معنیٰ 'مشقت' ہے''۔ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ولو شاء اللّٰہ لأعنتکم﴾ یعنی ﴿اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا﴾۔ بہر حال مذکورہ بالا آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ذمی کافروں سے مسلمانوں کے امور میں مدد لینا جائز نہیں...... نہ تو انہیں مسلمانوں پر عامل مقرر کرنا جائز ہے، نہ ہی کتابت میں ان سے مدد لینا درست''۔

(أحکام القرآن؛ ۲/۵۵)

عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو کافر بطور کاتب بھی قبول نہیں

اسی وجہ سے جب سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی کاتب مقرر کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سختی سے جھڑکا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ:

''أن عمر رضي اللّٰہ عنه أمره أن يكتب إليه ما أخذ وما أعطى في أديم واحد، وكان لأبي موسى كاتب نصراني يرفع إليه ذلك، فعجب عمر رضى اللّٰہ عنه وقال: إن هذا لحافظ، وقال: إن لنا كتابا في المسجد، وكان جاء من الشام فادعه فليقرأ، قال أبو موسىٰ: إنه لايستطيع أن يدخل المسجد. فقال عمر

رضي الله عنه: أجنب هو؟ قال: لا، بل نصراني. قال: فانتهرني وضرب فخذي وقال: أخرجه، وقرأ: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ﴾ قال أبو موسى: والله ما توليته إنما كان يكتب، قال: أما وجدت في أهل الإسلام من يكتب لك؟ لا تدنهم إذ أقصاهم الله، ولا تأمنهم إذ أخانهم الله، ،ولا تعزهم بعد إذ أذلهم الله فأخرجه".

''امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنا تمام لین دین ایک جلد میں لکھ کر بھیجیں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ایک نصرانی کاتب تھا جو یہ حساب کتاب لکھا کرتا تھا۔ پس جب حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اپنا حساب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تو وہ حساب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پسند آیا اور انہوں نے کہا کہ یہ کاتب تو بڑی اچھی یادداشت اور مہارت رکھتا ہے، ہمارے پاس مسجد میں ایک اور کتاب بھی پڑی ہے جو شام سے آئی ہے، اس کاتب کو بلاؤ تا کہ وہ کتاب بھی ہمیں پڑھ کر سنائے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا وہ جنبی ہے؟ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، بلکہ وہ نصرانی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے میری ران پر مارا اور مجھے سخت ڈانٹ پلائی، پھر فرمایا: اسے نکال باہر کرو، اور یہ آیت پڑھی:

﴿اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو بیشک وہ انہی میں سے ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔﴾

یہ سن کر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اسے دوست تو نہیں بنایا، وہ تو صرف کتابت کا کام کرتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا مسلمانوں میں تمہیں کوئی کاتب نہیں ملا تھا......؟ جب اللہ نے انہیں دور کردیا تو تم انہیں قریب مت کرو، اور جب اللہ نے انہیں خائن قرار دیا ہے تو تم انہیں امین مت سمجھو، اور جب اللہ نے انہیں ذلیل کردیا ہے تو تم

انہیں عزت مت دو...... پھر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کاتب کو نکال دیا''۔

(بیہقی نے اس واقعے کو انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے)

جن کفار پر رستہ تنگ کرنے کا حکم ہے انہیں اپنا حاکم بنا کر پوری دنیا ان پر وسیع کر دیں؟

تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ کافر مسلمانوں کا امام (حکمران) نہیں بن سکتا۔ اسی طرح اگر امام بننے کے بعد کوئی حاکم کافر ہو جائے تو معزول سمجھا جائے گا اور اس کی جگہ اللہ کی شریعت کے مطابق حکومت کرنے والے کسی مسلمان کو مقرر کیا جائے گا۔ کافر کو بطور حاکم برداشت کرنا تو دور کی بات، ہماری شریعت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر راستے میں بھی کفار سے سامنا ہو جائے تو انہیں ایک کونے میں سمٹنے پر مجبُور کیا جائے۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''لا تبدؤوا اليهود والنصارٰى بالسلام وإذا لقيتم أحدهم في طريق فاضطروهم إلٰى أضيقه''.

''یہود و نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کرو، اور جب کسی راستے میں تمہارا ان سے سامنا ہو تو انہیں تنگ راستے کی طرف جانے پر مجبُور کرو''۔

(رواه أحمد، و مسلم، واللفظ له، وأبو داود، والترمذي عن أبي هريرة رضي الله عنه)

کفر کے مرتکب حکمران کی معزولی سے متعلّق اقوالِ علماء

کافر حکمران کو معزول کرنے کے حوالے سے علمائے کرام کے بہت سے اقوال ملتے ہیں، جن میں سے دو بطور مثال یہاں نقل کئے جا رہے ہیں:

امام نووی رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قال القاضي عياض: أجمع العلماء على أن الإمامة لا تنعقد لكافر، وعلى أنه لو طرأ عليه الكفر انعزل، قال: وكذا لو ترك إقامة الصلوات والدعاء إليها...... قال القاضي: فلو طرأ عليه كفر و تغيير للشرع أو بدعة خرج عن حكم الولاية، وسقطت طاعته، ووجب على المسلمين القيام عليه، وخلعه ونصب إمام عادل إن أمكنهم ذلك، فإن لم يقع ذلك إلا لطائفة وجب عليهم

القيام بخلع الكافر، ولا يجب في المبتدع إلا إذا ظنوا القدرة عليه، فإن تحققوا العجز لم يجب القيام، وليهاجر المسلم عن أرضه إلى غيرها، ويفر بدينه''.

''اس بات پر علمائے کرام کا اجماع ہے کہ کوئی کافر مسلمانوں کا امام (حکمران) نہیں بن سکتا اور اسی طرح اگر امام بننے کے بعد کوئی حاکم کافر ہو جائے تب بھی فوراً معزول ٹھہرے گا۔ نیز اگر وہ نماز قائم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے تب بھی معزول قرار پائے گا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: اگر کوئی حکمران کفر کا ارتکاب کرے، یا شریعت میں تبدیلی کرے، یا کوئی بدعت جاری کرے تو وہ بطور حکمران باقی نہیں رہتا، اس کی اطاعت ساقط ہو جاتی ہے اور مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ...... اگر وہ قدرت رکھتے ہیں تو...... اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اسے ہٹا کر اس کی جگہ کوئی عادل حکمران مقرر کریں۔ نیز اگر پوری امت میں سے محض کوئی ایک گروہ یہ قدرت رکھتا ہو تو اس گروہ پر واجب ہوگا کہ وہ اس کافر حاکم کو اس کے منصب سے ہٹائے۔ یہ تو کافر حکمران کا معاملہ تھا، رہا بدعتی حکمران کو ہٹانا، تو یہ تبھی واجب ہوگا جب اس بات کا غالب امکان ہو کہ اس پر غلبہ پا لیا جائے گا۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ مسلمان اتنی قدرت نہیں رکھتے تو اس کے خلاف خروج واجب نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں ایک مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے دین کو بچاتے ہوئے اس سرزمین سے ہجرت کر جائے''۔

(شرح النووي على مسلم؛ ۶/۳۱۴)

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أجمعوا على أن الإمامة لا تنعقد لكافر ولو طرأ عليه الكفر انعزل وكذا لو ترك إقامة الصلوات والدعاء إليها وكذا البدعة''.

''اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ کوئی کافر مسلمانوں کا حاکم نہیں بن سکتا، اور اگر حاکم بننے کے بعد کفر کا ارتکاب کرے تو معزول قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر وہ نماز قائم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے یا بدعت جاری کرے تب بھی اس کا یہی حکم ہے''۔

(مرقاة المفاتيح؛ ۱۱/۳۰۳)

علماء کے اقوال سے واضح ہونے والے دواہم نکات

آئمہء کرام کے مذکورہ بالافرمودات اورایسے ہی دیگراقوال سے دواہم باتیں واضح ہوتی ہیں:

الف۔کفرکامرتکب ہوتے ہی حاکم حکمرانی کے حق سے محروم اورشرعاً معزول ہوجاتا ہے۔

ب۔شرعاً معزول قرار پانے والے حاکم کے خلاف خروج،اسے عملاً معزول کرنااوراس کی جگہ شرعی حاکم نصب کرناتمام مسلمانوں پرواجب ہے۔

آیئے اب مختصراًان دونوں نکات کاجائزہ لیتے ہیں:

الف۔کفرکامرتکب ہوتے ہی حاکم حکمرانی کے حق سے محروم اورشرعاً معزول ہوجاتا ہے

کفرکامرتکب ہوتے ہی حکمران معزول متصور ہوگا،یعنی صریح کفرکاارتکاب کرتے ہی وہ شرعی حکمرانی سے معزول ہوجائے گااورلوگوں پراس کاکوئی حق باقی نہیں رہے گا،بیعت اورسمع وطاعت ختم ہوجائے گی اورمسلمان اس کے کسی عہد و پیمان کے ذمہ دارنہیں ہوں گے۔نیز اگر وہ قوت وشوکت کے زور پر اپنی حکومت عملاً قائم رکھے تب بھی شرعاً وہ مسلمانوں کاحاکم نہیں ہوگا،کیونکہ کفرکےارتکاب کی وجہ سے وہ شرعی ولایت کےلباس سے محروم ہوچکاہے۔علمائے کرام کی تعبیرات اسی بات پرصراحتاً دلالت کرتی ہیں،مثلاً: ''**إنعزل**'' (یعنی وہ خودبخودمعزول ہوجاتا ہے)، ''**سقطت طاعته**'' (یعنی اس کی اطاعت کافرض ساقط ہوجاتا ہے)اور''**خرج عن حكم الولاية**'' (یعنی مسلمانوں کے ولی الامرہونے کی شرعی صفت سے محروم ہو جاتا ہے)۔چونکہ شرعی امامت اورکفرایک دوسرے کی ضد ہیں لہٰذاکسی ایک شخص میں ان دونوں باتوں کاجمع ہوناناممکن ہے،جیسا کہ امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''**الإسلام هو الأصل والعصام فلو فرض انسلال الإمام عن الدين لم يخف انخلاعه وارتفاع منصبه وانقطاعه**''.

''اسلام ہی (حکمرانی کے لئے) بنیادی شرط اوراساسی کڑی ہے،لیکن بالفرض کوئی حکمران دینِ اسلام سے خارج ہوجائے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے منصب سے سبکدوش اوراپنی ذمہ داری سے علیحدہ ہوجائے گا''۔

(غياث الأمم:۱/۷۵)

اس نکتے کوسمجھنے سے مغربی ثقافت سے مرعوب اورمغربی افکارواصطلاحات سے مفتون اُن بہت سے

لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو......ان مرتد حکمرانوں کے بارے میں...... کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شرعی امام ہیں یا یہ شرعی طریقے سے حکمران بنے ہیں، یا یہی ہمارے اصل ومعتبر ولی الامر ہیں، حالانکہ یہ تو اسی دن حکمرانی کے شرعی حق سے محروم اور معزول ہو گئے تھے جب انہوں نے کفرِ صریح کا ارتکاب کیا تھا۔

یہاں یہ نکتہ بھی توجہ طلب ہے کہ علمائے سلف نے اس مقام پر "**العزل**" کی بجائے "**الإنعزال**" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ان دونوں الفاظ میں ایک باریک،لیکن نہایت اہم فرق ہے۔اگر "**العزل**" کا لفظ استعمال ہوتا تو گویا ایک کافر حکمران تب معزول قرار پاتا جب مسلمان عملی جدوجہد کر کے اسے اس کے منصب سے ہٹاتے اور تمام اختیارات اس سے چھین لیتے۔لیکن یہاں تو لفظ "**الإنعزال**" استعمال ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کفر کا ارتکاب کرتے ساتھ ہی حکمران شرعاً معزول سمجھا جاتا ہے۔پھر اگر وہ زبردستی حکومت پر قابض رہے تب بھی اسے حکمرانی کے حقوق میں سے کوئی حق حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ جو چیز شرعاً معدوم ہو جائے،اسے عملاً بھی معدوم ہی تصور کیا جاتا ہے۔

ب۔شرعاً معزول قرار پانے والے حاکم کے خلاف خروج،اسے عملاً معزول کرنا اوراس کی جگہ شرعی حاکم نصب کرنا مسلمانوں پر واجب ہے

جب ایک حاکم شرعی اعتبار سے حقِ حکمرانی سے محروم ہو جائے تو مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اسے عملاً بھی معزول کریں اوراس کی جگہ کسی مسلمان حکمران کو مقرر کریں۔اسی بات کو فقہاء نے ان الفاظ میں تعبیر کیا ہے:"**وجب علی المسلمین القیام علیه و خلعه و نصب إمام عادل**"۔پس یہ ایک ثابت ومحکم شرعی حکم ہے، جو مذکورہ بالا پہلے حکم پر مبنی اوراسی پر قائم ہے۔جہاں کہیں یہ علت پائی گئی،یعنی حاکم کفر کے ارتکاب کے سبب معزول قرار پایا، وہیں یہ دوسرا حکم خود بخود لاگو ہو جائے گا،یعنی مسلمانوں پر اس حاکم کے خلاف خروج کرنا،اسے بزور ہٹانا اوراس کی جگہ ایک مسلمان وعادل حاکم نصب کرنا واجب ہو جائے گا۔

مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا امیر مقرر کئے بغیر زندگی بسر کریں

یہ بات بھی معروف ہی ہے کہ تمام علماء کے نزدیک مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے لئے ایک امیر مقرر کریں جو ان پر شرعی احکام کے مطابق حکومت کرے،ان کے راستوں کو پرامن بنائے اور خطرات سے ان کا تحفظ کرے۔چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ درج ذیل آیت کے تحت فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ (البقرة:٣٠)

''اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ بے شک میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں''۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''هٰذه الآية أصل في نصب إمام وخليفة يسمع له ويطاع، لتجتمع به الكلمة، وتنفذ به أحكام الخليفة. ولا خلاف في وجوب ذلك بين الأمة ولا بين الأئمة، إلا ماروي عن الأصم حيث كان عن الشريعة أصم، وكذلك كل من قال بقوله واتبعه على رأيه ومذهبه''.

''یہ آیتِ مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ (مسلمانوں کے لئے) ایک امام وخلیفہ مقرر کرنا لازم ہے جس کی سمع وطاعت کی جائے، جو مسلمانوں میں وحدت کا باعث بنے اور جس کے ذریعے خلافت کے احکام جاری ہوں۔ اس حکم کے وجوب پر پوری امت اور تمام آئمہ متفق ہیں...... سوائے 'اصم' کے، جو خود شریعت سے بہرہ تھا اور وہ معدودے چند لوگ بھی جنہوں نے اس کی اس رائے کی پیروی کی''۔

(تفسیر القرطبي؛ ٢٦١/١)

کافر کی امارت تلے زندگی گزارنا، بلا امیر رہنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے

یہ حکم تو ان حالات کے لئے ہے جب مسلمان بلا امیر رہ رہے ہوں، لیکن اس حکم کی اہمیّت اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب مسلمان نہ صرف ایک شرعی امیر سے محروم ہوں، بلکہ الٹا کوئی کافر ان کا حاکم بن کر ان کے دین ودنیا کو بگاڑنے میں مصروف ہو۔ حکمران کا موجود نہ ہونا اتنی خطرناک بات نہیں جتنا کہ ایک کافر حکمران کا موجود ہونا خطرناک ہے، کیونکہ کفار مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اور شرعی احکام سے بغض رکھتے ہیں۔ لہٰذا کافر حکمران کو ہٹا کر مسلمان حکمران کو مقرر کرنا ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾ (البقرة:١٠٥)

''اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ نہیں چاہتے اور نہ ہی مشرکین چاہتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر دیتا ہے اور اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے''۔

اور فرمایا:

﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ﴾ (البقرة:۱۰۹)

''اہلِ کتاب میں سے بہتیرے یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد پھیر کر کافر بنادیں، محض اس حسد کی وجہ سے جو ان کے دلوں میں جوش مارتا ہے''۔

اور فرمایا:

﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً﴾ (النسآء:۸۹)

''یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسے انہوں نے کفر کیا اور یوں تم ان کے برابر ہو جاؤ''۔

اور فرمایا:

﴿اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾ (الممتحنة:۲)

''اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور ایذا کے لئے تم پر ہاتھ بھی چلائیں اور زبانیں بھی اور چاہیں کہ کسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ''۔

خروج کے واجب ہونے کی شرعی دلیل

کافر حکمران کو اس کے منصب سے ہٹانے کا وجوب اجماع سے ثابت ہے۔ اس اجماع کی پشت پر متعدد دیگر شرعی دلائل بھی ہیں جن میں سب سے اہم شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیثِ مبارکہ ہے جس کے راوی سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''بايعنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم على السمع والطاعة في العسر واليسر والمنشط والمكره وعلى أثرة علينا وأن لا ننازع الأمر أهله إلا أن تروا كفرًا بواحًا عندكم من اللّٰه فيه برهان وعلى أن نقول بالحق أينما كنا لا

نخاف في الله لومة لائم''.

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم ہر حال میں امیر کی بات سنیں گے اور اس کی اطاعت کریں گے، خواہ تنگی ہو یا آسانی، اس کی بات پسند ہو یا ناپسند اور خواہ وہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دے، اور یہ کہ ہم حکمرانوں سے حکومت پر جھگڑا نہیں کریں گے الا یہ کہ انہیں ایسے صریح کفر کا ارتکاب کرتے دیکھ لیں جس کے کفر ہونے کی واضح دلیل ہمارے پاس اللہ کی طرف سے موجود ہو۔ نیز یہ کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور اللہ (کے دین) کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں گے''۔

(متفق عليه)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وملخصه أنه ينعزل بالكفر إجماعاً، فيجب على كل مسلم القيام في ذلك، فمن قوي على ذلك فله الثواب، ومن داهن فعليه الإثم، ومن عجز وجبت عليه الهجرة من تلك الأرض''.

''خلاصۂ کلام: اس بات پر اہلِ علم کا اجماع ہے کہ حکمران کفر کی بناء پر معزول ہو جاتا ہے اور ہر مسلمان پر اس کے خلاف خروج میں حصّہ ڈالنا واجب ہو جاتا ہے۔ پھر جو اس کی قدرت رکھے اور اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہو تو وہ ثواب کا مستحق ہوگا، اور جو کوئی (قدرت کے باوجود) مداہنت ومصالحت کا رویہ اپنائے وہ گناہ گار ٹھہرے گا۔ اور جو کوئی اس کافر حکمران کے خلاف اٹھنے کی قدرت نہ رکھے، اس پر واجب ہے کہ وہ اس سرزمین سے ہجرت کر جائے''۔

(فتح الباري؛ ۱۳/۱۲۳)

لہٰذا ثابت ہوا کہ کوئی کافر مسلمانوں کا حکمران نہیں بن سکتا اور اگر کوئی مسلمان، حکمران بننے کے بعد کفرِ بواح کا مرتکب ہو تو اس کے خلاف خروج کرنے اور اسے معزول کرنے کے وجوب پر سلف وخلف کے تمام علماء کا اجماع ہے۔

خروج کی قیادت کرنا علمائے کرام کا فریضہ ہے

اس شرعی حکم کو ادا کرنے کی ذمہ داری سب سے زیادہ علمائے کرام ہی پر عائد ہوتی ہے، کیونکہ علماء اس

شریعت کے وارث وامین بنائے گئے ہیں۔انہیں حکم ہے کہ شرعی مسائل واضح طور پر بیان کریں، ان میں کوئی ابہام نہ چھوڑیں اور کتمانِ حق کے جرم سے اپنا دامن بچائیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ﴾ (آل عمران:۱۸۷)

''اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے عہد لیا تھا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اسے لوگوں کے سامنے کھول کھول کر ضرور بیان کروگے اور اسے ہرگز نہ چھپاؤ گے''۔

یہ دین ایسے علماء کے ہاتھوں ہی قائم ہوسکتا ہے جو اس دین کو ٹھیک ویسا ہی بیان کریں جیسا یہ نازل ہوا تھا؛ جو فریضۂ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔اسی لئے مذکورہ بالا حدیث میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ: ''(آپ ﷺ نے ہم سے اس بات پر بھی بیعت لی تھی کہ) ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور اللہ (کے دین) کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں گے''۔

دوسری فصل

کافر حکمران کو ہٹانے کے لئے اس کے پورے جتھے کے خلاف قتال عملاً ناگزیر اور شرعاً واجب ہے

علمائے سلف جب یہ شرعی حکم بیان کر رہے تھے کہ کفر و ارتداد کے مرتکب حکمران کے خلاف اٹھنا اور اسے ہٹانا واجب ہے تو انہیں بخوبی معلوم تھا کہ ہر حاکم کے ساتھ ایک ایسا گروہ ضرور ہوتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی خاطر دوسروں سے لڑ جانے اور جانیں تک دے ڈالنے پر تیار ہوتا ہے۔ پس جب کبھی کسی کافر یا مرتد حاکم کے خلاف خروج کیا جائے گا تو اس کے دفاع میں اٹھنے والے گروہ اور اس کی حکومت کی بقاء کی خاطر ڈٹ جانے والے مسلح لشکروں (فوج، پولیس وغیرہ) سے قتال کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اگر اس پورے جتھے کے خلاف قتال کئے اور خون بہائے بغیر بھی کسی طرح حاکم تک رسائی پانا اور اسے اس کے منصب سے ہٹانا ممکن ہوتا تو پھر تو یہ معاملہ انتہائی آسان تھا۔ حاکم تو محض ایک فرد ہی ہوتا ہے...... پھر اس ''ایک'' فرد کو ہٹانے کے لئے فقہاء **''وجب علی المسلمین القیام علیه''** (یعنی تمام مسلمانوں پر اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا واجب ہے) جیسی قوی تعبیرات کیوں استعمال کرتے؟ اس بات پر تو تاریخِ عالم اور انسانی فطرت بھی شاہد ہے کہ حکمران کے پورے جتھے سے جنگ کئے اور ٹکرائے بغیر اسے معزول کرنا ایک خواب کے سوا کچھ نہیں!

نام نہاد مسلم افواج کے خلاف قتال سے گریز ''احتیاط'' نہیں، ترکِ واجب ہے

لہٰذا اگر کوئی شخص مرتد حکمرانوں کی افواج کے خلاف قتال سے اس بنیاد پر گریز کرتا ہے کہ وہ فوجی کلمہ گو ہیں تو اس کی یہ احتیاط بے موقع و بے محل ہے۔ ''احتیاط'' اور ''ورع'' کی یہ مزعومہ روش ایک ایسا شرعی حکم معطل کرنے کا ذریعہ بنتی ہے جس کا واجب ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح احادیث اور علماء کے اجماع سے ثابت ہے...... یعنی یہ حکمِ شرعی کہ کافر حکمران کو ہٹا کر اس کی جگہ ایک عادل مسلمان حاکم مقرر کیا جائے۔

ان افواج کو مرتد نہ مانا جائے تب بھی ان کے خلاف قتال واجب رہے گا

چنانچہ یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ایک کافر حکمران کا دفاع کرنے والے گروہ کا کلمہ پڑھنا، بعض ارکانِ اسلام بجالانا یا چند شعائرِ اسلام کو تھامے رکھنا اس گروہ کے خلاف قتال میں مانع نہیں۔ علمائے کرام نے کسی نظامِ سلطنت کے خلاف خروج کے لئے یہ شرط نہیں لگائی کہ حکمران کا پورا لشکر کافر ہو، بلکہ انہوں نے صرف حکمران کے کفر کو ہی کافی جانا ہے۔ عقل کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ خروج کے جواز وعدم جواز کا دارومدار حاکم کے کفر واسلام پر ہو، کیونکہ حکمران کے افعال نہایت دوررس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ اکیلے اس کے مرتد ہونے سے پورا نظام بگڑ جاتا ہے، ظلم وفساد اور کفر وعدوان چہار سو پھیل جاتا ہے۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إنه يستعمل عليكم أمراء فتعرفون وتنكرون فمن كره فقد بريء ومن أنكر فقد سلم ولٰكن من رضي وتابع، قالوا: يا رسول اللّٰه! ألا نقاتلهم؟ قال: لا، ماصلّوا“.

”عنقریب تم پر کچھ ایسے امراء مقرر ہوں گے جن کی بعض باتیں تمہیں معروف اور بعض منکر معلوم ہوں گی، تو جس نے منکر کو ناپسند کیا وہ بری ہوگیا اور جس نے منکر کو روکا اس نے اپنے دین کو بچالیا، البتہ جو اس منکر پر راضی رہا اور اس کی متابعت کی (تو وہ ہلاک ہوگیا)۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ایسے امراء کے خلاف قتال نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں (یعنی مسلمان رہیں) اس وقت تک ان کے خلاف قتال نہ کرنا“۔

(رواه مسلم، وأحمد، وأبو داود وغيرهم)

پس اگر کافر ومرتد حکمرانوں کے اعوان وانصار کا جائزہ اس حدیث کی روشنی میں لیا جائے، تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ گروہ نہ تو حکمرانوں کے منکر افعال کو روکتا ہے، نہ ہی انہیں دل سے ناپسند کرتا ہے، بلکہ ان کی اتباع میں اتنا آگے چلا جاتا ہے کہ ان کی خاطر عملی قتال میں اترنے اور جان ومال قربان کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ لہٰذا اس بحث میں پڑنا قطعاً لازم نہیں کہ یہ پورا گروہ کافر ہے یا مسلمان؟ جب ایک مرتبہ پوری تحدید کے ساتھ شریعت کا دوٹوک حکم آچکا ہے کہ کافر حاکم کو عملاً معزول کیا جائے تو اب جو کوئی

بھی اس کافر حکمران کی حمایت میں کھڑا ہوگا وہ بھی اس منکر کا ایک جز و سمجھا جائے گا جسے مٹانا ضروری ہے۔ معروف فقہی اصول ہے کہ:

"ما لايتم الواجب إلا به فهو واجب".

یعنی" جو فعل فی نفسہ تو واجب نہ ہو لیکن اس کی ادائیگی پر ایک دوسرے واجب کا ادا ہونا منحصر ہو، تو خود وہ فعل بھی واجب ہو جاتا ہے"۔

اب چونکہ کافر حکمران کو اس کے منصب سے ہٹانا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس کے محافظ و معاون جتھے سے بھی لڑا جائے، لہٰذا اس پورے جتھے سے لڑنا بھی واجب قرار پائے گا۔

کیا" دہشت گردی کے خلاف اتحاد" میں شمولیت ہی بطورِ جرم کافی نہیں؟

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"عبث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في منامه فقلنا: يا رسول اللّٰه صنعت شيئا في منامك لم تكن تفعله؟ فقال: العجب أن ناسا من أمتي يؤمون بالبيت برجل من قريش قد لجأ بالبيت حتى إذا كانوا بالبيداء خسف بهم. فقلنا: يا رسول اللّٰه إن الطريق قد يجمع الناس ؟ قال: نعم، فيهم المستبصر والمجبور وابن السبيل يهلكون مهلكًا واحدًا ويصدرون مصادر شتى يبعثهم اللّٰه على نياتهم".

"ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نیند میں کچھ اضطراب کا شکار ہوئے، بیدار ہونے پر ہم نے سوال کیا کہ آج نیند میں آپ کی جو حالت تھی عموماً تو ویسی حالت نہیں ہوتی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تعجب کی بات ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ بیت اللہ پر چڑھائی کی نیت سے نکلیں گے...... ان کا مقصد ایک قریشی آدمی کو مغلوب کرنا ہوگا جو بیت اللہ میں پناہ لے چکا ہوگا، یہاں تک کہ جب یہ مقامِ بیداء پر پہنچیں گے تو انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ہم نے استفسار کیا: اے اللہ کے رسول! راستہ تو بہت سے (غیر متعلقہ) لوگوں کو بھی اکٹھا کر دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جو جانتے بوجھتے بیت اللہ پر چڑھائی کریں گے، جبکہ بعض مجبُور اور بعض مسافر بھی ہوں گے، یہ سب اکٹھے ہلاک ہوں گے البتہ قیامت والے دن

انہیں الگ الگ اٹھایا جائے گا، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق اٹھائے گا''۔

(رواه مسلم وأحمد)

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''وفي هـذا الحديث من الفقه التباعد من أهل الظلم، والتحذير من مجالستهم ومـجـالسة البغـاة ونحوهم من المبطلين؛ لئلا يناله ما يعاقبون به، وفيه أن من كثر سواد قوم جرى عليه حكمهم في ظاهر عقوبات الدنيا''.

''اس حدیث سے یہ فقہی احکامات معلوم ہوتے ہیں کہ ظالموں کی قربت سے بچنا چاہیے اور ظالموں، باغیوں اور ایسے ہی دیگر اہل باطل کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہیے، تاکہ ان پر نازل ہونے والی سزا سے بچا جاسکے۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جو شخص کسی گروہ (میں شامل ہو کر محض ان) کی تعداد میں اضافے کا باعث بنتا ہے تو دنیا کی ظاہری سزاؤں میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو اس پورے گروہ کے ساتھ کیا جاتا ہے''۔

(شرح النووي على مسلم؛ ۱۸/۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريك من عمله به''.

''جو شخص کسی گروہ (میں شامل ہو کر ان) کی تعداد بڑھائے وہ انہی میں سے ہے اور جو کسی گروہ کے عمل پر راضی رہے وہ ان کے عمل میں شریک ہے''۔

(أبو يعلى)

یہ امر تو کسی سے مخفی نہیں کہ پاکستان پر آج تک مسلسل دین سے باغی کافر حکمران مسلط رہے ہیں۔ ان غدارانِ دین وملت نے تمام میسر وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اس ملک اور اس کے باشندوں کو دین سے دور اور کفریہ طاقتوں کے قریب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر نئے آنے والے حاکم نے سابقہ حکمرانوں کو طعن وتشنیع کا ہدف بنا کر نئے وعدے کئے ہیں، نئی امیدیں دلائی ہیں۔ پھر تھوڑے ہی عرصے میں یہ حقیقت منکشف ہوگئی ہے کہ **''و ما يعدهم الشيطان إلا غرورا''** (شیطان کے وعدے دھوکے کے سوا کچھ نہیں!) ہر آنے والا دن اس سرزمین کے مسلمانوں کے دنیاوی مسائل بڑھانے اور دین سے دوری میں اضافہ کرنے کا باعث ہی بنا ہے۔ یہ اسی حکمران طبقے کی ساٹھ سالہ مذموم کوششوں کا نتیجہ ہے کہ

ریاستِ پاکستان آج علی الاعلان کفار کے ساتھ دوستی نبھا رہی ہے اور اہلِ ایمان کی دشمنی میں اتنا آگے جا چکی ہے کہ کفر و اسلام کی جنگ میں کفر کی (عسکری و غیر عسکری) امداد کرنے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مبارک فریضے پر قائم اہلِ حق سے باقاعدہ جنگ کرنے سے بھی نہیں چوکتی۔ آج بات صرف اتنی نہیں کہ اس ریاست، بالخصوص اس کی فوج اور خفیہ اداروں نے ''دہشت گردی کے خلاف اتحاد'' میں شمولیت اختیار کر کے کفارِ عالم کی اخلاقی تائید کی ہے اور ان کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔ نہیں! بلکہ یہ ریاست تو اس سے بہت آگے بڑھتے ہوئے اسلام و اہلِ اسلام کے خلاف جنگ میں صلیبی صہیونی اتحاد کا ہراول دستہ، بلکہ امریکہ کا دست و پا بن کر مجاہدین اسلام کے خلاف جنگ میں مرکزی کردار ادا کر رہی ہے۔ کیا اس سب کے بعد بھی اس ریاست کے حکام اور ان کی محافظ فوج عین اسی سلوک کے مستحق نہیں قرار پاتے جس کی مستحق امریکی فوج یا دیگر کفریہ افواج ہیں؟

اے مسلمانانِ پاکستان!

<u>لہٰذا اے مسلمانانِ پاکستان! آپ پر واجب ہے کہ اس کافر و مرتد، فاجر و مفسد حکمران طبقے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، ان سے اقتدار چھینیں اور جو افراد و ادارے بھی ان کے دفاع کے لئے میدان میں اتریں اور اس فریضے کی ادائیگی میں حائل ہوں انہیں بھی تہہ تیغ کر ڈالیں۔</u> ایک مسلمان پر سے یہ واجب صرف اسی صورت میں ساقط ہوسکتا ہے جب وہ حقیقی طور پر عاجز ہو، یعنی اس واجب کی ادائیگی کی قدرت و استطاعت نہ رکھتا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی استطاعت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے۔

(البتہ یہ امر یہاں ذہن نشین رہے کہ ''استطاعت'' اور ''قدرت'' بھی شرعی اصطلاحات ہیں، لہٰذا استطاعت ہونے، نہ ہونے کا فیصلہ بھی مطلقاً اپنی آزاد مرضی سے نہیں، بلکہ شرعی تعلیمات کی روشنی میں کیا جائے گا۔ نیز عین ممکن ہے کہ ایک کام عملاً مشکل اور پر خطر ہونے کے باوجود بھی شرعاً ''استطاعت'' اور ''قدرت'' سے باہر نہ ہو، واللہ اعلم بالصواب! مترجم)

قدرت نہ ہو تو قدرت حاصل کرنا بھی فرض ہے

اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ ایک شخص واقعتاً اس فریضے کی ادائیگی کی قدرت نہیں رکھتا، تو اس کا یہ مفہوم نہیں کہ اب اسے ہمیشہ کے لئے اس شرعی حکم سے لاتعلق رہنے کا پروانہ مل گیا ہے۔ ایسے میں شرعاً اس پر فرض ہوگا کہ وہ یہ قدرت و استعداد حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرے، اپنے وسائل و اوقات اس

فرض کے لئے تیاری میں کھپائے، دوسروں کو بھی اپنی تیاری مکمل کرنے پر ابھارے اور انہیں اپنے حکام کی شرعی حیثیت سے آگاہ کرے۔

شرعی عذر اور غیر شرعی بہانوں میں فرق کیجئے!

مذکورہ بالا شرعی عذر کے علاوہ وہ تمام عذر جو مختلف لوگ پیش کرتے ہیں...... مثلاً یہ کہ یہ فوج ہماری سرزمین کا دفاع کرتی ہے، یا یہ فوجی مسلمان ہیں، کلمہ گو ہیں اور ان میں سے ایک معقول تعداد شعائرِ اسلام مثلاً نماز، روزے وغیرہ کا اہتمام کرتی ہے...... ان میں سے کوئی عذر بھی شرعاً کافر و مرتد حکمرانوں کے خلاف خروج اور ان کے دفاع میں لڑنے والے گروہ کے خلاف قتال میں مانع نہیں! اگر یہ عذر درست مان لئے جائیں تو گویا شریعت ہمیں نعوذ باللہ، دو متضاد باتوں کا حکم دیتی ہے۔ ایک طرف تو ہم سے بالکل واضح اور صریح الفاظ میں یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ہم کفر کے مرتکب حکمران کو معزول کر کے ایک مسلمان و عادل امیر مقرر کریں؛ جبکہ دوسری طرف ہمیں اس بات کا پابند کر دیا جاتا ہے کہ اگر اس کافر حکمران کا دفاع کرنے والا گروہ ظاہراً یا حقیقتاً مسلمان ہو تو اس کے خلاف قتال نہ کیا جائے۔ یقیناً اللہ کی شریعت ایسے ہر تضاد سے پاک ہے! ہمارے علم کے مطابق اہلِ علم میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ کافر و مرتد حکام کو معزول کرنے کا شرعی حکم اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جب ان کا دفاع کرنے والا گروہ ظاہراً یا حقیقتاً مسلمان ہو۔ گزشتہ صفحات میں آپ علمائے کرام کے وہ اقوال پڑھ چکے ہیں جہاں انہوں نے کافر حکمرانوں کو معزول کرنے کا حکم اس امر کے ساتھ مشروط نہیں کیا کہ ان کا حامی پورا جتھا ہی کافر ہو۔ فقہاء نے تو اس حکم کو صرف حکمران کے کفر کے ساتھ جوڑا ہے۔ پس اس کے وجوب کا دارومدار تنہا حاکم ہی کے کفر ہی پر ہے۔ **واللّٰہ تعالٰی أعلم!**

پاکستانی نظامِ حکومت میں تو فوج ہی اصل حاکم ہے!

اب تک کی بحث تو یہ فرض کرتے ہوئے کی گئی ہے کہ افواجِ پاکستان کا کل جرم محض مرتد حکمرانوں کی حمایت و دفاع کرنا ہے...... لیکن عملی حقائق اس سے کہیں زیادہ بھیانک ہیں! یہ فوج تو اس کفریہ ریاستی نظام کا اساسی ستون ہے۔ ریاستی نظام چلانے، قانون سازی کرنے اور کفریہ احکامات و قوانین کو زبردستی نافذ کرنے میں اس کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نظام کی حفاظت کرنا، ''ریاستی رٹ'' قائم رکھنا، اور نظام کے خلاف کھڑے ہونے...... حتیٰ کہ ایسا سوچنے...... والوں سے بھی نمٹنا اسی کے ذمے ہے۔ یہ

فوج تو بذاتِ خود ایک مقدس گائے بن چکی ہے جسے چھونا، جس پر تنقید و اعتراض کی جرأت کرنا ریاستِ پاکستان میں سب سے سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔

(عام افراد تو دور کی بات، خود سیاسی قائدین بھی فوج کے خلاف لب کشائی سے گھبراتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ پاکستان میں اصل حکمرانی فوج کی ہے؟ یہاں تو معاملہ دنیا کے بیشتر ممالک کے برعکس چلتا نظر آتا ہے، یعنی بجائے اس کے کہ فوج حکمرانوں کا دفاع اور تحفظ کرے؛ الٹا حکمران طبقہ، سیاسی قائدین، عدالتی نظام، خفیہ ادارے، ذرائع ابلاغ اور تمام دیگر ریاستی شعبے فوج اور فوجی جرنیلوں کے مفادات کا تحفظ کرتے نظر آتے ہیں، والله المستعان! مترجم)

پاکستانی فوج میں بھرتی ہونے والے تمام افراد اپنی آزاد مرضی سے فوج کا حصّہ بنتے ہیں...... کیا پھر بھی انہیں ''مجبُور'' کہنا درست ہے؟

سابقہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بیت اللہ پر چڑھائی کرنے والے لشکر پر اللہ کا عذاب اترا تو جانتے بوجھتے اس لشکر کا حصّہ بننے والوں کے ساتھ ساتھ راہ چلتے مسافر اور جبراً ساتھ لائے گئے لوگ بھی عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں آ گئے۔ لیکن اگر سارا لشکر ہی ایسے افراد پر مشتمل ہو جو اپنی آزاد مرضی سے اس راہ پر نکلیں اور خوب سوچ سمجھ کر اپنے آپ کو اس بدبخت گروہ کا حصّہ بنائیں تو بخوبی سوچا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیسا غضب ان پر نازل ہوگا؟ آج پاکستانی فوج کا بعینہ یہی معاملہ ہے! یہ فوج دین، اہلِ دین اور شعائرِ دین پر حملہ آور ہے، کفر کی صفِ اول کی اتحادی ہے...... اور اس فوج میں شامل ہونے والے تمام افراد اپنی آزاد مرضی سے بغیر کسی کے مجبُور کئے اس میں بھرتی ہوتے ہیں۔ **الموسوعة العربية العالمية** میں مذکور ہے کہ:

''تتكون القوات المسلحة الباكستانية من جيش قوامه نحو ۵۰۰،۰۰۰ رجل، إضافة إلى قوة صغيرة من سلاح البحرية والقوات الجوية. وجميع الأفراد المنضوين تحت لواء الجيش الباكستاني هم من المتطوعين''.

''پاکستان کی مسلح بری افواج کی تعداد ۵ لاکھ سے زائد ہے اور ساتھ ہی ایک نسبتاً چھوٹی بحریہ اور فضائیہ بھی موجود ہے۔ پاکستانی فوج کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے تمام افراد اپنی پسند اور اختیار سے اس میں شامل ہوتے ہیں (یعنی کوئی جبری بھرتی نہیں ہوتی)''۔

’’مجبُور‘‘ و ’’غیر مجبُور‘‘ میں تمیز کرنا نہ تو لازم ہے، نہ ہی ممکن

اگر ایک لمحے کے لئے یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ اس فوج میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو مجبُوراً اس کا حصّہ بنے ہوئے ہیں......تو ہم دیکھ چکے ہیں کہ وہ ربِ قدیر جو دلوں کے بھید سے واقف اور قلب میں آنے والے وسوسوں تک سے آگاہ ہے، جو اس بات پر قادر تھا کہ صرف انہی لوگوں پر عذاب نازل فرماتا جو اپنی مرضی اور اختیار سے بیت اللہ پر حملہ کرنے نکلے تھے......اس قادر و مقتدر رب نے اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت پورے لشکر پر عذاب مسلط کیا اور قیامت کے دن انہیں ان کی نیتوں پر اٹھانے کا فیصلہ فرمایا۔ پس جب اس ذاتِ باری تعالیٰ نے ان دو قسم کے لوگوں میں تمیز نہیں کی......تو مجاہدین کے لئے تو ویسے بھی یہ ممکن نہیں کہ ان دو قسم کے افراد میں تمیز کر سکیں؛ وہ جو اپنی رضا و اختیار سے کافر حکمرانوں اور مغربی نظاموں کے دفاع میں لڑتے ہیں اور وہ جو کسی تاویل کے سہارے یا جبر و اکراہ تلے یا اپنی جہالت کے سبب میدان میں اترتے ہیں۔ بلکہ شاید یہاں یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ اس فوج کے خلاف مجاہدین کا قتال فوج کے حق میں اسی عذابِ الٰہی کی ایک شکل ہے جس کے متعلّق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ﴾ (التوبہ:۵۲)

’’کہہ دیجئے کہ کیا تم ہمارے لئے دو بھلائیوں ہی میں سے کسی ایک کے منتظر نہیں؟ جبکہ ہم تو تمہارے حق میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنے پاس سے عذاب دے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے)، چنانچہ تم بھی انتظار کرو، بے شک ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں‘‘۔

اسی لئے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’فاللّٰه تعالٰى أهلك الجيش الذي أراد أن ينتهك حرماته المكره فيهم وغير المكره، مع قدرته على التميز بينهم مع أنه يبعثهم على نياتهم، فكيف يجب على المؤمنين المجاهدين أن يميزوا بين المكره وغيره وهم لا يعلمون ذلك؟ بل لو ادعى مدع أنه خرج مكرها لم ينفعه ذلك بمجرد دعواه، كما روي أن العباس بن عبدالمطلب قال للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم لما أسره المسلمون

يوم بدر :يا رسول اللّٰه!إني كنت مكرها. فقال:''أما ظاهرك فكان علينا، وأما سريرتك فإلى اللّٰه''. بل لو كان فيهم قوم صالحون من خيار الناس ولم يمكن قتالهم إلا بقتل هؤلاء لقتلوا أيضًا، فإن الأئمة متفقون على أن الكفار لو تترسوا بمسلمين وخيف على المسلمين إذا لم يقاتلوا فإنه يجوز أن نرميهم ونقصد الكفار،ولو لم نخف على المسلمين جاز رمي أولئك المسلمين أيضًا في أحد قولي العلماء''.

''پس اللہ تعالیٰ نے اس پورے لشکر کو تباہ کرڈالا جو اس کی حرمتوں کو پامال کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور قدرت رکھنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے ان میں سے مجبُور و غیر مجبُور میں تمیز نہ کی ، البتہ قیامت والے دن ان میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی نیت پر اٹھایا جائے گا۔(پس جب اللہ جل جلالہ نے قدرت رکھنے کے باوجود ان میں تمیز نہ کی) تو اللہ کے مجاہد بندوں پر یہ کیونکر واجب ہو سکتا ہے کہ وہ مجبُور و غیر مجبُور میں تمیز کریں حالانکہ وہ تو اس سے آگاہ بھی نہیں؟ بلکہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ بھی کرے کہ وہ اپنی رضا و اختیار سے نہیں آیا بلکہ اسے نکلنے پر مجبُور کیا گیا ہے تب بھی محض یہ دعویٰ اس کے کسی کام نہ آئے گا۔ چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بدر کے دن مسلمانوں نے انہیں قید کرلیا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے تو زبردستی ساتھ لایا گیا تھا! تو آپ ﷺ نے فرمایا:''ہم تو تمہارے ظاہر کے مطابق تم سے معاملہ کریں گے (اور تمہارا ظاہر تو یہی ہے کہ تم لشکرِ کفار کا حصّہ بن کر میدان میں آئے ہو) جبکہ تمہارے باطن کو ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں''!

صرف یہی نہیں، بلکہ اگر لشکرِ کفار میں امت کے صالح ترین لوگ (زبردستی ساتھ لائے گئے) ہوں اور اس لشکر سے لڑنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ ہو کہ یہ صالحین بھی ساتھ ہی قتل ہوں، تو (جنگ نہیں روکی جائے گی بلکہ) انہیں بھی ساتھ ہی قتل کر دیا جائے گا...... کیونکہ اس بات پر آئمہ کرام کا اتفاق ہے کہ اگر کفار کچھ مسلمانوں کو ڈھال بنالیں، اور ان کفار کے خلاف قتال ترک کرنے کی صورت میں باقی مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں یہ جائز ہوگا کہ ہم کفار کو مارنے کی نیت سے تیر برسائیں (اگر چہ یہ معلوم ہو کہ مسلمان بھی ان تیروں کا

نشانہ بنیں گے)۔ بلکہ علماء کے ایک گروہ کے مطابق اگر لشکرِ کفار سے قتال ترک کرنے میں عام مسلمانوں کو کوئی خطرہ نہ ہو تب بھی ڈھال بنائے گئے مسلمانوں پر تیراندازی جائز ہوگی''۔

(مجموع الفتاوٰی؛۲۸/۵۳۷)

''کیا اللہ کی زمین اتنی وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟''

اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیؐ نے ان اہلِ ایمان کا عذر نہیں قبول کیا جو ہجرت کے بعد بھی مکہ میں رہے، بدر میں لشکرِ قریش کے ہمراہ نکلے اور اس فعل کی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ کمزور اور مجبُور تھے......اگر اللہ جل جلالہ نے عہدِ نبوت کے ان مسلمانوں کا خون حلال قرار دیا اور انہیں جہنّم کی وعید سنائی (والعیاذ باللہ)......تو آج کے ان مجرمین کا کیا انجام ہونا چاہیے جو اپنی آزاد مرضی سے مسلمانوں کے خلاف لڑنے نکلتے ہیں اور اپنے کامل ارادے واختیار سے فوج میں شامل ہوتے ہیں؟ اس کا جواب تلاش کرنے کے لیے بس اللہ تعالیٰ کے اس مبارک فرمان پر غور کر لیجئے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النسآء:۹۷)

''بلاشبہ جن لوگوں کی روح فرشتوں نے اس حال میں قبض کی کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، تو فرشتوں نے ان سے پوچھا: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہنے لگے: ہم زمین میں کمزور تھے۔ تب فرشتوں نے کہا: کیا اللہ کی زمین اتنی وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ چنانچہ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وهذا يدل على الخروج من أرض الشرك إلى أي أرض كانت من أرض الإسلام، وروي عن ابن عباس، والضحاك، وقتادة، والسدى أن الآية نزلت في قوم من أهل مكة تخلفوا عن الهجرة، وأعطوا المشركين المحبة، وقتل قوم منهم ببدر على ظاهر الردة''.

''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ سرزمینِ شرک چھوڑ کر اسلامی سرزمینوں میں سے کسی بھی

زمین کی طرف چلے جانا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ضحاک، قتادہ اور سدّی رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو ہجرت سے پیچھے رہے، جنہوں نے مشرکین سے محبت کے پیمان کئے، اور ان میں سے کچھ لوگ بدر کے دن بظاہر ارتداد کی حالت میں قتل ہوئے''۔

(أحکام القرآن؛ ۲۲۸/۳)

تیسری فصل

پاکستانی حکمرانوں کے کفر وارتداد کے بنیادی اسباب

جہاں تک پاکستانی حکمرانوں کے کفر کا معاملہ ہے تو یہ روزِ روشن کی طرح عیاں اور دل کے اندھوں کے سوا ہر ایک پر واضح ہے۔ یہ حکمران کئی اعتبار سے کفر کے مرتکب اور دین سے خارج ہو چکے ہیں، لیکن ان میں سے دو اسباب سب سے نمایاں ہیں:

ا۔ کفار سے دوستی وتعاون اور مسلمانوں سے دشمنی وعداوت

اگر ان خائنینِ ملت کے باقی تمام جرائم سے نظریں پھیر بھی لی جائیں تو صرف یہی ایک بات ان کے کفر کے لئے کافی ہے کہ افغانستان پر قبضے کے دوران انہوں نے علی الاعلان نصاریٰ کا ساتھ دیا، ان سے دوستی نبھائی اور مسلمانوں کے خلاف ان کی ہر ممکن امداد کی۔ انہوں نے کفار کی دلجوئی کے لئے مجاہدین کو قتل کیا، انہیں قید کر کے ڈالروں کے عوض فروخت کیا، اسلام پر حملہ آور دشمن کے لئے پاکستان کے تمام دروازے چوپٹ کھولے...... یہاں تک کہ آج افغانستان میں موجود صلیبی لشکر کی ۸۰ فیصد عسکری وغیر عسکری رسد پاکستان سے گزر کر اور پاکستانی فوج کی حفاظت میں جاتی ہے۔ کیا یہ ایک جرم ہی ان حکمرانوں کا کفر ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں؟...... چہ جائیکہ ان کے کفریہ افعال کی پوری فہرست یہاں بیان کی جائے۔

(سلف وخلف کے علماء اس امر پر متفق ہیں کہ کفر واسلام کی جنگ میں کفار کا ساتھ دینا اور مسلمانوں کے مقابل ان کی مدد کرنا ان خطرناک جرائم میں سے ہے جو ایک مسلمان کو دین سے خارج کر دیتے ہیں۔ ویسے تو قرآن کی بہت سی آیات اس نکتے کو واضح کرتی ہیں، لیکن ہم یہاں محض ایک آیت اور اس کے تشریحی اقوال بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں، کیونکہ یہ نکتہ تفصیلاً واضح کرنا اس کتاب کا اصل موضوع نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (المآئدة:۵۱)

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ساتھی ہیں، اور تم میں سے جو کوئی بھی انہیں اپنا دوست بنائے وہ انہی میں سے ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتے''۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''﴿ومن يتولهم منكم﴾ أي يعضدهم على المسلمين ﴿فإنه منهم﴾ بيّن تعالى أن حكمه كحكمهم......''

''﴿اور تم میں سے جو کوئی بھی انہیں اپنا دوست بنائے ﴾یعنی مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرے ﴿ تو وہ انہی میں سے ہے ﴾یعنی اس کا اور ان (یہود و نصاریٰ) کا شرعی حکم ایک سا ہے''۔

امام طبری رحمہ اللہ ﴿فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ یعنی ﴿ وہ انہی میں سے ہے ﴾ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''......فهو من أهل دينهم و ملتهم''.

''......وہ انہی (یہود و نصاریٰ) کے دین و ملت پر ہے''۔

امام مظہری حنفی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں ﴿فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''يعني كافر منافق......''

''یعنی وہ (انہی کی طرح) کافر و منافق ہے''۔

امام ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ اس آیتِ مبارکہ کے ذیل میں کچھ یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

''و إنما المراد أحد وجهين: إن كان الخطاب لكفار العرب فهو دال على أن عبدة الأوثان من العرب إذا تهوّدوا أو تنصروا كان حكمهم حكمهم......، وإن كان الخطاب للسلمين فهو إخبار بأنه كافر مثلهم بموالاته إياهم''.

''اس آیتِ مبارکہ کے دو میں سے کوئی ایک معنی ہیں: اگر تو یہاں کفارِ عرب سے خطاب ہے، تو پھر تو یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عرب کے بت پرست اگر یہودی یا نصرانی ہو جائیں تو ان پر بھی یہود و نصاریٰ والے شرعی احکامات لاگو ہوں گے......؛ اور اگر یہاں مسلمانوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے تو پھر یہ آیت ہمیں بتلاتی ہے کہ جو مسلمان کفار کا ساتھ دے وہ انہی کی طرح کافر ہو جاتا ہے''۔

اس سے چند سطور قبل بھی آپ اسی بحث کے ذیل میں صراحتاً لکھتے ہیں کہ:

''......لو أراد المسلمين لكانوا إذا تولوا الكفار صاروا مرتدين''.

''......اگر یہ آیت مسلمانوں کو مخاطب کرتی ہے تو مسلمان تو کفار کا ساتھ دینے کے سبب مرتد ہو جاتے ہیں''۔

یہ تمام اقوال اس بات پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں کہ علمائے سلف نے مسلمانوں کے بالمقابل کفار کی معاونت کرنے کو حقیقتاً کفر و ارتداد گردانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے، آمین! مترجم)

۲۔نفاذِ شریعت سے انکار اور کفریہ قوانین کی ترویج

پاکستان کی عمر ساٹھ سال سے زائد ہوچکی ہے...... یہ سوال پوچھنا ہر مسلمان کا حق بنتا ہے کہ اتنی طویل مدت کے دوران پاکستان میں کتنی حدود نافذ ہوئیں؟ کتنے شرعی قوانین کی تطبیق ہوئی؟ کیا کوئی صاحبِ عقل یہ بات تسلیم کرسکتا ہے کہ ایک ایسی ریاست جس نے تین بڑی جنگیں لڑی ہوں، جس کی محض بری فوج کی تعداد ہی پانچ لاکھ سے زائد ہو...... وہ ریاست اس بات کی ''استطاعت'' نہیں رکھتی کہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والی عدالتیں قائم کرسکے؟ پھر یہی ریاست جو ساٹھ سال گزرنے کے باوجود ایک شرعی عدالت تک قائم نہ کرسکی؛ انسانوں کے بنائے ہوئے کفریہ قوانین نافذ کرنے کے لئے ایک مکمل عدالتی نظام کھڑا کردیتی ہے اور اس کے لئے درکار جج (اور وکلاء) بھی دھڑا دھڑ فراہم کرنے کا ایک بھرپور انتظام کرلیتی ہے؟ اس کے بعد تو کوئی احمق ہی یہ عذر تسلیم کرسکتا ہے کہ پاکستانی حکمران شریعت نافذ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے......!!!

شرعی قوانین کے سامنے سر جھکانے سے انکار اور خود ساختہ قوانین کا ترویج و نفاذ سلف وخلف کے تمام علماء کے نزدیک بالاتفاق کفر ہے۔ اس حوالے سے بعض اقوال بطور نمونہ یہاں نقل کئے جارہے ہیں۔ اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النسآء:٦٥)

''تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ بھی تو کرے اس پر اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیں''۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وفي هذه الآية دلالة على أن من رد شيئا من أوامر اللّٰه تعالى أو أوامر رسوله صلى اللّٰه عليه وسلم فهو خارج من الإسلام، سواء رده من جهة الشك فيه، أومن جهة ترك القبول، والإمتناع من التسليم، وذلك يوجب صحة ماذهب إليه الصحابة في حكمهم بارتداد من امتنع من أداء الزكاة وقتلهم وسبي

ذراريهم لأن اللّٰه تعالٰى حكم بأن من لم يسلم للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم قضائه وحكمه فليس من أهل الإيمان".

''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی ایک بھی حکم کو رد کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے...... خواہ اس بنیاد پر رد کرے کہ اسے خود اس حکم (کے درست ہونے) میں شک ہو، (یا پھر شک تو نہ ہو) لیکن پھر بھی اس حکم کو ماننے اور اس کے آگے سر جھکانے سے انکاری ہو۔ اسی سے صحابۂ کرامؓ کے اس مؤقف کی صحت بھی ثابت ہوتی ہے جو انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکاری لوگوں کے خلاف اختیار کیا اور ان پر ارتداد کا حکم لگاتے ہوئے انہیں قتل کرنا اور لونڈی و غلام بنانا جائز ٹھہرایا...... کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم صادر فرما دیا ہے کہ جو شخص (اپنے تمام معاملات میں) حکم دینے اور فیصلہ کرنے کا حق نبیٔ اکرم ﷺ (کی شریعت) کے حوالے نہیں کرتا وہ اہل ایمان میں سے نہیں''۔

(أحكام القرآن للجصاص؛ ۱۸۱/۳)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾

(المآئدة:٥٠)

''(اگر یہ اللہ کے نازل کردہ قانون سے منہ موڑتے ہیں تو) کیا پھر جاہلیّت کا فیصلہ چاہتے ہیں، اور یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہے''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ينكر تعالٰى على من خرج عن حكم الله المُحكَم المشتمل على كل خير، الناهي عن كل شر، و عدل إلى ما سواه من الآراء و الأهواء والإصطلاحات، التي وضعها الرجال بلا مستند من شريعة الله، كما كان أهل الجاهلية يحكمون به من الضلالات والجهالات، مما يضعونها بآرائهم وأهوائهم، وكما يحكم به التتار من السياسات الملكية المأخوذة عن ملكهم جنكز خان، الذي وضع لهم اليَساق، وهو عبارة عن كتاب مجموع من أحكام قد اقتبسها

عن شرائع شتى، من اليهودية والنصرانية والملة الإسلامية، وفيها كثير من الأحكام أخذها من مجرد نظره وهواه، فصارت في بنيه شرعًا متبعًا، يقدمونها على الحكم بكتاب الله و سنة رسوله صلى الله عليه و سلم. و من فعل ذلك منهم فهو كافر يجب قتاله، حتى يرجع إلى حكم الله ورسوله، فلا يحكم سواه في قليل ولا كثير''.

''یہاں اللہ تعالیٰ اُس شخص پر گرفت کرتے ہیں جو اللہ کے ان محکم احکامات سے روگردانی اختیار کرے جو ہر خیر پر مشتمل اور ہر شر سے روکنے والے ہیں، پھر ان احکاماتِ الٰہیہ کو چھوڑ کر اُن آراء وخواہشات اور اصطلاحات کی پیروی کرنے لگے جنہیں انسانوں نے وضع کیا ہو اور جن کی پشت پر کوئی شرعی دلیل بھی نہ ہو۔ یہ شخص بالکل دورِ جاہلیّت کے ان لوگوں کی مانند ہے جو اپنی آراء وخواہشات پر مبنی گمراہیوں اور جہالتوں کی روشنی میں فیصلے کرتے تھے، یا ان تاتاریوں کی مانند جو اپنے بادشاہ چنگیز خان کی وضع کردہ کتاب 'یاسق' کو فیصلہ کن مانتے ہیں۔ یہ کتاب مختلف شریعتوں سے اخذ کردہ احکامات کا مجموعہ ہے، کچھ احکام یہودیت سے ماخوذ ہیں، کچھ نصرانیت اور اسلام سے، اور بہت سے احکامات محض اس کے ذاتی نظریات وخواہشات کے نمائندہ ہیں۔ یہ مجموعہ اس کی اولاد کے نزدیک ایک ایسی لائقِ تقلید شریعت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جسے یہ کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ پس ان میں سے جو شخص بھی ایسا کرے وہ کافر ہے اور اس سے قتال کرنا واجب ہے یہاں تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی طرف لوٹ آئے اور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں انہی کو حاکم جانے''۔

اسی طرح امام ابن کثیر رحمہ اللہ چنگیز خان کی وضع کردہ کتاب ''یاسق'' کے کچھ قوانین کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وفي ذلك كله مخالفة لشرائع الله المنزلة على عباده الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، فمن ترك الشرع المحكم المنزل على محمد بن عبدالله خاتم الأنبياء و تحاكم إلى غيره من الشرائع المنسوخة كفر، فكيف بمن تحاكم

إلى الياسق وقدمها عليه؟ من فعل ذلك كفر بإجماع المسلمين''.

''یہ تمام قوانین ان شریعتوں کی مخالفت سے پر ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر نازل فرمائیں۔ پس جو شخص بھی خاتم الانبیاء محمد بن عبداللہ ﷺ پر نازل کردہ محکم شریعت کو چھوڑ کر اپنے فیصلوں کے لئے کسی منسوخ شدہ شریعت کی طرف گیا، اس نے کفر کیا۔ (پس جب رب ہی کی نازل کردہ کسی سابقہ شریعت کو فیصل ماننا بھی کفر ہے) تو پھر ''یاسق'' جیسی (خود ساختہ) کتاب کی طرف فیصلے لے کر جانا اور اسے شریعتِ محمدی پر مقدم جاننا کتنا سنگین جرم ہوگا؟ بلاشبہ جو شخص بھی ایسا کرتا ہے، اس کے مرتکبِ کفر ہونے پر امت کا اجماع ہے''۔

(البداية والنهاية؛ ۱۳/۱۳۹)

علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' إن الأمر في هذه القوانين الوضعية واضح وضوح الشمس، هي كُفرٌ بواح، لا خفاء فيه ولا مداورة، ولا عذر لأحد ممن ينتسب للإسلام - كائناً من كان - في العمل بها، أو الخضوع لها أو إقرارها، فليحذر امرؤٌ لنفسه، وكل امرئٍ حسيبُ نفسه، ألا فليصدع العلماء بالحق غير هيابين وليبلغوا ما أمروا بتبليغه غير موانين ولا مقصرين''.

''یقیناً ان ''وضعی قوانین'' (خود ساختہ قوانین) کا معاملہ اظہر من الشّمس ہے۔ ان قوانین کا کفریہ ہونا اتنا واضح اور بیّن امر ہے جس میں کسی شک وتردد کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرنے والے کسی بھی شخص کے لیے......خواہ وہ کوئی بھی ہو......ان قوانین پر عمل کرنے، ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے یا انہیں ماننے کا کوئی جواز نہیں۔ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اس فتنے سے بچنے کی فکر کرے اور ہر شخص خود ہی اپنا محاسبہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ بالخصوص علمائے کرام کی یہ ذمہ داری ہے کہ آج وہ ہر خوف اور خطرے سے بے پرواہ ہو کر حق بات اعلانیہ کہہ ڈالیں اور کسی تاخیر و تقصیر کے بغیر اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچائیں''۔

(عمدة التفسير: ۴/۱۷۴)

اب ہر مسلمان کو اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کیا اس وقت پاکستان میں جو قوانین رائج ہیں......خواہ وہ سیاسیات سے تعلّق رکھتے ہوں یا اقتصادیات سے، جنگوں اور سزاؤں سے متعلّق ہوں یا بین الاقوامی تعلقات سے......کیا یہ اسلامی شریعت کے عطا کردہ قوانین ہیں؟ اگر یہ شرعی احکام وقوانین نہیں تو پھر آخر کیا ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کس طرح لوگوں پر لاگو کئے گئے ہیں؟ کون ہے جو انہیں نافذ و جاری کرتا ہے؟ کس نے لوگوں کو مجبُور کر رکھا ہے کہ وہ انہیں تسلیم کریں؟ رحمان کی نازل کردہ شریعت کو پسِ پشت پھینک کر شیطان کی شریعت پر رضامندی آخر کیوں؟ ذرا قلب ونظر کے دریچے کھول کر حالات کا جائزہ لیجئے، آپ کو جواب ڈھونڈنے کے لئے زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی۔ **واللّٰہ المستعان!**

''پاکستان کا مطلب کیا......لا الہ الا اللّٰہ'' کا نعرہ آج بھی درست ہے؟

ہر وہ مسلمان جو اس سرزمین پر شریعتِ الٰہیہ کو نافذ و غالب دیکھنے کا خواہاں ہے، اُسے قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک کے حالات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا چاہیے۔ کیا ان ساٹھ سالوں میں اس خطے نے دینِ اسلام کے نفاذ اور حاکمیتِ شریعت کے قیام کی سمت سفر کیا ہے یا ہر آنے والا دن اسے کفر و اہلِ کفر کے قریب تر اور اسلام و اہلِ اسلام سے مزید دور لے جاتا گیا ہے؟ آج پاکستان کے کس گوشے میں وہ کلمہ ''لا الہ الا اللّٰہ'' غالب ہے جس کے نام پر ساٹھ سال قبل عوام المسلمین سے قربانیاں طلب کی گئی تھیں؟ اس ریاست کے نزدیک تو ''لا الہ الا اللّٰہ'' کا کردار بس یہی ہے کہ اسے کفریہ قانون سازی کرنے والی پارلیمان کی عمارت پر جلی حروف میں سجا دیا جائے۔

''ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللّٰہ''......؟

کیا یہ دین محض اس لئے اترا تھا کہ یہ شیطان صفت فوج اپنے مراکز اور چھاؤنیوں کی دیواریں ''ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللّٰہ'' کے نعروں سے مزین کرے؟ یہ تو خود اس دین کی توہین ہے کہ یہ مبارک شرعی اصطلاحات ایک ایسے دجالی لشکر سے منسوب ہو جائیں جو طاغوت پر ''ایمان'' رکھتا ہو...... کفریہ طاقتوں کا ''تقویٰ'' اور خوف جس پر طاری رہے......اور اولیائے شیطان کی خاطر اولیائے رحمان کے خلاف ''جہاد'' جس کی پیشہ وارانہ ذمہ داری ہو......!!!

''لا الہ الا اللّٰہ'' محض ایک جملہ نہیں، پوری زندگی کا دستور العمل ہے

اللّٰہ کا دین اس لئے نازل نہیں ہوا تھا کہ اسے خوشنما نعروں کی شکل دے کر در و دیوار پر سجایا جائے،

بینر لگائے جائیں، پوسٹر چپکائے جائیں اور جھنڈے لہرائے جائیں۔ نہ یہ دین اس لئے اترا تھا کہ محفلوں ومجلسوں میں اس کے گن گائے جائیں اور گلی کوچوں میں اس کے حق میں نعرے لگیں۔ یہ تو اللہ کا دین ہے...... جو پوری زندگی پر حاوی وغالب ہونے کے لئے اترا ہے۔ اقتصادیات ہوں یا سیاسیات، اجتماعی امور ہوں یا انفرادی معاملات، عدالتیں ہوں یا خارجہ تعلقات، منبر ومحراب ہوں یا ذرائع ابلاغ...... زندگی کا ہر شعبہ اسی شریعت کے تابع ہونا لازم ہے! اگر ''لا الہ الا اللہ'' کے معانی اتنے ہی محدود ہوتے جتنے بعض لوگوں نے سمجھ لئے ہیں تو پھر تو انبیائے کرام علیہم السلام کا کام نہایت آسان ہوتا۔ وہ لوگوں سے محض اتنا مطالبہ کرتے کہ زبان سے ایک کلمہ پڑھ لو، پھر جو چاہے کرتے پھرو...... فیصلے من مانی سے کرو، حکومت من چاہی کرو، جیسے چاہو جیو...... اور لوگوں کے لئے بھی ان کی دعوت قبول کرنا بہت سہل ہو جاتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انبیائے کرام کو کتنے ہی مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا، تمام لوگ ان کے دشمن ہوگئے، پورے پورے معاشروں نے ان سے قطع تعلّق کرلیا...... کیونکہ ان کی دعوت محض زبان سے ایک جملہ ادا کرنے کی دعوت نہ تھی بلکہ پوری زندگی کو لا الہ الا اللہ کے تابع بنانے کی دعوت تھی۔ یہ دعوت لوگوں کے صدیوں سے قائم طرزِ حیات کو بالکلیہ بدل ڈالنے اور زندگی کے ہر پہلو میں ایک مکمل انقلاب برپا کردینے کی دعوت دی تھی! اور ظاہر ہے کہ لوگ اتنی بڑی تبدیلی کے لئے قطعاً تیار نہ تھے، تبھی تو انہوں نے کہا کہ:

﴿حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ابَآئَنَا﴾ (المآئدۃ:۱۰۴)

''ہمارے لئے وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا''۔

اور یہ کہ:

﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ابَآءَ نَا﴾ (لقمان:۲۱)

''بلکہ ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا''۔

الغرض آج ہم کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی احکامات ایک ایک کرکے ٹوٹتے چلے جارہے ہیں اور کفر کے ساتھ بندھن مضبوط سے مضبوط تر ہورہے ہیں، یہاں تک کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک یہاں صادق ہوتا نظر آتا ہے کہ:

''لتنقضن عرى الإسلام عروة عروة فكلما انتقضت عروة تشبث الناس بالتي تليها فأولهن نقضًا الحكم وآخرهن الصلاة''.

''اسلام کی کڑیاں ضرور یکے بعد دیگرے ٹوٹتی چلی جائیں گی، جب بھی ایک کڑی ٹوٹے گی تو لوگ اس کے بعد والی کڑی کے ساتھ چمٹ (کر مطمئن ہو) جائیں گے۔سب سے پہلے ٹوٹنے والی کڑی (شریعت کی) حاکمیت اور سب سے آخر میں ٹوٹنے والی کڑی نماز ہوگی''۔

(رواه أحمد، وابن حبان، والطبراني، والحاكم، وغيرهم)

سوات کے جہاد سے حاصل ہونے والے اہم اسباق

وادیٔ سوات میں مجاہدین اور فوج کے درمیان پیش آنے والی کشمکش میں اہلِ بصیرت کے لئے بہت سے سبق پوشیدہ ہیں۔سوات کی حالیہ فوجی کارروائی کے آغاز سے قبل اس وقت ایک اہم مرحلہ پیش آیا جب بظاہر پاکستانی حکومت نے مالاکنڈ کی سطح پر نفاذِ شریعت کا مطالبہ تسلیم کرلیا۔حکومت نے یہ وعدہ کیا کہ ایک طے شدہ تاریخ تک مالاکنڈ ایجنسی میں شرعی عدالتوں کا نظام قائم کردیا جائے گا۔الحمدللہ مجاہدین پر یہ بات پہلے دن سے ہی واضح تھی کہ یہ وعدہ محض ایک سیاسی کھیل کا حصّہ اور مکروفریب کے ایک نئے سلسلے کا آغاز ہے۔البتہ یہ حکومتی وعدے بذاتِ خود کچھ نہایت اہم باتوں پر دلالت کرتے تھے۔یہ وعدے اس بات کا اعتراف تھے کہ:

۱۔گزشتہ تمام دہائیاں مالاکنڈ ایجنسی میں شریعت نہیں نافذ تھی۔

۲۔شریعت کے نفاذ میں حائل اساسی رکاوٹ خود حکومتِ پاکستان تھی...... وہی کل تک نفاذِ شریعت سے روکتی تھی اور وہی بزعمِ خود اب اس کی اجازت دے رہی تھی۔

۳۔سوات کے مجاہدین کا جہاد و قتال حاکمیتِ شریعت قائم کرنے ہی کے لئے تھے۔گویا پاکستانی حکومت، فوج اور سیکورٹی ادارے محض اس بنیاد پر سوات کے مسلمانوں کے خلاف برسرِ جنگ تھے......اور ان کی بستیوں کو تاراج اور پوری پوری آبادیوں کو نقل مکانی پر مجبُور کر رہے تھے...... کہ انہیں شریعت نافذ کرنے سے روکا جاسکے۔

۴۔حکومت کا یہ کہنا کہ ہم مالاکنڈ ایجنسی کی سطح پر نفاذِ شریعت کا مطالبہ تسلیم کرتے ہیں، بذاتِ خود اس بات کا اعتراف تھا کہ مالاکنڈ کے علاوہ باقی سارے پاکستان میں بھی غیر شرعی نظام رائج ہے۔تبھی تو مالاکنڈ میں شریعت نافذ کرنے سے اس کا نظام باقی پاکستان میں رائج کفریہ وطاغوتی نظام سے مختلف ہو جانا تھا۔

۵۔ پاکستانی فوج اس بات کی پوری قدرت رکھتی ہے کہ......اگر وہ چاہے تو......شریعت نافذ کر دے لیکن اس کے باوجود نہ صرف وہ شریعت نافذ نہیں کرتی بلکہ الٹا اس کا نفاذ روکتی ہے اور اس سمت جدوجہد کرنے والوں سے جنگ کرتی ہے۔

۶۔ پاکستانی فوج اس لئے نہیں بنی کہ وہ شریعت کا نفاذ اور اسلام کا دفاع کرے۔ یہ فوج تو شریعت کو ڈھانے، اس کے نفاذ کو روکنے، اس کے متوالوں سے لڑنے اور جاہلی کفریہ نظام وقوانین کی حفاظت کرنے، انہیں تقویت بخشنے اور ان کی خاطر قتال کرنے کے لئے وجود میں آئی ہے!

اس بات کا جائزہ تو ہم گزشتہ سطور میں لے ہی چکے ہیں کہ شریعت کی حاکمیت تسلیم نہ کرنا اور شریعت کی بجائے خودساختہ قوانین کی طرف رجوع کرنا کفر ہے۔ جبکہ پاکستانی فوج تو اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے شریعت کو ڈھانے اور انگریزی نظامِ ریاست کو بچانے کے لئے باقاعدہ جنگ کرتی اور مسلمانوں کا خون بہاتی ہے۔ کیا اس کے بعد بھی ان کے کفر میں کسی شک کی گنجائش باقی بچتی ہے؟

آج محض حاکم کی معزولی نہیں، پورے نظام کی تبدیلی مطلوب ہے

یہاں یہ نہایت اہم حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ دورِ حاضر میں مسئلہ صرف حکمرانوں کے کفر تک محدود نہیں۔ جن نظام ہائے حکومت سے آج ہمیں واسطہ ہے، ان کے متعلّق یہ فرض کرنا درست نہ ہوگا کہ محض ان کے حکامِ اعلیٰ اپنی شخصی حیثیت میں کفر کے مرتکب ہوئے ہیں، مثلاً انہوں نے نماز کے وجوب کا انکار کیا ہے یا شراب کو حلال قرار دیا ہے۔ حکمران تو بلاشبہ متعدد اعتبار سے کفر کے مرتکب ہو ہی چکے ہیں، لیکن یہ ریاستیں اور نظام بذاتِ خود بھی اپنی ہیئتِ کذائی اور اجزائے ترکیبی کے اعتبار سے کفر وارتداد کی اساس پر قائم ہیں اور اسلامی شریعت کو پسِ پشت پھینک چکے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طاغوت کے جانے کے بعد دوسرا طاغوت حاکم بن جاتا ہے لیکن حالات جوں کے توں رہتے ہیں۔ چہرے تو بدلتے ہیں لیکن دستور، ادارے، قوانین اور نظام......سب وہی رہتے ہیں! ہاں حکمرانوں کے مفاد کے لئے تھوڑی بہت ترمیم واضافہ ضرور ہوتا رہتا ہے، لیکن ان کفریہ آئین وقانون کے دائرے میں رہتے ہوئے جن کا اسلام سے دور و نزدیک کا کوئی واسطہ نہیں۔

لہٰذا موجودہ حالات میں شریعت صرف کافر حکمران کو سبکدوش کرنے کا حکم نہیں دیتی، بلکہ شریعت کا قطعی حکم ہے کہ اس جاہلی طاغوتی نظام کو اس کے تمام تر شعبوں اور اداروں سمیت جڑ سے اکھیڑ پھینکا جائے

اور اسے نیست و نابود کر کے اس کی جگہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعتِ مطہرہ کو اس سرزمین میں نافذ کیا جائے۔ یہ بات تمام مجاہدین کو بھی اچھی طرح سمجھ لینی اور دل و دماغ کی گہرائیوں میں پیوست کر لینی چاہیے کہ ان کی جدوجہد کا مقصد محض ایک کافر حکمران کے خلاف خروج نہیں۔ ہم تو اس پورے کفریہ نظام اور طاغوتی قوانین کے باغی ہیں اور ان کا مکمل خاتمہ ہی ہماری جدوجہد کا بنیادی ہدف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

باب دوم

قوت وشوکت کے حامل ہر اس گروہ (طائفۂ مُمتنِعہ) کے خلاف قتال فرض ہے جو اسلام کے کسی ایک بھی مشہور ومتواتر حکم پر عمل کرنے سے انکاری ہو

''مقدور علیہ'' اور ''طائفہ ءِمُمتَنِعہ'' کی سزا میں تفریق

شریعتِ مطہرہ میں موجود سزاؤں کی دو اقسام ہیں:

ا۔مقدور علیہ کی سزا......یعنی وہ شخص جو سلطان کی دسترس میں ہو اور اس پر احکام جاری کرنا اور شرعی حقوق وفرائض کی پابندی پر مجبُور کرنا ممکن ہو۔ایسے شخص کو شرعی نصوص میں بیان کردہ احکامات کے مطابق ہی سزا دی جائے گی۔مثلاً اگر حد کا مستحق ہے تو حد قائم ہوگی اور اگر نہ تو حد واجب ہو نہ ہی کفارہ، تو پھر کوئی مناسب تعزیری سزا دی جائے گی۔

۲۔قوت وشوکت کے حامل گروہ (طائفہ ءِمُمتَنِعہ) کی سزا......مثلاً ایسا گروہ جو کسی واجب کی ادائیگی سے انکار کردے یا کسی حرام کام کے ارتکاب پر مصر ہو؛ اور ساتھ ہی وہ اتنی قوت وشوکت بھی رکھتا ہو کہ باقاعدہ جنگ کئے بغیر اسے ان شرعی احکامات کی پابندی پر مجبُور نہ کیا جا سکے۔علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ ایسے گروہوں کے خلاف قتال کرنا واجب ہے یہاں تک کہ وہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کی پابندی قبول کرلیں۔چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''العقوبات التي جاء ت بها الشريعة لمن عصى الله ورسوله نوعان: أحدهما: عقوبة المقدور عليه من الواحد والعدد كما تقدم.

والثاني: عقاب الطائفة الممتنعة كالتي لا يقدر عليها إلا بقتال، فأصل هذا هو جهاد الكفار أعداء الله ورسوله فكل من بلغته دعوة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى دين الله الذي بعثه به فلم يستجب له فإنه يجب قتاله حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله''.

''شریعتِ مطہرہ نے اللہ اور اس کے رسولﷺ کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے دو قسم کی سزائیں مقرر کی ہیں:

اولاً، مقدور علیہ کی سزا......خواہ وہ ایک فرد ہو یا کئی افراد ہوں، جیسا کہ سابقہ بحث میں مذکور ہے۔

ثانیاً، طائفہ ءِممتنعہ کی سزا......یعنی وہ گروہ جس کے خلاف قتال کئے بغیر اس پر قدرت پانا ممکن

نہ ہو۔ ایسے گروہ کے خلاف قتال کا حکم کفار کے خلاف جہاد کے شرعی حکم ہی پر مبنی ہے، کیونکہ ہر وہ شخص جس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی دعوت پہنچ جائے اور وہ اُسے قبول نہ کرے (خواہ بالکلیہ قبول نہ کرے یا بعض احکامات قبول کرنے سے انکار کر دے) تو اس کے خلاف قتال واجب ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ ہی کے لئے خالص ہو جائے''۔

(مجموع الفتاوی:۳۴۹/۲۸)

یہاں ہماری بحث دوسری قسم یعنی طائفہء ممتنعہ کی سزا سے متعلّق ہے۔ مثلاً کوئی ایسا گروہ جو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرے، یا سودی لین دین، قتلِ ناحق، فواحش کی نشر و اشاعت، مسلمانوں کے خلاف کفار کی امداد، یا شریعت سے ہٹ کر فیصلے کرنے جیسے حرام امور پر مُصر ہو۔ ایسے تمام گروہوں کے متعلّق علمائے کرام کا اجماع ہے کہ جب تک وہ فرائض کا التزام اور محرمات سے اجتناب نہیں کر لیتے ان کے خلاف قتال کرنا واجب رہے گا۔ اس حوالے سے کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اقوالِ علماء رحمہم اللہ میں بہت سے دلائل موجود ہیں۔

پورا دین اللہ کے لئے خالص ہونے تک قتال واجب رہتا ہے

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (الأنفال:۳۹)

''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ ہی کے لئے خالص ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے''۔

پس جب تک دین اللہ کے لئے خالص نہ ہو اور اللہ رب العزت کی بعض باتیں تو مان لی جائیں اور بعض نہ مانی جائیں......تو قتال واجب رہتا ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قال ابن عباس والحسن: ''حتى لا يكون شرك'' وقال محمد بن اسحاق: ''حتى لا يفتتن مؤمن عن دينه''. والفتنة ههنا جائز أن يريد بها الكفر وجائز أن يريد بها البغي والفساد، لأن الكفر إنما سمي فتنة لما فيه من الفساد، فتنتظم

الآية قتال الكفار، وأهل البغي، وأهل العبث والفساد، وهي تدل على وجوب قتال الفئة الباغية''.

''ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن رحمہ اللہ ﴿یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے'' اور محمد بن اسحاق فرماتے ہیں ''یہاں تک کہ کسی مومن کو بھی اس کے دین سے نہ پھیرا جائے''۔ یہاں ''فتنہ'' سے کفر بھی مراد لیا جاسکتا اور سرکشی وفساد بھی۔ کفر کو بھی اسی لئے فتنہ کہا جاتا ہے کہ وہ فسادِ عظیم کا باعث ہوتا ہے۔ پس یہ آیت نہ صرف کفار کے خلاف قتال کا حکم دیتی ہے بلکہ سرکشوں، فسادیوں اور باغیوں کے خلاف قتال کے وجوب پر بھی دلالت کرتی ہے''۔

(أحكام القرآن للجصاص :۶۵/۳)

پاکستانی ریاست نے دین کو رب اور بندوں میں تقسیم کر رکھا ہے

یہ بات تو ہم سب کو حتمی طور پر معلوم ہے کہ پاکستان میں دین کسی طور بھی اللہ کے لئے خالص نہیں۔ اس ریاست کے نظام اور مروجہ قوانین کو وضع کرنے کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو کفارِ ناہنجار نے اپنی ریاستوں میں اختیار کر رکھا ہے۔ ہمارے ووٹوں سے تراشے ہوئے یہ خداوندانِ پارلیمان اپنی مرضی وخواہشات کے مطابق جس شرعی قانون کو چاہتے ہیں منظور اور جسے چاہتے ہیں مسترد کر دیتے ہیں۔ گویا ان بدبختوں نے شریعتِ مطہرہ کو اسی طرح دو حصوں میں بانٹ ڈالا ہے جیسے قرآن میں مذکور کچھ لوگوں نے اپنی فصلوں اور چوپایوں کو بانٹا تھا:

﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ (الأنعام:۱۳۶)

''اور انہوں نے اس میں سے اللہ کے لئے ایک حصّہ مقرر کیا جو اس نے کھیتی اور چوپایوں کی شکل میں پیدا کیا، پھر اپنے خیال کے مطابق کہنے لگے: یہ حصّہ اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے، چنانچہ ان کے شریکوں کا جو حصّہ ہے وہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، اور جو اللہ کا حصّہ ہے وہ ان کے شریکوں کے پاس پہنچ جاتا ہے، کس قدر بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں''۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''قال اللّٰہ تعالیٰ: أنا أغنى الشركاء عن الشرك، من عمل عملاً أشرك فيه معي غيري تركته وشركه وأنا منه بريء''.

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں تمام شریکوں سے بڑھ کر شرک سے (آلودہ عمل سے) بے نیاز ہوں، جو شخص ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرے، تو میں اس شخص کو اور اس کے شرک (سے آلودہ عمل) کو چھوڑ دیتا ہوں اور میں اس سے بری ہو جاتا ہوں''۔

(مسلم، ابن ماجه)

یہ بات ہر شک سے بالا ہے کہ یہ حکومت، اس کی فوج اور اس کے دیگر ادارے ہی وہ سب سے بڑی رکاوٹ ہیں جو اس سرزمین میں دین کو اللہ کے لئے خالص نہیں ہونے دیتے۔ انہی نے شریعتِ مطہرہ کو پارہ پارہ کر رکھا ہے، جو حصّہ پسند ہوا سے قبول کرتے ہیں اور جو ناپسند ہوا سے رد کر دیتے ہیں۔ پس یہ لوگ قطعی طور پر ان دشمنانِ دین کی فہرست میں شامل ہیں جن کے خلاف قتال فرض ہے...... تاکہ فتنے کی سرکوبی ہو سکے اور دین پورے کا پورا اللہ ہی کے لئے خالص ہو جائے۔

سودی لین دین پر مصر طائفہءِ ممتنعہ کے خلاف جنگ کا قرآنی حکم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (البقرة: ۲۷۸،۲۷۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود بھی باقی ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔ پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو؛ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہیں تمہارے اصل اموال مل جائیں گے، نہ تم کسی پر ظلم کر پاؤ گے نہ کوئی تم پر ظلم کر پائے گا''۔

علامہ خازن رحمہ اللہ کا قول

علامہ خازن رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''قال أهل المعاني: حرب اللّٰه النار، وحرب رسوله السيف، واختلفوا في معنى

هٰذه المحاربة، فقيل المراد بها المبالغة في الوعيد والتهديد دون نفس الحرب. وقيل: بل المراد منه نفس الحرب وذلك أن من أصر على أكل الربا وعلم به الإمام قبض عليه وأجرى فيه حكم اللّٰه من التعزير والحبس إلى أن تظهر منه التوبة، وإن كان آكل الربا ذا شوكة وصاحب عسكر حاربه الإمام كما يحارب الفئة الباغية، قال ابن عباس: من كان مقيمًا على أكل الربا لا ينزع عنه فحق على إمام المسلمين أن يستتيبه فإن نزع أي تاب وإلا ضرب عنقه''.

''مفسرین فرماتے ہیں کہ (سودخور کے خلاف) ''اللہ کی جنگ'' سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا اسے جہنّم کی آگ میں پھینکنا؛ اور ''اللہ کے رسول ﷺ کی جنگ'' کا مطلب ہے تلوار سے اس کے خلاف برسرِ جنگ ہونا۔ پھر تلوار سے جنگ کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے: ایک قول یہ ہے کہ اس سے محض دھمکی اور وعید میں شدت پیدا کرنا مقصود ہے نہ کہ حقیقی جنگ۔ اور ایک قول کے مطابق اس سے حقیقی جنگ مراد ہے، کیونکہ جو فرد سود خوری پر مصر رہے اور یہ بات امیر کے علم میں آجائے تو اس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسے پکڑے اور اس پر اللہ کا حکم جاری کرے۔ یعنی اسے تعزیری سزا دے اور اس وقت تک قید میں رکھے جب تک کہ وہ سود خوری سے توبہ نہ کرلے۔ لیکن اگر وہ سودخور قوت وشوکت کا مالک ہو اور اپنی فوج بھی رکھتا ہو تو امیر اُس کے خلاف اسی طرح جنگ کرے گا جیسا کہ باغی گروہ کے خلاف کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو (گروہ) بھی سود خوری پر قائم ہو اور اس سے باز نہ آئے، تو مسلمانوں کے حکمران پر واجب ہے کہ اس سے توبہ کروائے۔ پس اگر وہ توبہ کرلے (اور سود خوری سے) باز آجائے تو ٹھیک...... ورنہ ان کی گردنیں ماردی جائیں''۔

(تفسير الخازن: ۳۱۶/۱)

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ علامہ خازن رحمہ اللہ نے بھی ''مقدور علیہ'' اور ''طائفہء ممتنعہ'' کی سزا میں فرق رکھا ہے۔

امام جصاص رحمہ اللہ کا قول

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وقوله تعالٰی: ﴿فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ اخبار منه بعظم معصيته وأنه يستحق بها المحاربة عليها وإن لم يكن كافرًا وكان ممتنعا على الإمام، فإن لم يكن ممتنعًا عاقبه الإمام بمقدار مايستحقه من التعزير والردع، وكذلك ينبغي أن يكون حكم سائر المعاصي التي أوعد اللّٰه عليها العقاب إذا أصر الإنسان عليها وجاهر بها، وإن كان ممتنعًا حورب عليها هو ومتبعوه وقوتلوا حتى ينتهوا، وإن كانوا غير ممتنعين عاقبهم الإمام بمقدار ما يرى من العقوبة. وكذلك حكم من يأخذ أموال الناس من المتسلطين الظلمة وآخذي الضرائب واجب على كل المسلمين قتالهم وقتلهم إذا كانوا ممتنعين، وهٰؤلاء أعظم جرمًا من آكلي الرباء لانتهاكهم حرمة النهي وحرمة المسلمين جميعًا، وآكل الربا إنما انتهك حرمة اللّٰه تعالٰى في أخذ الربا ولم ينتهك لمن يعطيه ذلك حرمة، لأنه أعطاه بطيبة نفسه، وآخذو الضرائب في معنى قطاع الطريق المنتهكين لحرمة نهي اللّٰه تعالٰى وحرمة المسلمين؛ إذ كانوا يأخذونه جبرًا وقهرًا لا على تأويل ولاشبهة، فجائز لمن علم من المسلمين إصرار هٰؤلاء على ما هم عليه من أخذ أموال الناس على وجه الضريبة أن يقتلهم كيف أمكنه قتلهم، وكذلك أتباعهم وأعوانهم الذين بهم يقومون على أخذ الأموال......فالمقيم على أكل الربا إن كان مستحلا له فهو كافر، وإن كان ممتنعًا بجماعة تعضده سار فيهم الإمام بسيرته في أهل الردة إن كانوا قبل ذلك من جملة أهل الملة، وإن اعترفوا بتحريمه وفعلوه غير مستحلين له قاتلهم الإمام إن كانوا ممتنعين حتى يتوبوا، وإن لم يكونوا ممتنعين ردعهم عن ذلك بالضرب والحبس حتى ينتهوا''.

''اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: (ترجمہ) ﴿پس اگر تم نے سود نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول کی

طرف سے اعلانِ جنگ سن لو﴾ یہ آیت ہمیں بتلاتی ہے کہ سود کتنا عظیم گناہ ہے؛ اور یہ کہ سود خور کافر نہ ہو تب بھی جنگ کا مستحق ہے، بشرطیکہ وہ ''ممتنع'' ہو۔ لیکن اگر وہ ممتنع نہیں، تو امام اسے اتنی تعزیری سزا دے گا جو آئندہ اسے اس حرکت سے باز رکھنے کے لئے کافی ہو۔ نیز وہ تمام دیگر گناہ جن پر مصر رہنے اور انہیں علانیہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے سزا کی وعید سنائی ہے، ان کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر اگر وہ گناہ کرنے والا ممتنع ہو تو اس کے اور اس کے پیروکاروں کے خلاف جنگ کی جائے گی یہاں تک کہ وہ باز آ جائیں۔ اور اگر وہ طائفہءممتنعہ کی صورت میں نہ ہوں تو امام انہیں ان کے جرائم کے اعتبار سے مناسب (تعزیری) سزا دے گا۔

اسی طرح ان ظالموں کا حکم بھی یہی ہے جو لوگوں پر مسلط ہو کر ان کے مال ناحق چھینتے ہیں اور ان سے ناجائز محصولات (ٹیکس) بٹورتے ہیں۔ اگر یہ لوگ طائفہءممتنعہ کی صورت میں ہوں تو ان کے خلاف قتال کرنا اور انہیں قتل کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہوگا☆۔ یہ لوگ تو سود خوروں سے بھی بڑے مجرم ہیں، کیونکہ یہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حرمت پامال کرتے ہیں، بلکہ مسلمانوں کی حرمت کا بھی پاس نہیں کرتے۔ اس کے برعکس سود خور حکمِ الٰہی کی حرمت تو یقیناً پامال کرتا ہے، لیکن سود دینے والے کی حرمت پامال نہیں کرتا، کیونکہ وہ تو اپنی رضا سے سود دیتا ہے۔ ناحق محصولات لینے والے ان ظالموں کا حکم تو ان رہزنوں (**قطّاع الطریق**) کا سا ہے جو اللہ کی حدود کو بھی روندتے ہیں اور مسلمانوں (کے اموال) کی حرمت بھی پامال کرتے ہیں۔ یہ بھی رہزنوں کی طرح کسی تاویل یا شبہے کے بغیر جبراً وقہراً (مسلمانوں کا) مال غصب کرتے ہیں۔ پس جو مسلمان بھی ایسے لوگوں کو جانتا ہو جو محصولات کے نام پر مسلمانوں کا مال ناحق لوٹتے ہوں اور اس پر مصر بھی رہیں، اس کے لئے جائز ہے کہ کسی بھی ممکنہ طریقے سے ان ظالموں کو قتل کر ڈالے۔ اسی طرح ہر مسلمان کے لئے ان کے پیروکاروں و مددگاروں کو قتل کرنا

☆ طائفہ ممتنعہ کی بحث پڑھتے ہوئے شاید کسی قاری کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو کہ طائفہءممتنعہ کے خلاف قتال تو صرف حاکمِ وقت کی ذمہ داری ہے، تمام مسلمانوں کی نہیں۔ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ امام جصاصؒ نے اپنے اس قول میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ ہر ایسے طائفہءممتنعہ کے خلاف قتال تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ اسی طرح آئندہ سطور میں آنے والا امام مالکؒ کا قول بھی صریح ہے کہ ہر طائفہءممتنعہ کے خلاف قتال صرف حاکم کی ذمہ داری نہیں بلکہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

بھی جائز ہے کہ جن کے بل پر یہ عام لوگوں سے ناحق مال چھیننے کے قابل ہوتے ہیں۔

......پس سودخور اگر سود کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے اور اگر حلال سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے قوت و شوکت کے حامل کسی گروہ کی مدد بھی حاصل ہے تو امام ان کے ساتھ مرتدین والا معاملہ کرے گا، اگر چہ وہ اس سے پہلے بحیثیتِ مجموعی مسلمانوں میں شمار ہوتے ہوں۔اس کے برعکس اگر سود خور، سود کی حرمت تسلیم کرے اور سودی لین دین تو کرے لیکن اسے حلال نہ جانے، تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

اگر وہ طائفہء ممتنعہ کی شکل میں ہیں تو امام ان کے خلاف قتال کرے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں،

اور اگر وہ ممتنع نہیں تو امام انہیں مار پیٹ اور قید و بند جیسی سزائیں دے گا یہاں تک کہ وہ سودخوری سے باز آجائیں''۔

(أحكام القرآن للجصاص :۱/۵۷۲)

امام مالک رحمہ اللہ کا قول

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الأمر عندنا أن كل من منع فريضة من فرائض الله عزوجل فلم يستطع المسلمون أخذها كان حقا عليهم جهاده حتى يأخذوها منه''.

''ہمارے نزدیک یہ ایک ثابت شدہ شرعی حکم ہے کہ جو شخص بھی اللہ عزوجل کے فرض کردہ امور میں سے کسی فرض کی ادائیگی روک دے اور (وہ ہو بھی اتنا صاحبِ قوت و شوکت کہ) مسلمان اسے اس فرض کی بجا آوری کا پابند نہ کر پائیں، تو اس سے جہاد کرنا ان سب پر واجب ہوگا یہاں تک کہ اس سے زبردستی وہ شرعی حق وصول کر لیا جائے''۔

(المؤطا :۲/۳۸۰۹)

امام قرطبی رحمہ اللہ کا قول

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قال ابن خويز منداد: ولو أن أهل بلد اصطلحوا على الربا استحلالاً كانوا

مرتدين، والحكم فيهم كالحكم في أهل الردة، وإن لم يكن ذلك منهم استحلالًا جاز للإمام محاربتهم، ألا ترى أن الله تعالٰى قد أذن في ذلك فقال: ﴿فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾''.

''ابن خویز منداد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی علاقے کے باشندے سود کو حلال جانتے ہوئے اس کے لین دین پر اتفاق کرلیں تو وہ مرتد ہوجائیں گے اور ان کے ساتھ مرتدین کے احکامات کے مطابق ہی معاملہ کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ اسے حلال تو نہ جانیں (لیکن عملاً سودی لین دین کرنے پر مصر رہیں) تو بھی امام کے لئے ان سے جنگ کرنا جائز ہوگا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالٰی نے اس کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿پس اگر تم نے سود نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو﴾''۔

(تفسير القرطبي:۳/۳۶۴)

دشمنانِ دین کے خلاف قتال کا قرآنی حکم، یہاں تک کہ وہ شرعی احکامات کی پابندی اختیار کرلیں

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبة:۵)

''پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو، پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے''۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالٰی نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین کو جہاں کہیں بھی پائیں قتل کریں، مسلسل ان کی تاک میں رہیں اور اس وقت تک ان کا پیچھا نہ چھوڑیں جب تک وہ توبہ نہ کرلیں۔ پھر اس توبہ کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام میں داخل

ہو جائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یعنی احکامِ الٰہی کی بجا آوری کریں، خواہ ان احکام کا تعلّق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ کا قول

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''ولهذا اعتمد الصديق رضي الله عنه في قتال مانعي الزكاة على هذه الآية الكريمة وأمثالها، حيث حرمت قتالهم بشرط هذه الأفعال، وهي الدخول في الإسلام، والقيام بأداء واجباته، ونبه بأعلاها على أدناها، فإن أشرف الأركان بعد الشهادة، الصلاة التي هي حق الله عزوجل، وبعدها أداء الزكاة التي هي نفع متعد إلى الفقراء والمحاويج، وهي أشرف الأفعال المتعلقة بالمخلوقين، ولهذا كثيرًا مايقرن الله بين الصلاة والزكاة، وقد جاء في الصحيحين عن ابن عمر رضي الله عنهما، عن رسول الله صلى عليه وسلم أنه قال: أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة..........الحديث''.

''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف قتال کے لئے اس آیتِ مبارکہ اور اس جیسی دیگر آیات کو بنیاد بنایا تھا، کیونکہ ان میں قتال کی حرمت چند افعال سے مشروط کی گئی ہے۔ یعنی جب کوئی شخص اسلام میں داخل ہو جائے اور واجباتِ اسلام کی پابندی قبول کر لے تو اس کے خلاف قتال جائز نہیں رہتا۔ اس آیت میں (اسلام کے) اہم ترین واجبات (یعنی نماز اور زکوٰۃ) کا تذکرہ کر کے تمام واجباتِ اسلام ہی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ کلمۂ شہادت کے بعد اسلام کا اشرف ترین رکن نماز ہے، جو کہ خالصتاً اللہ عزوجل کا حق ہے۔ اس کے بعد دوسرا اہم رکن زکوٰۃ ہے جو فقراء اور حاجت مندوں کو نفع پہنچانے کا نام ہے۔ پس مخلوق کے حقوق سے متعلّق اشرف ترین عبادت یہی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اکثر ہی نماز اور زکوٰۃ کا ذکر اکٹھا فرماتے ہیں۔ نیز صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس

بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبُودِ برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؛ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں......الحدیث''۔

(تفسير ابن كثير: ۱۱۱/۴)

علامہ سعدی رحمہ اللہ کا قول

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وفي هذه الآية دليل على أن من امتنع من أداء الصلاة أو الزكاة، فإنه يقاتل حتى يؤديهما، كما استدل بذلك أبوبكر الصديق رضي الله عنه''.

''یہ آیتِ مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو (ممتنع گروہ) نماز یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرے، اس کے خلاف قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ یہ دونوں فرائض ادا کرنے لگے؛ جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے استدلال کیا تھا''۔

(تفسير السعدي ۳۲۹/۱)

مذکورہ بالا آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے قریب تر ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (التوبة: ۱۱)

''پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم علم رکھنے والوں کے لئے آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں''۔

مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف قتال کا حکمِ نبویؐ اور اس پر صحابۂ کرام کا اجماع

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأني رسول الله فإذا قالوها عصموا مني دماء هم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله''.

''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبُودِ برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس جب لوگ یہ گواہی دے دیں گے تو مجھ سے اپنی جان و مال بچالیں گے سوائے اس حق کے جو (ان سے

وصول کرنا) خود اسلام نے مقرر کر رکھا ہے اور ان کا حساب اللہ کے ذمّے ہوگا''۔

(متفق عليه عن أبي هريرة رضي الله عنه)

مانعینِ زکوٰۃ اگر چہ شہادتین کا اقرار کرتے تھے اور دیگر ارکانِ اسلام مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ کا التزام کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود ان کے خلاف قتال پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین متفق تھے۔ ابتدا میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کچھ تردد میں رہے، مگر پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک چھوٹے سے مکالمے کے بعد ان پر حق واضح ہوگیا اور انہوں نے آپ کا مؤقف قبول کرلیا۔ اس کے بعد تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم کی قیادت تلے مجتمع ہو کر مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف صف آراء ہوئے، ان کے خلاف قتال کیا اور ان کے خون کو حلال جانا...... یہاں تک کہ انہیں فریضۂ زکوٰۃ کی بجا آوری پر مجبُور کر دیا۔ اسلامی تاریخ کے اس روشن باب کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عظیم ترین مناقب میں شمار کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

''لو لا أبو بكر الصديق لذهب الإسلام''.

''اگر ابوبکر صدیق نہ ہوتے تو اسلام مٹ جاتا''۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور عرب کے بہت سے قبائل نے کفر وارتداد کی راہ اختیار کر لی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابوبکرؓ! آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کر سکتے ہیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ:

''أمرت أن اقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله، فمن قال لا إله إلا الله عصم مني ماله و نفسه إلا بحقه وحسابه على الله''.

''مجھے اس بات کا حکم ہے کہ لوگوں کے خلاف قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں۔ پس جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا اس نے اپنا مال اور جان مجھ سے بچا لیے، سوائے اس حق کے (جو ان سے وصول کرنا) خود اسلام میں مقرر ہے؛ اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا''۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''واللّٰه لأقاتلن من فرّق بين الصلاة والزكاة، فإن الزكاة حق المال، واللّٰه لو منعوني عناقا كانوا يؤدونها إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لقاتلتهم على منعه''.

اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جسے وصول کرنا خود اسلام ہی نے مقرر کیا ہے)۔ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ بکری کا ایک بچہ بھی مجھے دینے سے انکار کریں گے جو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے، تو میں اس کے روکے جانے پر بھی ان کے خلاف ضرور قتال کروں گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ما هو إلا أن رأيت أن اللّٰه قد شرح صدر أبي بكر للقتال فعرفت أنه الحق''.

''اللہ کی قسم! جب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف) قتال پر مکمل شرحِ صدر عطا فرما دیا ہے، تو میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے''۔

(متفق عليه)

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث سے ماخوذ فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وفيه وجوب قتال مانعي الزكاة أو الصلاة أو غيرهما من واجبات الإسلام قليلاً كان أو كثيرًا لقوله رضي اللّٰه عنه لو منعوني عقالاً أو عناقًا''.

''اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو (ممتنع) گروہ بھی زکوٰۃ، نماز یا واجباتِ اسلام میں سے کسی بھی چھوٹے بڑے واجب کی ادائیگی سے انکار کرے تو اس سے لڑنا واجب ہے کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر یہ لوگ ایک رسی یا ایک بکری کا بچہ بھی ادا کرنے سے انکار کریں (تو میں اس پر بھی ان کے خلاف قتال کروں گا)''۔

(شرح النووي على مسلم: ۲۱۲/۱)

طائفہء ممتنعہ کے خلاف قتال کی فرضیت پر علماء کا اجماع

علمائے کرام اور آئمہء عظام اس بات پر متفق ہیں کہ قوت وشوکت کے حامل ہر اس گروہ (طائفہء

ممتنعہ) کے خلاف قتال فرض ہے جو اسلام کے کسی ایک بھی مشہور و متواتر حکم پر عمل کرنے سے انکاری ہو۔ اہلِ علم کے اقوال کا ایک وسیع ذخیرہ اس امر پر صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ اس حوالے سے علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ علامہ ابوبکر جصاص سمیت کئی دیگر علماء کے اقوال ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ اب اسی موضوع پر کچھ مزید اقوال ملاحظہ کیجئے۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کا قول

امام ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فقد اتفقت الأمة على أن من يفعل المعصية يحارب، كما لو اتفق أهل بلد على العمل بالربا وعلى ترك الجمعة والجماعة''.

''پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ جو (طائفہ ممتنعہ) بھی معصیت (پر اصرار) کرے، اس کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ مثلاً اگر کسی علاقے والے سودی لین دین کرنے یا نمازِ جمعہ اور باجماعت نماز ترک کرنے پر متفق ہو جائیں (تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی)''۔

(أحكام القرآن: ۱۳۴/۲)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ ''مقدور علیہ'' اور ''ممتنع'' کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قال المهلب: من أبى قبول الفرائض فحكمه مختلف، فمن أبى من أداء الزكاة وهو مقر بوجوبها، فإن كان بين ظهراني المسلمين، ولم ينصب الحرب، ولا امتنع بالسيف فإنه يؤخذ من ماله جبرًا، ويدفع إلى المساكين ولا يقتل. وقال مالك في المؤطا: الأمر عندنا فيمن منع فريضة من فرائض اللّٰه، فلم يستطع المسلمون أخذها منه كان حقا عليهم جهاده حتى يأخذوها منه. ومعناه إذا أقر بوجوبها، لا خلاف في ذلك. قال المهلب: وإنما قاتل أبوبكر الصديق الذين منعوا الزكاة لأنهم امتنعوا بالسيف، ونصبوا الحرب للأمة. وأجمع العلماء أن من نصب الحرب في منع فريضة، أو منع حقًا يجب عليه لآدمي أنه يجب قتاله، فإن أتى القتل على نفسه فدمه هدر''.

''مہلب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فرائض (کی پابندی) قبول کرنے سے انکار کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، جن میں سے ہر ایک کا حکم مختلف ہوگا۔ مثلاً ایک شخص زکوٰۃ کی فرضیت تو تسلیم کرتا ہو، لیکن اس کی ادائیگی سے انکار کردے، تو (اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:)

۱۔ اگر تو وہ مسلمانوں کے درمیان رہتا ہو اور نہ تو تلوار کے زور پر زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرے، نہ ہی اس کی خاطر مسلمانوں سے آمادۂ جنگ ہو...... تو ایسے (غیر ممتنع) شخص سے زکوٰۃ جبراً وصول کی جائے گی اور مساکین میں تقسیم کردی جائے گی، البتہ اسے قتل کرنا درست نہ ہوگا۔

۲۔ (دوسری صورت وہ ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے) امام مالک رحمہ اللہ مؤطا میں فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ ایک ثابت شدہ شرعی حکم ہے کہ جو شخص بھی اللہ عزوجل کے فرض کردہ امور میں سے کسی فرض کی ادائیگی روک دے اور (وہ ہو بھی اتنا صاحبِ قوت وشوکت کہ) مسلمان اسے اس فرض کی بجا آوری کا پابند نہ کر پائیں، تو اس سے جہاد کرنا ان سب پر واجب ہوگا یہاں تک کہ اس سے زبردستی وہ شرعی حق وصول کرلیا جائے۔

امام مالک ؒ بھی یہاں اسی حالت کا ذکر فرما رہے ہیں جب زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے والا شخص زکوٰۃ کی فرضیت کا معترف ہو (کیونکہ بصورتِ دیگر تو اس کے ساتھ مرتدین کے احکامات کے مطابق معاملہ کیا جائے گا)۔ اس مسئلے پر علماء کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔

مہلب کہتے ہیں: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف اسی لئے قتال کیا تھا کہ انہوں نے تلوار کے زور پر زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا اور اس کی خاطر امت سے جنگ پر بھی آمادہ ہوگئے۔ اور اس بات پر تو علمائے کرام کا اجماع ہے کہ جو شخص کسی فریضے کی ادائیگی یا کسی شخص کے حق کی ادائیگی سے انکاری ہو اور اس پر اَڑے رہنے کی خاطر جنگ کے لئے بھی تیار ہو تو اس کے خلاف قتال کرنا فرض ہے۔ پھر اگر وہ اس لڑائی میں مارا جائے تو اس کا خون رائیگاں ہوگا''۔

(شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۸/۵۷۶)

علامہ عینی رحمہ اللہ کا قول

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وأجمع العلماء على من نصب الحرب في منع فريضة أو منع حقًا يجب عليه لآدمي وجب قتاله فإن أتى القتل على نفسه فدمه هدر''.

''اس بات پر علمائے کرام کا اجماع ہے کہ جو شخص کسی فریضے کی ادائیگی یا کسی شخص کے حق کی ادائیگی سے انکاری ہو اور اس پر اَڑے رہنے کی خاطر جنگ کے لئے بھی تیار ہو، تو اس کے خلاف قتال کرنا واجب ہے۔ پھر اگر وہ اس لڑائی میں مارا جائے تو اس کا خون رائیگاں ہوگا''۔

(عمدة القاري: ۴۱۰/۳۴)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقوال

امام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وكل طائفة ممتنعة عن شريعة من شرائع الإسلام الظاهرة المعلومة يجب قتالها ولو تشهدوا. مثل أن لا يصلوا، أولا يزكوا، أولا يصوموا، أو لا يحجوا البيت، أو قالوا نفعل هذا ولا ندع الخمر، ولا الزنا، أوالربا، أوالفواحش، أولا نجاهد، أولا نضرب الجزية على أهل الذمة، أو نحو ذلك، قوتلوا حتى يكون الدين كله لله''.

''قوت وشوکت کا حامل ہر وہ گروہ (طائفہء ممتنعہ) جو اسلام کے مشہور ومعلوم احکامات میں سے کسی ایک بھی حکم کی بجا آوری سے انکار کرے، اس سے لڑنا واجب ہے، اگرچہ وہ گروہ کلمہ گو (مسلمانوں) پر ہی کیوں نہ مشتمل ہو۔ مثلاً اگر کوئی گروہ نماز پڑھنے یا زکوٰۃ ادا کرنے یا روزے رکھنے یا بیت اللہ کا حج کرنے سے انکار کردے۔ یا مثلاً وہ یہ کہے کہ ہم یہ سب فرائض تو ادا کریں گے لیکن شراب نوشی اور زنا نہیں چھوڑیں گے یا سود ترک نہیں کریں گے یا فواحش سے باز نہیں آئیں گے یا ہم جہاد نہیں کریں گے یا ہم ذمیوں پر جزیہ عائد نہیں کریں گے وغیرہ، تو ایسے گروہ کے خلاف قتال کیا جائے گا، یہاں تک کہ پورے کا پورا دین اللہ کے لئے خالص ہو جائے''۔

(مختصر الفتاوٰى المصرية ۱/۱۶۷)

اسی طرح امام صاحب فرماتے ہیں:

''كل طائفة خرجت عن شرائع الإسلام الظاهرة المتواترة فإنه يجب قتالها باتفاق المسلمين، وإن تكلمت بالشهادتين، فإذا أقروا بالشهادتين وامتنعوا عن الصلوات الخمس وجب قتالهم حتى يصلوا، وإن امتنعوا عن الزكاة وجب قتالهم حتى يؤدوا الزكاة، وكذلك إن امتنعوا عن الصيام في شهر رمضان، أوحج البيت العتيق، وكذلك إن امتنعوا عن تحريم الفواحش، أوالزنا، أوالميسر، أوالخمر، أوغير ذلك من محرمات الشريعة. وكذلك إن امتنعوا عن الحكم في الدماء والأموال والأعراض والأبضاع ونحوها بحكم الكتاب والسنة، وكذلك إن امتنعوا عن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وجهاد الكفار إلى أن يسلموا أو يؤدوا الجزية عن يد وهم صاغرون''.

''تمام مسلمان اس امر پر متفق ہیں کہ ہر اس (ممتنع) گروہ کے خلاف قتال واجب ہے جو اسلام کے مشہور ومتواتر احکام کی بجا آوری ترک کر دے، اگر چہ وہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو۔ مثلاً اگر وہ شہادتین کا اقرار کرنے کے بعد پانچ نمازیں پڑھنے سے انکار کر دیں تو ان کے خلاف قتال واجب ہوگا، یہاں تک کہ وہ نماز پڑھنے لگیں۔ اسی طرح اگر وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کریں تب بھی ان سے لڑنا واجب ہوگا یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے لگیں۔ ایسے ہی اگر وہ رمضان کے روزے رکھنے یا حجِ بیت اللہ کرنے سے انکار کریں تو بھی ان کے خلاف قتال واجب ہوگا۔ پھر اسی طرح اگر وہ فواحش یا زنا یا جوئے یا شراب کی حرمت کا پابند رہنے سے انکار کریں......تو بھی ان کا یہی حکم ہوگا۔ نیز اگر وہ اپنے جان ومال، عزت وآبرو اور شادی بیاہ جیسے معاملات میں کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کرنے سے انکار کریں؛ یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بجالانے سے انکاری ہوں؛ یا کفار کے مسلمان ہونے یا ذلیل بن کر جزیہ دینے تک جہاد جاری رکھنے سے انکار کریں......تب بھی ان کے خلاف قتال کرنا واجب ہوگا''۔

(الفتاوٰی الکبرٰی لابن تیمیة: ۳/ ۵۳۵)

ایک اور مقام پر آپؒ فرماتے ہیں:

''فأيما طائفة امتنعت عن بعض الصلوات المفروضات، أو الصيام، أو الحج، وعن التزام تحريم الدماء، والأموال، والخمر، والزنا، والميسر أو عن نكاح ذوات المحارم، و عن التزام جهاد الكفار وضرب الجزية على أهل الكتاب، وغير ذلك من واجبات الدين ومحرماته، التي لا عذر لأحد في جهودها وتركها، التي يكفر الجاحد لوجوبها؛ فإن الطائفة الممتنعة تقاتل وإن كانت مقرة بها، وهذا مما لا أعلم فيه خلافًا بين العلماء''.

''پس جو طائفہءممتنعہ بھی بعض فرض نمازوں یا روزے یا حج کی ادائیگی سے انکار کرے؛ یا (اسی طرح کسی کی) جان و مال (پر ناحق تجاوز کرنے) کی حرمت اور شراب، زنا، جوئے اور محرم رشتہ داروں سے نکاح کی حرمت کا پابند رہنے سے انکار کرے؛ یا کفار کے خلاف جہاد کے التزام یا اہلِ کتاب پر جزیہ عائد کرنے سے انکار کرے؛ یا ان دیگر فرائض پر عمل یا محرمات سے اجتناب کرنے سے انکاری ہو جائے جنہیں نہ تو ترک کرنے کی شرعاً گنجائش ہے، نہ ہی ان کی فرضیت یا حرمت کے انکار کی کوئی گنجائش ہے...... بلکہ جن کی فرضیت یا حرمت کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے......تو ہر ایسے طائفہءممتنعہ کے خلاف قتال کیا جائے گا، خواہ وہ (فرائض کی) فرضیت یا (حرام کی) حرمت کا اعتراف ہی کیوں نہ کرتا ہو (اور محض ان کی ادائیگی سے انکار کر رہا ہو)۔ میرے علم میں نہیں کہ علماء میں سے کوئی بھی اس مسئلے سے اختلاف کرتا ہے''۔

(الأسئلة والأجوبة الفقهية المقرونة، الجزء الثالث)

طائفہءممتنعہ کفر کا مرتکب نہ ہو، تب بھی اس کے خلاف قتال فرض ہے

درج بالا اقوالِ علماء اور ان سے قبل ذکر کردہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے کسی ایک بھی مشہور و متواتر حکم کی بجا آوری سے انکار کرنے والے ممتنع گروہوں سے قتال تمام اہلِ علم کے نزدیک فرض ہے۔ یہاں یہ بات خصوصاً غور طلب ہے کہ ایسے گروہوں کا مرتکبِ کفر ہونا ضروری نہیں، بلکہ محض ''امتناع'' (حکمِ شرعی کی بجا آوری سے انکار) ہی قتال کے وجوب کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اسی مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وقد كان أبوبكر رضي الله عنه قاتل مانعي الزكاة لموافقة من الصحابة إياه

علی شیئین؛ أحدهما:الكفر، والآخر:منع الزكاة، وذلك لأنهم امتنعوا من قبول فرض الزكاة ومن أدائها، فانتظموا به معنيين:أحدهما الإمتناع من قبول أمر اللّٰه تعالٰى وذلك كفر، والآخر الإمتناع من أداء الصدقات المفروضة في أموالهم إلى الإمام، فكان قتاله إياهم للأمرين جميعًا، ولذلك قال:لو منعوني عقالا، وفي بعض الأخبار عناقًا مماكانوا يؤدونه إلى رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم عليه، فإنما قلنا:إنهم كانوا كفارًا ممتنعين من قبول فرض الزكاة لأن الصحابة سموهم أهل الردة، وهذه السمة لازمة لهم إلى يومنا هذا، وكانوا سبوا نسائهم وذراريهم، ولو لم يكونوا مرتدين لما سار فيهم هذه السيرة، وذلك شيء لم يختلف فيه الصدر الأول، ولا من بعدهم من المسلمين، أعني فى أن القوم الذين قاتلهم أبوبكر كانوا أهل الردة، فالمقيم على أكل الربا إن كان مستحلا له فهو كافر، وإن كان ممتنعًا بجماعة تعضده سار فيهم الإمام بسيرته في أهل الردة إن كانوا قبل ذلك من جملة أهل الملة، وإن اعترفوا بتحريمه وفعلوه غير مستحلين له قاتلهم الإمام إن كانوا ممتنعين حتى يتوبوا، وإن لم يكونوا ممتنعين ردعهم عن ذلك بالضرب والحبس حتى ينتهوا''.

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اسباب کی بناء پر مانعینِ زکوٰۃ سے قتال کیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی موافقت کی تھی:

پہلا سبب ان کا کفر تھا،

اور دوسرا سبب زکوٰۃ روکنا تھا۔

انہوں نے زکوٰۃ کی فرضیت تسلیم کرنے سے بھی انکار کیا تھا اور اسے ادا کرنے سے بھی انکار کیا تھا۔ گویا ان کے دو جرائم تھے: ایک تو اللہ کے حکم کا انکار، جو کفر ہے...... اور دوسرا عملاً اپنے اموال کی زکوٰۃ امام کو ادا کرنے سے انکار۔ پس ان کے خلاف قتال ان دونوں وجوہات کی بناء پر تھا۔ اسی لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ مجھ سے ایک رسی، اور بعض روایات کے

مطابق ایک بکری کا بچہ بھی روکیں گے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر بھی ان کے خلاف قتال کروں گا۔

رہا ان مانعینِ زکوٰۃ کو کافر اور فرضیتِ زکوٰۃ کا منکر کہنے کا معاملہ، تو یہ ہم اس لئے کہتے ہیں کیونکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انہیں مرتد قرار دیا تھا اور (اہلِ علم کے یہاں) یہ آج تک اسی نام سے جانے جاتے ہیں۔ نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی و غلام بھی بنایا تھا۔ اگر یہ مرتد نہ ہوتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرتے۔ اس بات پر تو قرونِ اولیٰ اور بعد کے زمانوں میں بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا کہ جن لوگوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کیا وہ مرتد تھے۔

پھر (اسی طرح) اگر سود خور بھی سود کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے اور اگر حلال سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے قوت و شوکت کے حامل کسی گروہ کی مدد بھی حاصل ہے تو امام ان کے ساتھ مرتدین والا معاملہ کرے گا، اگرچہ وہ اس سے پہلے بحیثیتِ مجموعی مسلمانوں میں شمار ہوتے ہوں۔ اس کے برعکس اگر سود خور، سود کی حرمت تسلیم کرے اور سودی لین دین تو کرے لیکن اسے حلال نہ جانے، تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

اگر وہ طائفہء ممتنعہ کی شکل میں ہیں تو امام ان کے خلاف قتال کرے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں،

اور اگر وہ ممتنع نہیں تو امام انہیں مار پیٹ اور قید و بند جیسی سزائیں دے گا یہاں تک کہ وہ سود خوری سے باز آجائیں''۔

(أحکام القرآن للجصاص: ۱۹۴/۲)

الغرض امام جصاص رحمہ اللہ کے اس فرمان سے یہ نکتہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ طائفہء ممتنعہ کے خلاف قتال کی فرضیت کے لئے اس کا کافر ہونا قطعاً بھی ضروری نہیں؛ قتال اس کے بغیر بھی فرض قرار پاتا ہے۔

پاکستان کی حکومت، فوج اور خفیہ ادارے احکاماتِ شریعت کی بجا آوری سے انکاری طائفہءممتنعہ ہیں

شرعی دلائل کی روشنی میں ''طائفہءممتنعہ'' سے متعلقہ بحث کا جائزہ لینے کے بعد، آیئے ایک نگاہ پاکستان میں قائم ریاستی نظام پر بھی ڈالتے ہیں۔ یہ افسوسناک حقیقت آج روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ پاکستانی حکومت، فوج اور خفیہ ادارے بحیثیتِ مجموعی قوت وشوکت کے حامل ایک ایسے ممتنع گروہ کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں جو اسلام کے بہت سے مشہور ومتواتر احکامات کی بجا آوری سے انکاری ہے۔ ان احکامات میں سرِ فہرست اللہ کی نازل کردہ شریعت کے نفاذ کا حکمِ الٰہی ہے۔ مسلمانانِ پاکستان پر مسلط یہ طائفہءممتنعہ نہ صرف خود شریعت نافذ کرنے سے انکاری ہے، بلکہ جو مخلصین بھی اسلام کی محبت سے مجبُور ہوکر شریعت نافذ کرنے کے لئے کوئی کوشش شروع کرتے ہیں...... یہ بدبخت اپنی پوری قوت لے کر ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ پاکستان میں رائج قوانین، جن کے تحت اس خطے کے مسلمانوں کے جان و مال، عزت وآبرو اور زندگی کے جملہ پہلوؤں سے متعلقہ مسائل کا فیصلہ ہوتا ہے، ان کا منبع ومصدر شریعت کی بجائے انسانی آراء وخواہشات ہیں۔ پھر یہ طائفہءممتنعہ اپنی قوت وشوکت کو استعمال کرتے ہوئے مسلمانانِ پاکستان کو انہی جاہلی وطاغوتی قوانین کی اتباع پر مجبُور کرتا ہے اور انہی کی پابندی واحترام پر ابھارتا ہے۔ نیز جو بندۂ مومن بھی ان خود ساختہ قوانین کا انکار کرے اور رب کی نازل کردہ پاکیزہ شریعت کو غالب کرنے کی کوشش کرے...... یہ طاغوتی نظام اسے باغی اور غدار قرار دے کر اس کے خلاف پوری قوت استعمال کرتا ہے۔

آئین کے ''اسلامی'' ہونے کا فریب ☆

اسلام واہلِ اسلام کی سمت ایسا معاندانہ رویہ رکھنے کے بعد بھی یہاں کے اربابِ حکومت زور وشور سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ریاستِ پاکستان کا آئین ایک اسلامی آئین ہے۔ ان کے بقول یہ آئین صراحتاً اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ رب العزت کی نازل کردہ شریعت نافذ

☆ ریاستِ پاکستان کے مزعومہ اسلامی آئین کی حقیقت 'شریعت کی روشنی میں' جاننے کے لئے شیخ ایمن الظواہری کی کتاب ''سپیدۂ سحر اور ٹمٹماتا چراغ'' کا ضرور مطالعہ کیجئے، جو اس سے قبل چھپ چکی ہے۔

کی جائے۔اس طاغوتی نظام کو جواز بخشنے کے لئے یہ فاسد دلیل کئی دہائیوں سے دہرائی جارہی ہے، جو حقیقت میں اس خطے کے مسلمانوں سے ایک فریب اور اللہ کے دین کے ساتھ تمسخر کے سوا کچھ نہیں۔اگر اس آئین کو ایک لمحے کے لئے سو فیصد ''اسلامی'' مان بھی لیا جائے اور یوں سمجھا جائے کہ یہ عین شریعتِ الٰہی ہی پر مشتمل ہے تو پھر کئی دہائیاں گزر جانے کے باوجود بھی اسے ملک کے تمام شعبہ ہائے حیات...... یعنی سیاست، اقتصاد، معاشرت، عدالتی نظام، خارجہ تعلقات وغیرہ میں نافذ کیوں نہیں کیا گیا؟ اور اگر یہ آئین اللہ کے دین کے سوا کسی اور چیز پر مشتمل ہے تو پھر یہ انہی طاغوتی دساتیر جیسا ایک دستور ہے جن سے دنیا پہلے ہی بھری پڑی ہے۔ پھر اس پر ''اسلامی آئین'' کا نام چسپاں کرنے سے اس کی حقیقت ذرہ برابر بھی نہیں بدلتی۔

﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ﴾ (الأحزاب: ۴)

''یہ تو بس تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ حق (بات) کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے''۔

محض کاغذوں میں درج خوشنما دعوے اسلام کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے

دستورِ پاکستان کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ زبانی دعویٰ کرے کہ میرا جینا مرنا، اوڑھنا بچھونا تو بس اسلام ہے؛ لیکن پھر عملاً شرعی احکامات تسلیم کرنے، اپنے معاملات میں ان کی طرف رجوع کرنے اور اپنے فیصلوں میں انہی کا پابند ہونے سے صاف انکار کردے...... کیا ایسی صورت میں اس کے زبانی دعوے کوئی قیمت رکھیں گے؟ اگر محض ان دعووں سے ہی انسان کو خلاصی مل جاتی تو پھر تو کبھی کوئی شخص بھی کسی سزا کا حق دار نہ قرار پاتا، نہ ہی کسی کو شرعی احکامات کا پابند بنانا ممکن رہتا! اس رویے کا نتیجہ تو اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ ''اسلامی آئین'' نامی کسی کتاب کی طرف لوٹنے کے مطالبے کرتے کرتے ہماری عمریں بیت جائیں اور ہماری نسلیں فنا ہو جائیں......جبکہ عملاً ہر آنے والا دن اس ریاست کو اسلام سے دور تر اور کفر کے قریب تر لے جاتا چلا جائے۔ یہ فاسد منہج تو اسلام لانے کا نہیں، اسلام ڈھانے کا باعث ہے!

صدیقِ اکبرؓ کی سنت زندہ کیجئے!

آیئے! کچھ دیر مانعینِ زکوٰۃ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تعامل پر غور کرتے ہیں۔ یہ مانعینِ زکوٰۃ نہ صرف زبان سے کلمہ پڑھتے تھے بلکہ عملاً بھی شریعت کے تمام احکامات بجالاتے تھے۔اللہ

تعالیٰ کے بے شمار احکامات میں سے صرف ایک حکم ایسا تھا جس کی بجا آوری سے انہوں نے انکار کیا، یعنی ادائیگیٔ زکوٰۃ کا حکم۔ پھر زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے حق میں بھی وہ ایک تاویل پیش کیا کرتے تھے؛ اوراس تاویل یا شبہے کے لئے بھی قرآنِ مجید کی ایک آیت سے ہی استدلال کرتے تھے۔ اس کے باوجود بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا کوئی عذر قبول نہیں کیا، نہ ہی انہیں کسی ''اسلامی آئین'' کی طرف دعوت دینے میں وقت ضائع کیا۔ آپؓ نے تو بس اپنی تلوار بے نیام کرلی، ان کی بستیوں پر لشکر چڑھا دیئے اوراس وقت تک ان کی گردنیں مارتے رہے جب تک انہوں نے اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کردیا!

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ولهذا اعتقد بعض مانعي الزكاة من أحياء العرب أن دفع الزكاة إلى الإمام لا يكون، وإنما كان هذا خاصا برسول الله صلى الله عليه وسلم، ولهذا احتجوا بقوله تعالى:﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ﴾ وقد رد عليهم هذا التأويل والفهم الفاسد الصديق أبوبكر وسائر الصحابة وقاتلوهم حتى أدوا الزكاة إلى الخليفة، كما كانوا يؤدونها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، حتى قال الصديق: والله لو منعوني عقالا، وفي رواية: عناقا، يؤدونه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم لأقاتلنهم على منعه''.

''عرب قبائل کے بعض مانعینِ زکوٰۃ کو یہ شبہہ لاحق ہوا کہ امام المسلمین کو زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کی جائے گی بلکہ ادائیگیٔ زکوٰۃ کا حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔ انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں اس آیتِ مبارکہ سے استدلال کیا کہ:

﴿(اے نبیؐ!) آپ ان کے اموال سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے، (تاکہ) اس کے ذریعے آپ انہیں پاک کریں اوران کا تزکیہ کریں﴾

لیکن حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس تاویلِ باطل اورفہمِ فاسد کو رد کرتے ہوئے ان کے خلاف قتال کیا، یہاں تک کہ وہ خلیفہ کو بھی اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے لگے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے۔ بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں

تک فرمایا کہ: اللہ قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی (اور ایک روایت کے مطابق بکری کا ایک بچہ) بھی مجھ سے روک لیں جو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر بھی ان کے خلاف قتال کروں گا''۔

(تفسیر ابن کثیر :۴/۲۰۷)

دینی جماعتیں پاکستانی حکومت کے طائفہءممتنعہ ہونے کی سب سے بڑی گواہ ہیں

پاکستان کی متعدد معروف دینی جماعتیں جو سالہا سال سے اس نام نہاد ''اسلامی دستور'' کے نفاذ کا مطالبہ کرتی آرہی ہیں، ان کے یہ مطالبات آج تک منظور نہ ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ پاکستان کی حکومت، فوج اور خفیہ ادارے دینِ اسلام کے نفاذ سے انکاری طائفہءممتنعہ ہیں۔ پاکستان میں ہمیشہ ہی سے دو بالکل واضح گروہ پائے جاتے ہیں:

ایک، وہ جو شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرتا ہے، یعنی یہاں کے محبِ دین عوام؛

دوسرا، وہ جس سے مطالبہ کیا جاتا ہے، یعنی حکومت اور اس کے ذیلی ادارے۔

پس اس نتیجے تک پہنچنا کچھ زیادہ مشکل نہیں کہ وہ کون ہے جو سالہا سال کے عوامی مطالبات کے باوجود بھی پاکستان میں شریعت نافذ کرنے سے انکاری ہے؟

اگر محض سنتوں کے تارک ممتنع گروہ کے خلاف قتال جائز ہے، تو پوری شریعت کے نفاذ میں حائل فوج کا حکم کیا ہوگا؟

بعض علمائے کرام نے تو ایسے ممتنع گروہوں کے خلاف قتال کو بھی واجب کہا ہے جو کسی سنت کی ادائیگی سے انکار کردیں، حالانکہ بہت سے جہلاء آج سنتوں کو نہایت معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ اگر محض کسی ایک سنت کی ادائیگی سے انکار پر علماء اتنی سختی برتتے ہیں، تو پھر ایسی حکومت وفوج کا حکم کیا ہوگا جو رحمان کی نازل کردہ پوری شریعت نافذ کرنے سے انکار کردے، لوگوں کو شیطانی قانون ماننے پر مجبُور کرے اور ہر اس شخص کو نشانِ عبرت بنا کر دم لے جو اس شیطانی قانون کے سامنے جھکنے سے گریزاں ہو۔

علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وفي الظهيرية، والولوالجية، والتجنيس وغيرها: أهل قرية اجتمعوا على ترك الوتر أدبهم الإمام وحبسهم، فإن لم يمتنعوا قاتلهم، وإن امتنعوا عن أداء

السنن فجواب أئمة بخارى: بأن الإمام يقاتلهم كما يقاتلهم على ترك الفرائض لماروي عن عبدالله بن المبارك أنه قال: لوأن أهل بلدة أنكروا سنة السواك لقاتلتهم كما نقاتل المرتدين''.

''الظهيرية، الولوالجية اور التجنيس (نامی کتبِ فقہ) میں مذکور ہے کہ اگر کسی بستی کے لوگ ترکِ وتر پر اتفاق کرلیں تو امام ان کی سرزنش کرے گا اور انہیں قید رکھے گا۔ اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں تو ان کے خلاف قتال کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ سنتوں کی ادائیگی سے انکار کر دیں تو آئمۂ بخاریٰ کا کہنا ہے کہ امام ان کے خلاف اسی طرح قتال کرے گا جیسے ترکِ فرائض پر قتال کرتا ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کسی علاقے کے باشندے سنتِ مسواک کا انکار کریں تو ہم ان کے خلاف بھی اسی طرح لڑیں گے جیسے مرتدین کے خلاف لڑتے ہیں''۔

(البحر الرائق: ۱۹۲/۴)

مسواک تو تمام علماء کے نزدیک سنت ہے، نہ کہ واجب۔ اگر ایک سنت کے انکار پر یہ حال ہے تو سرے سے شریعت کی حاکمیت ماننے سے انکار کرنے پر کیا سزا ہونی چاہیے؟ للّٰہ! بتائیے کہ کون جنگ کا زیادہ مستحق ہے؟ کیا وہ مانعینِ زکوٰۃ جنہوں نے اسلام کے تمام احکامات کا پابند رہتے ہوئے صرف زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا؛ یا یہ سرکش مملکت جس کی افواج اور سیکورٹی ادارے شریعت کے نفاذ سے قطعی انکار کرتے ہیں؟ پھر اس پر اکتفا بھی نہیں کرتے بلکہ شریعت کا جھنڈا اٹھانے والے ہر عالم، ہر مجاہد کے خلاف باقاعدہ جنگ کرنے میدان میں اتر آتے ہیں؟ یہ سب کچھ تو مانعینِ زکوٰۃ کے وہم وگمان میں بھی نہ آیا ہوگا!

حکومتِ پاکستان کو شریعت نافذ کرنے سے کونسی چیز روکتی ہے؟

اگر حکومتِ پاکستان اور افواجِ پاکستان واقعتاً اسلام سے مخلص ہیں، تو آخر کونسی چیز انہیں شریعت کے نفاذ سے روکتی ہے؟ جو حکومت خود یہ دعویٰ کرتی ہو کہ ''پاکستان ایک خودمختار اور آزاد ریاست ہے، جسے اپنے داخلی حالات پر مکمل گرفت حاصل ہے''......اور یہ کہ ''پاکستانی فوج کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ ملک کی قومی سلامتی یا آزادی وخودمختاری کو خطرے میں ڈالے''......جس ملک کے طول وعرض میں جا بجا فوجی ونیم فوجی اڈے بکھرے ہوئے ہوں...... جہاں ہر طرف جاسوسوں کا جال بچھا ہو جو لوگوں

کی حرکات وسکنات پر نگاہ رکھتا ہواور لوگوں کے گھروں تک میں گھس کر ان کو اغوا کرنے پر قادر ہو......اتنی قوت وشوکت کی حامل اور اتنے منظّم اداروں پر مشتمل ریاست کو آخر کونسی چیز نفاذِ شریعت سے روکتی ہے؟ کیا اب بھی یہ بات سمجھنا مشکل ہے کہ یہ حکومت، فوج اور دیگر ریاستی ادارے شریعت کو سرے سے حاکم دیکھنا ہی نہیں چاہتے اور نفاذِ شریعت سے کھلم کھلا انکار پر مصر ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان کی آزادی وخود مختاری کا مقصود ہی شریعت سے آزاد وخود مختار رہنا ہے؟ کیا اس امر کو جھٹلانا ممکن ہے کہ اس ریاست کی قوت وشوکت کا تمام تر فائدہ اہلِ دین کی بجائے اہلِ کفر والحاد کو پہنچتا ہے؟ کیا یہ بھی سچ نہیں کہ اس ملک کے جاسوسی اداروں کا کام صلیبی، ہندو یا دین دشمن طبقات کی جاسوسی کرنا نہیں ہے، بلکہ ان کا نشانہ تو ہمیشہ اہلِ دین ہی ہوتے ہیں؟

مسلمانوں کی جاسوسی، گرفتاری، دشمن کو حوالگی، قتلِ ناحق اور معاونتِ کفار جیسے عظیم گناہوں پر اصرار

اصولاً تو اس مکروہ نظامِ حکومت کا یہ ایک جرم ہی ہمیں اس کے خلاف آمادۂ جنگ کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہ دینِ اسلام کے نفاذ میں حائل اساسی رکاوٹ ہے۔ لیکن یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ اس حکومت وفوج نے محض یہی ایک جرم کیا ہے۔ ان کے جرائم کو شمار کیا جائے تو ایک طویل فہرست مرتب ہوسکتی ہے۔ ان کا دوسرا بڑا جرم (جو خود بھی کئی ذیلی جرائم پر مشتمل ایک گھناؤنا ومرکب جرم ہے) یہ ہے کہ انہوں نے افغانستان میں قائم اسلامی امارت کو گرانے کیلئے صلیبیوں کا بھرپور ساتھ دیا اور مسلمانوں کے قتلِ عام میں حصّہ دار بنے۔ اگر یہ مسلمان تھے تو انہیں مسلمانوں کی مدد کرنا چاہئے تھی، لیکن انہوں نے اسلام دشمنوں کا ساتھ دیا اور ہر لحاظ سے اپنی خدمات انہیں فراہم کیں (بیچیں)۔ ذلت وعار کی یہ داستان آج بھی جاری ہے۔ آج پاکستان صلیبی قوتوں کے لئے ایک مضبوط قلعے اور عسکری مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یہ بات اب کسی پر مخفی نہیں کہ پاکستانی حکومت وفوج کے تعاون وامداد کے بغیر امریکہ اپنی تمام تر عسکری برتری ومادی قوت کے باوجود، اس خطے میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ پاکستانی حکومت، فوج اور خفیہ ادارے تو اس خطے میں صلیبی قوتوں کی آنکھیں اور ان کے دست وبازو بن چکے ہیں......اور اسی لئے ان کی مکمل حمایت کے بغیر افغانستان وپاکستان کے مسلمانوں پر مسلط کردہ صلیبی جنگ ایک دن بھی نہیں جاری رہ سکتی۔

ان غدارانِ دین وملت کے خلاف قتال پر ابھارنا ہر مسلمان کا فرض ہے

تمام مسلمانوں، بالخصوص علمائے کرام کا فرض بنتا ہے کہ ان باتوں کو یوں سرسری طور پر پڑھ کر نہ گزر جائیں گویا یہ ان سے غیر متعلقہ مسئلہ ہے۔ان حقائق کے حوالے سے ایک صریح اور مضبوط شرعی مؤقف اپنانا، اسے بقدرِ وسعت عام کرنا اور ہر خفیہ واعلانیہ ذریعے سے امت کو ان غداروں کے خلاف قتال کی دعوت دینا ہمارا ایمانی تقاضہ ہے۔ایک مسلمان پر شرعاً واجب ہے کہ وہ کفار کے بالمقابل اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرے۔مسلمانوں کی تو شان ہی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے خلاف جسدِ واحد کی طرح ہوتے ہیں......نہ تو مصنوعی سرحدات انہیں جُدا کرسکتی ہیں، نہ ہی قومیت کا کوئی جاہلی تصور ان کے درمیان حائل ہوسکتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الأنبياء: ۹۲)

''بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں، پس تم میری ہی عبادت کیا کرو''۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (التوبة: ۷۱)

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں کہ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہیں، بری باتوں سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ غالب، حکمت والا ہے''۔

نیز حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انصر أخاك ظالمًا أو مظلومًا''.

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔''

تو ایک شخص نے پوچھا:

یا رسول اللّٰہ! أنصره مظلومًا فكيف أنصره ظالمًا؟

''اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہوگا تو میں اس کی مدد کروں گا، لیکن جب وہ ظالم ہو تو میں اس کی مدد کیسے کروں؟''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمنعه من الظلم فذاك نصرك إياه''.

''تم اسے ظلم سے روکو، یہی تمہارا اس کی مدد کرنا ہے''۔

(متفق عليه)

ایک دوسری حدیث میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه''.

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے''۔

(متفق عليه)

حاصلِ کلام

الغرض، پاکستانی حکومت، فوج، پولیس اور جاسوسی ادارے بحیثیتِ مجموعی قوت وشوکت کا حامل ایک طائفہ ممتنعہ ہیں۔ یہ طائفہ ممتنعہ صلیبی جھنڈے تلے کھڑا ہر ممکن ذریعے سے اہلِ اسلام کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس نے اپنی زمین، پانی اور فضائیں کفار کے لئے مسخر کر رکھی ہیں تا کہ وہ افغانستان و پاکستان کے کمزور وضعیف مسلمانوں پر بمباری کریں اور اسلام ومسلمانوں کو نابود کرنے کی سعیٔ مذموم بلا روک ٹوک جاری رکھیں۔ صلیبی لشکر کے تمام تر ساز وسامان کی رسد آج تک انہی غداروں کی اجازت، حمایت اور حفاظت سے جاری ہے۔ صلیبی قوتوں کے یہ گماشتے مسلمان مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکا کے حوالے کرتے ہیں تا کہ وہ انہیں اسلام کا نام لینے کی سزا دیں، ان کی عزتیں پامال کریں اور ان کے جذبات مجروح کرنے کے لئے ان کی آنکھوں کے سامنے قرآنِ عالی شان کی بے حرمتی کریں۔ بلکہ ان کی ضمیر فروشی اس حد تک پہنچ چکی کہ یہ ہماری عفت مآب مسلمان بہنوں تک کو امریکہ کے ہاتھ بیچ کر ڈالر وصول کرنے سے نہیں شرماتے۔ پھر اس سب پر مستزاد وہ پہلے ذکر کردہ مکروہ جرائم ہیں......یعنی نفاذِ شریعت سے انکار اور شیطانی قوانین کے نفاذ پر اصرار! کیا ان سب صریح اور قبیح جرائم کے بعد بھی اس امر میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ ان مجرمین کے خلاف قتال واجب ہے؟ کیا اب بھی تردد کی کوئی گنجائش باقی ہے؟ کیا کوئی

انصاف پسند شخص اس حقیقت کا انکار کر سکتا ہے کہ جن مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف قتال پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین متفق تھے، ان مجرمینِ عصرِ حاضر کا شر وفساد ان سے بدرجہا زیادہ ہے؟

اہم توجہ

اس کتاب میں ہم نے ''طائفہ ءممتنعہ'' کے حوالے سے جو بحث کی ہے، اس سے مقصود محض پاکستانی فوج، پولیس اور خفیہ اداروں کو ''طائفہ ءممتنعہ'' قرار دے کر ان کے خلاف قتال کا وجوب ثابت کرنا ہے۔ ان تینوں اداروں کے علاوہ کون کون سے گروہ ''طائفہ ءممتنعہ'' کہلا سکتے ہیں...... اس کے لئے بہت تفصیل میں جانا ہوگا جس کی اس موقع پر گنجائش نہیں۔ پس میں قارئین کو اس بات سے خبردار کرنا چاہوں گا کہ وہ اس اصولی بحث کو وسعت دیتے ہوئے فوج، پولیس اور خفیہ اداروں کے علاوہ کسی دوسرے گروہ پر بھی یہی حکم منطبق کریں...... بالخصوص جبکہ یہ ایک نہایت اہم اور دقت طلب شرعی امر ہے اور اس کو غلط استعمال کرنے سے بہت خطرناک نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔ میں اپنے مجاہد بھائیوں کو تو خاص طور پر یہی نصیحت کروں گا کہ وہ ''طائفہ ءممتنعہ'' کا شرعی وصف انہی تین واضح گروہوں پر چسپاں کریں اور اس اصول کو وسعت دینے سے مکمل اجتناب کریں؛ کیونکہ یہ اتنی دقیق بحث ہے جس میں اترنے کے لئے علمی رسوخ اور فہمِ عمیق ہونا لازم ہے اور محض موٹی موٹی اصولی باتوں سے نتائج اخذ کرنا درست روش نہیں۔ عین ممکن ہے کہ بظاہر کوئی گروہ فوج ہی کی مانند ''طائفہ ءممتنعہ'' کی تعریف پر پورا اترتا نظر آ رہا ہو، لیکن معاملے کی تہہ میں اترنے سے معلوم ہو کہ ظاہری مشابہت کے باوجود دونوں صورتوں میں انتہائی جوہری فرق پایا جاتا ہے۔ یاد رکھیئے! ایسے دقیق امور میں جوش وجذبے اور ردِ عمل کی بنیاد پر فیصلے نہیں کئے جاتے، خالص 'علم' کی بنیاد پر نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ اب جس کسی نے اس پوری بحث سے من مانے نتائج اخذ کئے اور انہیں میری طرف منسوب کیا...... تو میرا موٴقف وہی ہوگا جو میں نے ان سطور میں صراحتاً لکھ دیا ہے۔ پس اس نازک نکتے کو ذہن میں رکھنا اور دوسروں کو بھی اس سے خبردار کرنا لازم ہے!

بابِ سوم

مسلمانوں کے دین ودنیا پر حملہ آور دشمن (عدوِّ صائل) کے خلاف دفاعی قتال فرض ہے

پاکستان کا مفسد نظام مسلمانوں کے دین ودنیا پر حملہ آور ہے

سابقہ باب کی بحث سے ہمیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ پاکستانی حکومت اور فوج شرعی احکامات سے انکار پر مصر اور شریعت کے نفاذ سے انکاری ہیں۔ موجودہ باب میں ہم یہ دیکھیں گے یہ طاغوتی نظام نہ صرف خود شریعت پر عمل سے انکار کرتا ہے، بلکہ مسلم عوام کے دین پر بھی حملہ آور ہے اور انہیں شریعت پر عمل سے روکنے اور ان گنت فرائض وواجبات کے ترک پر مجبُور کرنے کے لئے اپنی تمام قوت وشوکت اور میسر وسائل استعمال کر رہا ہے۔ پھر صرف یہی نہیں، بلکہ ان دشمنانِ دین کی دسترس سے مسلمانوں، بالخصوص دین دار مسلمانوں کے جان، مال اور عزت...... کچھ بھی محفوظ نہیں۔ پس یہ شیاطین ہر اعتبار سے مسلمانوں کے دین ودنیا پر حملہ آور (عدوِّ صائل) ہیں۔ زمین پر اس سے بڑھ کر کوئی فساد، کہیں نہیں پایا جا سکتا۔ یہ تو رہزنوں (قطّاع الطریق) سے بھی بڑے مفسد ہیں، کیونکہ وہ تو محض چند مخصوص راستوں پر بیٹھ کر کسی محدود تعداد میں گزرنے والے لوگوں پر رستہ تنگ کرتے ہیں اور ان کے جان و مال خطرے میں ڈالتے ہیں...... لیکن یہ بدبخت تو پوری ریاستی قوت کے ساتھ، کروڑوں مسلمانوں کے دین، ایمان اور عقیدے پر ہر پہلو سے وار کرتے ہیں۔ پھر جو مسلمان بھی دین پر عمل کرنے میں جتنا آگے بڑھتا ہے، فوج، پولیس اور خفیہ اداروں کے ہاتھوں اس کی جان، مال اور عزت پامال ہونے کا خطرہ اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ یہ مجرمین دین کی تمام اقدار مٹانا چاہتے ہیں، عقائد ہوں یا فقہی احکامات، سیاسیات ہوں یا اقتصادی معاملات، معاشرت ہو یا عمومی اخلاقیات...... تمام شعبہ ہائے زندگی سے اسلام کو بے دخل کرنا ان کا سوچا سمجھا ہدف ہے۔

''ضروریاتِ خمسہ'' پامال کرنے والے پر شرعی سزاؤں کے اجراء کا حکم

اللہ تعالیٰ نے شرعی احکامات پانچ اہم اور ضروری چیزوں کی حفاظت کے لئے نازل فرمائے ہیں، جنہیں شرعی اصطلاح میں ''ضروریاتِ خمسہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ ضروری چیزیں حسب ذیل ہیں:

دین......نفس......عقل......نسل (عزت)......مال

ان پانچ چیزوں پر (جن میں دین سب سے مقدم ہے) ہونے والی ہر تعدّی وزیادتی کے لئے شریعت میں کوئی نہ کوئی سزا مقرر ہے۔ ایسی مقرر شدہ اور ناقابلِ تبدیل شرعی سزاؤں کو ''حدود'' کہا

جا تا ہے۔ پھر اگر کسی زیادتی کے لئے کوئی مخصوص سزا مقرر نہ ہو، بلکہ سزا کا تعیّن شرعی عدالت نے خود کرنا ہو، تو یہ سزائیں ''تعزیرات'' کہلاتی ہیں۔ یہ حدود وتعزیرات فی الحقیقت انہی ضروریاتِ خمسہ کا تحفظ کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ مثلاً ''دین'' کی حفاظت کے لئے مرتد کی سزا قتل رکھی گئی ہے، ''جان'' کی حفاظت کے لئے قصاص مقرر کیا گیا ہے، ''عقل'' کی حفاظت کے لئے شراب نوشی پر حد لگائی گئی ہے، ''نسل'' کی حفاظت کے لئے حدِ زنا اور حدِ قذف مقرر کی گئی ہے اور ''مال'' کی حفاظت کے لئے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ضروریاتِ خمسہ کے دفاع کے لئے قتال کا حکم

(ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا شرعی سزائیں تو تبھی دی جاتی ہیں جب کوئی شخص عملاً ضروریاتِ خمسہ میں سے کسی ایک یا زائد کو پامال کر چکا ہو۔) لیکن اگر ضروریاتِ خمسہ پر حملہ کیا جا رہا ہو تو اس سرکشی و زیادتی کو روکنا، اس حملہ آور دشمن (عدوِّ صائل) کے خلاف اپنا دفاع کرنا اور اپنے دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کرنا خود بھی شرعاً مطلوب، بلکہ فرض ہے۔ ایسا حملہ آور (مثلاً کسی مسلمان کو قتل کرنے یا اس کی عزت پامال کرنے کے درپے شخص) اگر زبانی زجر وتوبیخ یا معمولی مزاحمت سے نہ ٹلے تو اس کے شر سے بچنے کے لئے اپنا دفاع کرنا واجب ہے، خواہ اس کی خاطر باقاعدہ قتال کر کے اسے قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی آدمی میرے پاس آئے اور میرا مال چھیننا چاہے تو میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فلا تعطه مالك''.

''اسے اپنا مال مت دو''۔

اس نے کہا: اگر وہ مجھ سے لڑے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قاتله''.

''تو تم بھی اس سے لڑو''۔

اس شخص نے پوچھا: اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فأنت شهيد''.

''تو تم شہید ہو گے''۔

اس نے پوچھا: اگر میں اسے قتل کر دوں؟ تو فرمایا:

''هو في النار''.

''وہ جہنّم میں جائے گا''۔

(صحيح مسلم)

ضروریاتِ خمسہ کے دفاع میں مارے جانے والا شہید ہے

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد''.

''جو شخص اپنے دین کا دفاع کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو اپنی جان کا تحفظ کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو اپنا مال بچاتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے اہلِ خانہ کی حفاظت کرتے مارا گیا وہ بھی شہید ہے''۔

(رواه الترمذي، والنسائي، وأبو داود، وابن ماجه؛ وقال الترمذي: حديث حسن صحيح)

اس حدیثِ مبارکہ میں چار ایسی چیزوں کا تذکرہ ہے جن کے دفاع میں مارے جانے والا شخص شہید کہلاتا ہے اور وہ ہیں دین، جان، مال اور عزت۔ جبکہ حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ مروی ہیں:

''من قتل دون مظلمته فهو شهيد''.

''جو شخص اپنے حق کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے''۔

(رواه النسائي، و الضياء، و رواه أحمد عن ابن عباس رضي الله عنه)

پاکستانی حکومت محض ''طائفہ ممتنعہ'' نہیں، ''عدوِ صائل'' بھی ہے!

پس یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ''عدوِ صائل'' کے خلاف دفاع ایک ثابت و محکم شرعی حکم ہے۔ اسی طرح ہم اس بات کا جائزہ بھی پہلے لے چکے ہیں کہ پاکستانی حکومت و فوج نہ صرف خود شرعی احکام پر عمل سے انکاری طائفہ ممتنعہ ہیں، بلکہ یہ عامۃ المسلمین کو بھی شریعت پر عمل سے روکتے ہیں، شرق و غرب کے

شیطانی قوانین ان پر جبراً مسلط کرتے ہیں، دینِ رب العالمین کو ان کی زندگی سے نکال باہر کرنے کے لئے ہر دم کوشاں رہتے ہیں اور ہر اعتبار سے مسلمانوں کے دین ودنیا پر حملہ آور ہیں۔ الغرض، شرعاً ان پر ''طائفہ ءممتنعہ'' کے ساتھ ساتھ ''عدوِ صائل'' کا حکم بھی چسپاں ہوگا؛ اور اسی لئے ان کے خلاف دفاعی قتال کی فرضیت ہر شک سے بالا ہے۔ علامہ ابوالعباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وأما قتال الدفع فهو أشد أنواع دفع الصائل عن الحرمة والدين، فواجب إجماعًا، فالعدو الصائل الذي يفسد الدين والدنيا لا شيء أوجب بعد الإيمان من دفعه، فلا يشترط له شرط، بل يدفع بحسب الإمكان، وقد نص على ذلك العلماء أصحابنا وغيرهم، فيجب التفريق بين دفع الصائل الظالم وبين طلبه في بلاده''.

''اور جہاں تک دفاعی قتال کی بات ہے تو دین اور حرمتوں پر حملہ آور دشمن کے خلاف اپنے دفاع کی سب سے مؤثر صورت یہی ہے اور اسی لئے یہ بالاجماع واجب ہے۔ ایمان لانے کے بعد اس سے بڑا فرض کوئی نہیں کہ دین ودنیا کو برباد کرنے کے درپے حملہ آور دشمن کو پچھاڑا جائے۔ اس قتال (کی فرضیت) کے لئے کوئی شرط نہیں، بلکہ ہر ایک (پر لازم ہے کہ وہ) حسبِ استطاعت دشمن کو پچھاڑنے میں اپنا حصّہ ڈالے۔ ہمارے اصحاب اور دیگر علمائے کرام نے یہ مسئلہ بالکل صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ حملہ آور ظالم کے خلاف دفاعی جنگ اور دشمن کے علاقے میں گھس کر اقدامی کارروائی کے درمیان تفریق کرنا ضروری ہے''۔

(الفتاوٰی الکبریٰ: ۵/۵۳۷)

یہ جنگ آج نہیں شروع ہوئی......!

یہاں یہ نکتہ بھی واضح ہونا نہایت اہم ہے کہ ہم پاکستان کی حکومت وفوج کو محض اس وجہ سے ''عدوِ صائل'' نہیں کہہ رہے کہ انہوں نے باجوڑ، سوات، وزیرستان اور دیگر قبائلی علاقہ جات میں مجاہدین اور عام مسلمانوں کے خلاف فوجی کارروائی شروع کر رکھی ہے۔ یہ فوجی کارروائیاں تو اس خطے میں اسلام واہلِ اسلام کے خلاف جاری جنگ کا صرف ایک حصّہ ہے، جو کہ علانیہ ہونے کے سبب سب کے علم ومشاہدے میں آگیا ہے......ورنہ جنگ تو بہت عرصے سے جاری ہے۔ یہ جنگ تو اس وقت سے جاری ہے جب سے

اس ریاست نے شریعت معطل کر رکھی ہے، شریعت غالب کرنے کی ہر کوشش بزورِ قوت دبائی ہے اور دین کے ہر حکم کو مٹانے کی سعی کی ہے۔ آج ہمیں پاکستان بھر، بالخصوص قبائلی علاقہ جات میں جو عسکری کشمکش نظر آ رہی ہے وہ تو سالہا سال سے اسلام کو مٹانے کے لئے جاری اس مہم کے خلاف ''دفاعی قتال'' ہے۔ یہ تو رب کے کچھ مخلص بندوں کی سینوں میں سلگتی غیرتِ ایمانی کی آگ ہے جس نے انہیں اس کفریہ نظام کے سامنے ڈٹنے کی ہمت و توانائی بخشی ہے اور انہی کو مٹانے کے لئے آج یہ فوج ٹینکوں، توپوں، جنگی جہازوں اور پیادہ فوجیوں سمیت قبائل و سوات پر چڑھ دوڑی ہے۔ یہ مجاہدین کی اسی استقامت کا ثمرہ ہے کہ اسلام و اہلِ اسلام کے خلاف ایک طویل عرصے سے جاری یہ جنگ، جس سے کل تک صرف اہلِ بصیرت ہی واقف تھے، آج ہر صاحبِ عقل کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ نتیجتاً، آج مسلمانانِ پاکستان کے سب سے بڑے دشمن کو پہچاننا کسی کے لئے بھی مشکل نہیں رہا...... یہ دشمن خود حکومت و افواجِ پاکستان ہے!

مسلمانانِ پاکستان کے خلاف ریاستی اداروں کی منظّم اور ہمہ جہت جنگ

مسلمانانِ پاکستان آج ایک منظّم اور ہمہ جہت جنگ کا ہدف ہیں۔ آج اس سرزمین پر:

☆ شریعت کی بجائے کفریہ آئین و انگریزی قانون نافذ العمل ہے۔

☆ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمانوں کے اخلاق و کردار تباہ کرنے کا منظّم منصوبہ سالہا سال سے بلا تعطل جاری ہے۔

☆ تعلیمی ادارے نسلِ نو کے ذہنوں سے شرعی تعلیمات کھرچ کر نکالنے اور ان کے قلوب میں تشکیک والحاد کے کانٹے بونے کا کام نہایت ''عرق ریزی'' سے انجام دے رہے ہیں۔

☆ ملکی معیشت سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام پر قائم ہے، جس کا اسلامی تعلیمات سے کوئی ادنیٰ واسطہ بھی نہیں۔

☆ پھر اس کفریہ ریاستی نظام کے مذکورہ بالا ستونوں کو قائم رکھنے اور ان کی حفاظت کرنے کے لئے فوج، پولیس، خفیہ ایجنسیاں اور دیگر سیکورٹی ادارے ہر دم تیار رہتے ہیں اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کے غلبے و نفاذ کی سمت اٹھنے والا کوئی قدم آگے نہ بڑھنے پائے۔

پس یہ بات واضح رہے کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیرنے کی یہ جنگ ایک ہمہ جہت، ہمہ پہلو جنگ ہے۔ اس جنگ کا ہدف محض مجاہدین ہی نہیں، بلکہ دین سے محبت رکھنے والے تمام طبقات......اور خود

یہ مبارک دین بھی...... پاکستانی نظامِ حکومت کے نشانے پر ہے۔اسی لئے یہ سمجھنا بھی غلط ہوگا کہ اس فوج نے محض سوات اور قبائلی علاقہ جات پر حملہ کیا ہے......درحقیقت پاکستان کا چپہ چپہ اس ہمہ جہت حملے کی زد میں ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں کے دین ودنیا پر ہونے والے اس حملے کے خلاف مدافعت کرنا آج ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

پھر یہ بات بھی یقینی ہے کہ جب آپ حکومت اور فوج کو اس ظلم وسرکشی سے باز رکھنے کی کوشش کریں گے تو ''تصادم'' لامحالہ ہوگا۔فوج اور دیگر سیکورٹی ادارے ہاتھ باندھ کر تو نہیں بیٹھیں گے۔ یہ تو اس کفر وفساد کے نظام کو باقی رکھنے کی ہر ممکن سعی کریں گے اوراس کی خاطر اسی طرح خونِ مسلم بہائیں گے جیسے انہوں نے آج تک سوات، وزیرستان، باجوڑ وغیرہ میں بہایا ہے۔پس جسے شریعت محبُوب ہو اور اس کا غلبہ مطلوب ہو، تو وہ ذہناً وعملاً قتال کے لئے تیاری کرے اور رب پر توکل کر کے میدان میں اتر آئے۔

مسلم سرزمینوں کا دفاع، ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین!

یہاں ایک اور مسئلے کی یاددہانی بھی ضروری ہے۔علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ جب کوئی دشمن مسلمانوں کے علاقے پر حملہ آور ہو تو اس علاقے کے باشندوں پر جہاد فرضِ عین ہوجاتا ہے۔ پھر اگر اس علاقے کے باشندے دشمن کو پچھاڑنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو فرضیت کا یہ دائرہ پھیلتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ مقصود حاصل ہوجائے یا فرضیت کا یہ دائرہ پوری زمین کے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ چنانچہ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ومعلوم في اعتقاد جميع المسلمين أنه إذا خاف أهل الثغور من العدو، ولم تكن فيهم مقاومة لهم فخافوا على بلادهم وأنفسهم وذراريهم أن الفرض على كافة الأمة أن ينفر إليهم من يكف عاديتهم عن المسلمين، وهذا لا خلاف فيه بين الأمة إذ ليس من قول أحد من المسلمين إباحة القعود عنهم حتى يستبيحوا دماء المسلمين وسبي ذراريهم''.

''تمام مسلمانوں کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ جب کسی سرحدی علاقے کے لوگ دشمن سے خطرہ محسوس کریں اوران کے پاس دشمن سے مقابلے کی استطاعت نہ ہو......اور حملے کی صورت میں انہیں اپنے علاقوں، جانوں اوراہل وعیال پر دشمن کے غلبے کا اندیشہ ہو......تو تمام امت پر فرض ہوجاتا

ہے کہ اتنے افراد اُن مسلمانوں کی مدد کے لئے نکلیں جو ان سے دشمن کا شر دفع کرنے کے لئے کافی ہوں۔ اس مسئلے پر امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا، کیونکہ یہ رائے تو کسی مسلمان نے نہیں دی کہ ایسے کمزور مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر بیٹھ رہنا جائز ہے تاکہ دشمن مسلمانوں کا خون بہائے اوران کے بچوں کو غلام بنائے''۔

(أحکام القرآن: ۳۱۲/۴)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إذا تعين الجهاد بغلبة العدو على قطر من الأقطار، أو بحلوله بالعقر، فإذا كان ذلك وجب على جميع أهل تلك الدار أن ينفروا ويخرجوا إليه خفافا وثقالا، شبابًا وشيوخًا، كل على قدر طاقته، من كان له أب بغير إذنه ومن لا أب له، ولا يتخلف أحد يقدر على الخروج من مقاتل أو مكثر. فإن عجز أهل تلك البلدة عن القيام بعدوهم كان على من قاربهم وجاورهم أن يخرجوا على حسب ما لزم أهل تلك البلدة، حتى يعلموا أن فيهم طاقة على القيام بهم ومدافعتهم. وكذلك كل من علم بضعفهم عن عدوهم وعلم أنه يدركهم ويمكنه غياثهم لزمه أيضًا الخروج إليهم، فالمسلمون كلهم يد على من سواهم، حتى إذا قام بدفع العدو أهل الناحية التي نزل العدو عليها واحتل بها سقط الفرض عن الآخرين. ولو قارب العدو دارالإسلام ولم يدخلوها لزمهم أيضًا الخروج إليه، حتى يظهر دين اللّٰه، وتحمى البيضة، وتحفظ الحوزة، ويخزى العدو. ولا خلاف في هذا''.

''جب دشمن مسلمانوں کے کسی علاقے پر قبضہ کرلے یا ان کے علاقے میں داخل ہوجائے تو اس علاقے کے تمام باشندوں پر فرض ہوجاتا ہے کہ وہ ہلکے ہوں یا بوجھل، بوڑھے ہوں یا جوان، اپنی استطاعت کے مطابق میدان میں نکل آئیں۔ جس کا والد ہے وہ اپنے والد کی اجازت کے بغیر نکلے اور جس کا والد نہیں وہ بھی نکلے۔ کوئی فرد بھی پیچھے نہ رہے، خواہ وہ لڑنے کی طاقت رکھتا ہو یا محض مجاہدین کی تعداد میں اضافے کا باعث بنے۔ پھر اگر اس علاقے کے باشندے

دشمن کا مقابلہ کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو ان کے قرب و جوار والوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس علاقے کے لوگ جتنے افراد کا مطالبہ کریں اتنے افراد ان کی مدد کے لئے نکل آئیں...... یہاں تک کہ انہیں یقین ہو جائے کہ انہیں دشمن سے مقابلے اور اپنا دفاع کرنے کی طاقت میسر ہوگئی ہے۔اسی طرح ہر وہ شخص جسے ان مسلمانوں کی کمزوری کا علم ہو جائے اور وہ یہ جانتا ہو کہ ان تک پہنچنا اور ان کی مدد کرنا اس کے لئے ممکن ہے، تو اس پر بھی لازم ہے کہ ان کی طرف نکلے...... کیونکہ مسلمان تو اپنے دشمنوں کے خلاف ایک جسم کی طرح ہوتے ہیں۔ پس جب اس علاقے کے باشندے حملہ آور دشمن کو پچھاڑنے میں کامیاب ہو جائیں تو باقی مسلمانوں پر سے یہ فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر اسی طرح اگر دشمن دارالاسلام کے بالکل قریب آجائے خواہ اسلامی سرحدات میں داخل نہ ہوا ہو، تب بھی مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کے مقابلے کے لئے نکل آئیں...... یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے، اسلامی سرزمین محفوظ ہو جائے اور دُشمنانِ دین رسوا ہو جائیں۔اس مسئلے پر اہلِ علم میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا''۔

(تفسير القرطبي:۸/۱۵۲)

افغانستان سے صلیبی اتحاد کو نکالنا بھی مسلمانانِ پاکستان پر فرضِ عین ہے

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ افغانستان میں ایک اسلامی امارت قائم تھی جہاں شریعت کے مطابق فیصلے ہوتے تھے اور لوگوں کا دین، جان اور مال محفوظ تھے...... لیکن اسلام دشمنوں کو یہ سب کیونکر ہضم ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۴۰ سے زائد ممالک سے اکٹھا ہونے والا صلیبی لشکر امارتِ اسلامیہ پر حملہ آور ہوا اور سرزمینِ افغانستان پر قبضہ کر لیا۔آج افغانستان اور اس کے قرب و جوار میں بسنے والے مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین ہے، تا آنکہ امریکہ اور اس کے حواریوں کو افغانستان سے بے دخل کر دیا جائے اور افغانستان میں دوبارہ اسلامی امارت قائم ہو جائے۔ دیگر قریبی علاقوں کی نسبت فرضیت کا یہ بوجھ پاکستان کے مسلمانوں پر کہیں زیادہ ہے کیونکہ جغرافیائی اعتبار سے پاکستان افغانستان کے بالکل نزدیک ہے (اور دونوں کے درمیان ایک طویل سرحد ہے جس کی مکمل ناکہ بندی کسی فوج کے لئے ممکن نہیں)۔ نیز اس جغرافیائی قربت اور متعدد دیگر اسباب کی بناء پر اہلِ پاکستان کے لئے اپنے افغانی بھائیوں کی مدد کرنے کے وافر مواقع میسر ہیں۔

اگر روس کے خلاف جہاد فرضِ عین تھا تو امریکہ کے خلاف کیوں نہیں......؟

آج افغانستان پر صلیبی امریکیوں کے تسلط اور کل اشترا کی روسیوں کے تسلط میں کوئی جوہری فرق نہیں پایا جاتا۔ پاکستان سمیت عالم اسلام کے بیشتر علماء نے سابقہ افغان جہاد کے موقع پر یہ فتویٰ دیا تھا کہ جب تک روسی فرار نہیں ہوجاتے، جہاد فرض عین رہے گا۔ بلاشبہ یہ فتویٰ آج کے حالات پر بھی اسی طرح منطبق ہوتا ہے جیسے کل ہوتا تھا......یعنی آج بھی جہاد اسی طرح فرضِ عین ہے جیسے کل تھا! گزشتہ آٹھ سال کی جنگ نے امریکہ اور اس کے صلیبی حواریوں کے مکروہ چہرے سے پردہ اٹھا دیا ہے اور ہر خاص و عام پر واضح کردیا ہے کہ یہ مسلمانوں کے دوست و خیر خواہ نہیں، بلکہ ان کے دین، ان کے علاقوں، ان کی جان و مال اور عزت وآبرو اور بلاتفریق ان کے مردوں وعورتوں، بوڑھوں و بچوں......سبھی پر حملہ آور ہیں۔ نہ تو یہ کسی حرمت کا پاس کرتے ہیں، نہ کسی اخلاق کی پابندی اور نہ ہی انسانیت کی کوئی تکریم! بلاشبہ ایسے موذی کفار کے تسلط سے بڑھ کر کوئی فساد ممکن نہیں!

اب بھی کفار سے خیر کی توقع رکھنا کھلی گمراہی وحماقت ہے

اس سب کے باوجود بھی جو''روشن خیال'' ذہن یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کفار کا مسلم سرزمینوں میں آنا مسلمانوں کو کچھ دینی یا دنیاوی فوائد دلانے کا باعث ہوسکتا ہے......ان کی گمراہی میں ذرا شک نہیں۔ یہ لوگ ضال ومضل، فاتر العقل اور مخبوط الحواس ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ان واضح فرامین کے منکر ہیں کہ:

﴿وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲۵۴)

''اور کافر ہی درحقیقت ظالم ہیں''۔

اور یہ کہ:

﴿لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ﴾ (التوبۃ:۱۰)

''یہ کسی مومن کے معاملے میں رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں نہ کسی عہد و پیماں کا اور یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں''۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۲)

''سن لو! یقیناً یہی لوگ مفسدین ہیں لیکن یہ اس کا شعور نہیں رکھتے''۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (المائدة: ٦٤)

''جب کبھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اُسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

بھلا ایسی قوم سے کسی خیر کی امید رکھی جاسکتی ہے جسے خود اللہ رب العزت نے ظالم، سرکش اور مفسد قرار دیا ہو......؟

پاکستانی فوج کے خلاف قتال بھی امریکہ کے خلاف فرضِ عین جہاد کا جزو ہے

یہ بات تو ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف دفاعی قتال آج فرضِ عین ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی سبھی جانتے ہیں کہ پاکستانی فوج، بزبانِ خود، امریکہ کی ''صفِ اوّل کی اتحادی'' ہے۔ آج امریکہ نے افغانستان میں جس ظلم وفساد کا بازار گرم کر رکھا ہے، حکومتِ پاکستان اور افواجِ پاکستان اس میں پوری طرح شریک ومعاون ہیں۔ گزشتہ آٹھ سالوں میں پاکستانی فوج اور خفیہ اداروں نے امریکہ کے ہر حکم اور ہر خواہش کو پورا کرنے کی سعی کی ہے۔ امریکی خوشنودی کی خاطر پاکستانی جیلیں صالح نوجوانوں اور مجاہدین سے بھر دی گئی ہیں، جہاں ان کے جسم صبح شام ادھیڑے جاتے ہیں تاکہ امریکہ کو اس کی مطلوبہ معلومات فراہم کی جاسکیں۔ افغانستان میں جاری امریکی جنگ ہی کو تقویت بخشنے کے لئے پاکستانی فوج کا معتد بہ حصّہ پاک افغان سرحد پر متعین کر دیا گیا ہے تاکہ پاکستان میں موجود مجاہدین کو اپنے افغان بھائیوں کی مدد کرنے سے روکا جاسکے۔ یہ اور ایسے ہی دیگر ناقابلِ تردید حقائق اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ پاکستانی فوج بھی دراصل امریکی فوج ہی کے جزو کے طور پر کام کر رہی ہے۔ اسی لئے پاکستانی فوج کے خلاف قتال دراصل امریکی فوج ہی کے خلاف قتال ہے اور جو کوئی افغانستان سے عالمی صلیبی اتحاد کو نکالنے میں واقعتاً سنجیدہ ہو، اسے لامحالہ پاکستان میں اس اتحاد کی ریڑھ کی ہڈی (یعنی پاکستانی فوج) پر ضرب لگانی ہوگی۔ پس یہ بات واضح رہے کہ پاکستان میں جاری مبارک قتال امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف فرضِ عین جہاد ہی کا ایک اساسی حصّہ اور ناگزیر تقاضہ ہے۔

اگرافغانی فوج سے لڑناواجب ہے تو پاکستانی فوج سے لڑناحرام کیوں......؟

نیز انہی سب حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے بتایئے کہ افغانستان میں امریکہ کا ساتھ دینے والی افغانی فوج اور پاکستان میں امریکہ کا ساتھ دینے والی پاکستانی فوج میں خالصتاً شرعی نکتۂ نظر سے کیا فرق ہے؟......جبکہ دونوں کے جرائم بھی ایک سے ہیں اور دونوں اسی آقا کی خدمت میں مصروف ہیں جس نے اس خطے میں ظلم وفساد کا بازار گرم کر رکھا ہے! وہ کونسا شرعی اصول ہے جو افغان فوجی سے قتال کو مباح اور پاکستانی فوجی سے قتال کو حرام قرار دیتا ہے؟ ہم تو قرآن وحدیث سے یہی بات سمجھے ہیں کہ شریعت حقائق پر حکم لگاتی ہے......محض ناموں، رنگوں یا خود ساختہ جغرافیائی حد بندیوں کی بنیاد پر شرعی احکامات تبدیل نہیں ہوتے۔ نہ تو کسی افغانی فوجی سے لڑنا اس لئے واجب ہے کہ وہ ''افغانی'' ہے، اور نہ ہی کسی پاکستانی فوجی سے لڑنا اس لئے ممنوع ہوسکتا ہے کہ وہ ''پاکستانی'' ہے...... بلکہ کسی امریکی سے بھی صرف اس لئے لڑنا فرض نہیں کہ وہ ''امریکی'' ہے۔ یہ جہاد تو شریعت میں بیان کردہ ایک خاص وصف کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ جس فرد یا گروہ میں بھی وہ وصف پایا جائے گا، اس کے خلاف قتال فرض ہو جائے گا۔ اور اس مقام پر جس وصف کو بیان کرنا مقصود ہے، وہ ہے امریکیوں کا ''عدوِّ صائل'' (حملہ آور دشمن) ہونا اور پاکستانی و افغانی، دونوں افواج کا اس عدوِّ صائل کا ساتھ دینا۔ پس جب ان دونوں افواج کا جرم ایک ہے، تو ان دونوں کا شرعی حکم بھی ایک ہی ہوگا۔

قاتل کی معاونت کرنے والا بھی واجب القتل ہے

نیز یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک قتل اور رہزنی جیسے جرائم میں معاونت کرنے والے کا حکم بھی خود قاتل ور ہزن کے حکم سے مختلف نہیں......حد دونوں ہی پر جاری کی جاتی ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قوله ((وإن باشر القتل أحدهم)) أي واحد منهم والباقون وقوف لم يقتلوا معه ولم يعينوه ((أجري الحد على جميعهم)) فيقتلوا......''

''مصنف کہتے ہیں: ((اگرچہ قتل کا ارتکاب ان میں سے عملاً ایک ہی شخص کرے)) یعنی ایک شخص قتل کرے جبکہ اس کے باقی ساتھی اس کے ساتھ کھڑے ہوں لیکن قتل میں عملاً شریک نہ

ہوں ((تو پھر بھی ان سب پر حد جاری کی جائے گی)) یعنی ان سب کو قتل کیا جائے گا......''

(فتح القدير : ۳۵۴/۱۲)

اورعلامہ ابوالعباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وأما الردء فيما يحتاج فيه إلى المعاونة كقطع الطريق فجمهورهم على أن الحد يجب على الردء والمباشرة جميعًا، وهو قول أبي حنيفة ومالك''.

''جن جرائم کے ارتکاب میں دوسرے لوگوں کی مدد درکار ہوتی ہے، جیسے رہزنی وغیرہ......تو جمہور علماء کا مؤقف یہ ہے کہ جرم کا براہِ راست ارتکاب کرنے والوں اور اس میں معاونت کرنے والوں، سبھی پر حد واجب ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مؤقف بھی یہی ہے''۔

(منهاج السنة النبوية: ۱۷۵/٦)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر آپؒ فرماتے ہیں:

''وإذا كان المحاربون الحرامية جماعة فالواحد منهم باشر القتل بنفسه والباقون له أعوان وردء له، فقد قيل: إنه يقتل المباشر فقط، والجمهور على أن الجميع يقتلون ولو كانوا مائة وأن الردء والمباشر سواء، وهذا هو المأثور عن الخلفاء الراشدين، فإن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قتل ربيئة المحاربين، والربيئة: هو الناظر الذي يجلس على مكان عال ينظر منه لهم من يجيء، ولأن المباشر إنما تمكن من قتله بقوة الردء ومعونته، والطائفة إذا انتصر بعضها ببعض حتى صاروا ممتنعين فهم مشتركون في الثواب والعقاب''.

''اگر فساد پھیلانے والے ڈاکو ایک جماعت کی شکل میں ہوں اور ان میں سے ایک نے بذاتِ خود قتل کیا ہو جبکہ باقیوں نے اس کی معاونت ومدد کی ہو، تو اس بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف قاتل ہی کو قتل کیا جائے گا۔ البتہ جمہور علماء کے نزدیک ان سب کو قتل کیا جائے گا، اگر چہ وہ سو (۱۰۰) کی تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں...... کیونکہ مددگار بھی قاتل کے ساتھ برابر کے

شریک ہیں۔یہی رائے خلفائے راشدینؓ سے بھی منقول ہے۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے محاربین کے دیدبان کو بھی قتل کیا تھا۔ دیدبان اسے کہتے ہیں جو کسی اونچی جگہ بیٹھ کر دیکھتا ہے کہ ان کی سمت کون آرہا ہے۔قاتل کے لئے تو قتلِ ناحق کا ارتکاب اپنے معاونین کی مدد ہی سے ممکن ہو پاتا ہے......لہٰذا کسی گروہ کے افراد جب ایک دوسرے کا ساتھ دیں اور اجتماعی طور پر انہیں قوت وشوکت حاصل ہو تو وہ ثواب وعقاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں''۔

(مجموع الفتاوٰی:۲۸/۳۱۱)

اگر ڈاکو اور رہزن...... جو کہ عین ممکن ہے کہ فاسق وفاجر ہونے کے باوجود بھی مسلمان ہی ہوں...... اگر ان کی معاونت کرنے والا ان کے جرم اور سزا دونوں میں شریک قرار پاتا ہے، تو اس حکومت وفوج کا حکم کیا ہوگا جو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں صلیبی کافروں کی معاونت کرے؟ صرف معاونت ہی نہیں، بلکہ ان کی رضا کی خاطر مسلمانوں سے بالفعل جنگ بھی کرے؟ جن کے بارے میں صلیبی طواغیت خود آئے روز یہ اعلان کرتے ہوں کہ ''پاکستان کا تعاون اس جنگ میں کامیابی کے لئے کلیدی حیثیت رکھتا ہے''؟ کیا اس کے بعد بھی کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ پاکستانی فوج بھی بعینہ اسی سزا اور سلوک کی مستحق ہے جس کا مستحق امریکہ ہے؟ اور انہیں بھی اسی طرح ہماری کارروائیوں کا ہدف بننا چاہیے جیسے امریکی بنتے ہیں؟ اب بھی اگر کوئی شخص امریکی وافغانی فوج کے خلاف قتال اور پاکستانی فوج کے خلاف قتال میں تفریق کرے، تو یہ شریعت کی تعلیم نہیں، شیطان کا وسوسہ ہے۔اس کے پیچھے بھی، شعوراً یا لاشعوراً، وہی وطن پرستانہ جاہلی تصورات کارفرما ہیں جنہیں مٹانے کے لئے یہ دین اتارا گیا!

تیرہویں صدی ہجری کا ایک اہم استفتاء

یہاں ہم ایک متاخر حنفی عالمِ دین علامہ شیخ محمد کامل بن مصطفیٰ طرابلسی رحمہ اللہ کا ایک طویل، لیکن نہایت اہم فتویٰ نقل کرنا چاہتے ہیں۔

[سئلت عن بلدة استولى عليها الكفار، و تمكنوا منها فانضم إليهم بعض القبائل والعشائر وصاروا يقاتلون معهم المسلمين وينهبون ما لهم وينصحون الكفار و يعينونهم على أذى المسلمين فكانوا أشد ضررًا على المسلمين من

الکفار فما الحکم فیھم؟]

آپ سے پوچھا گیا کہ: ''مسلمانوں کے ایک علاقے پر کفار نے قبضہ کرلیا ہے۔ مسلمانوں میں سے بعض قبائل اور خاندان بھی ان کے ساتھ مل کر باقی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں، مسلمانوں کا مال واسباب لوٹتے ہیں، کفار کی خیر خواہی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ مسلمانوں کے لئے عملاً کفار سے بھی زیادہ مضر ثابت ہورہے ہیں۔ ہمیں بتلائیے کہ ایسے میں ان کا شرعی حکم کیا بنتا ہے؟

(الفتاوٰی الکاملیة: ۲۵۰)

استفتاء کی موجودہ حالات سے غیر معمولی مناسبت

علامہ طرابلسی رحمہ اللہ کا جواب نقل کرنے سے پہلے میں ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا۔ میری ناقص رائے میں درج بالا سوال میں کھینچا گیا نقشہ پاکستانی فوج، حکومت اور جاسوسی اداروں کی حالت سے کسی طور مختلف نہیں۔ یہاں بھی کفار نے ایک مسلم خطے (یعنی افغانستان) پر قبضہ کررکھا ہے اور یہ لوگ علی الاعلان کفار کا حلیف بن کر مسلمانوں کے خلاف ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ یہ بھی مذکورہ بالا قبائل کی طرح کفار کے سچّے خیر خواہ ہیں، انہیں مجاہدین کے خلاف مشورے دیتے ہیں، اپنے جملہ معاملات بھی انہی کے مشوروں (بلکہ اوامر) کی روشنی میں چلاتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں ان کی بھرپور معاونت کرتے ہیں۔ بالخصوص، ان صلیبی غاصبوں کے تمام تر منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں 'آئی ایس آئی' کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ جن بھائیوں کا بھی اس مکروہ ادارے سے واسطہ پڑا ہے وہ اس کی اسلام دشمنی کی گواہی دیں گے۔ اللہ کی قسم...... یہ لوگ مسلمانوں کے لئے امریکہ اور اس کے صلیبی حواریوں سے کہیں زیادہ نقصان دہ ثابت ہوئے ہیں!

نیز یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ شریعتِ مطہرہ انسانوں کی صفات اور ان کے اعمال کو دیکھتی ہے، نہ کہ ظاہری ناموں کو۔ مجرمانہ اعمال کرنے والے کسی خاندان اور قبیلہ کی شکل میں ہوں یا کسی ریاست اور ادارے کی صورت میں...... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ قبائل تو بعض اوقات وقتی مفاد، جذبات یا عصبیت کا شکار ہوکر ایسے افعال کر بیٹھتے ہیں، لیکن یہ ریاستیں اور ان کے ادارے تو ایک سوچی سمجھی حکمتِ عملی اور طے شدہ نظام کے تحت کام کرتے ہیں۔ پس شرعی حکم کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں۔

علامہ طرابلسی رحمہ اللہ کا تاریخی فتویٰ

آیئے دیکھتے ہیں کہ علامہ طرابلسی رحمہ اللہ نے اس استفتاء کا کیا جواب دیا۔ آپ فرماتے ہیں:

[أني لم أقف على حكم هؤلاء في كتب مذهبنا معاشر الحنفية، ولكن وقفت على حكمهم في كتب بعض السادة المالكية، قال في فتح الثغر الوهراني: ((لما دعا الناسَ سلطانُ الجزائر إلى جهاد الكفار الذين استولوا على ثغر وهران جاؤوا إليه من كل فج عميق، وكان هذا غير حال القبائل العامرية.

وأما بنو عامر فإنهم كانوا في ذلك على فرق:

منهم: من لجأ لحصون العدو مدافعاً عن نفسه ومعيناً للعدو بسيفه وفَلسه، فكانوا يقاتلون المسلمين مع عدوهم، ويدفعون عنه ويغزون على الحجلة المنصورة بالله تعالٰى حتّٰى إنهم كانوا على المسلمين أشد ضررًا من الكافرين و هكذا كان بعض القبائل، والظاهر أن حكم هؤلاء حكم أهل دار الحرب في قتلهم وأخذ مالهم، وأما أولادهم فلا يقتلون ولا يكونون فيئًا، وإنما أبيح قتل البالغين منهم لكونهم ردءًا للعدو [في] الحرب ومعينون له بأنفسهم، وحكم الردء إذا لم يقاتل مع العدو حكم المقاتل فأحرى إذا قاتل، (قال) المفتي المحقق آخر قضاة العدل بالبادية أبوسالم سيدي إبراهيم الجلالي المزياني الورجلي في جواب عن أهل حصن كانوا ردءًا للكفار المحاربين ما نصه: قال بعض شراح البخاري وأظنه ابن بطال في كتاب بدء الوحي ما نصه: وقول هرقل لو كنت أرجو أن أخلص إليه لتجشمت لقيه يعني دون خلع من ملكه، وهذا التجشم هو الهجرة، وكانت فرضًا على كل مسلم قبل الفتح، فإن قيل: إن النجاشي لم يهاجر قبل فتح مكة وهو مؤمن، فكيف سقط عنه فرض الهجرة، قيل له هو في أهل مملكته أغنى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن جماعة المسلمين منه لو هاجر، بنفسه فردًا؛ لأن أول غنائه حبسه الحبشة كلهم عن مقاتلة النبي صلى الله عليه وسلم مع طوائف الكفار، مع أنه

كـان مـلـجـأ لمن أوذي من أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وردءً ا لـجـمـاعة الـمسـلمين، وحكم الردء في جميع أحوال الإسلام حكم المقاتل، وكـذلك ردء الـلـصـوص والـمـحـاربين عند مالك والكوفيين، يقتل بقتلهم، ويـجـب عـلـيـه مـا يـجب عليهم، وإن كانوا لم يحضروا الفعل، ومثله تخلف عثـمـان، وطـلحة، وسعيد بن زيد رضي اللّٰه تعالى عنهم عن بدر، وضرب لهم الـنبـي صـلـى اللّٰه عليه وسلم بسهامهم من غنيمة بدر وقالوا:وأجرنا يا رسول اللّٰه؟ قال وأجركم اهـ المحتاج إليه بلفظه.

فـانـظـروا قوله:وحكم الردء في جميع أحوال الإسلام حكم المقاتل إلى آخر الـكـلام، فـفيـه كفاية في تبيين ما يجب على الحصن الذي صار ردءً ا للكفرة وذاباً عنهم ما يتوجه إليهم من ضرر الإسلام، وعيناً لهم جاسوساً، فقد نقل عن مـالك ـــ وكـفـى به حجة ـ أنه يجب عليهم ما يجب على من كانوا ردءً ا له، فيـجـب على المسلمين قتال الحصن الردء المذكور وقتلهم وأخذ مالهم، إن ثبت ردء يتهم، وكونهم عيونًا لهم، واللّٰه يصلح بنا في القول والعمل اهـ كلام الـمـفتـي الـمـذكور. ومنه تعلم أن من يدخل تحت جوارهم وأمانهم، من غير إعـانة لهم بنفسه، ولا بماله، ولا يكون لهم عينًا، ولا ردءً ا دونهم لا يباح قتله، وإنـمـا هـو عـاص معصية لا تبيح ما عصمه الإسلام من دمه وماله، وإنما أبيح أخـذ أمـوالهـم أيـضًـا لـكـونهم يعينون به العدو على مقاتلة الإسلام ومقاومته ومـناواته ومناهضته، فأبيح أخذه لذلك، وقد أفتى العلماء بإباحة أخذ مال قوم كـانـوا يـقـرب حـصـون الـعدو، وهم قادرون على منازلتهم بذلك ولم يفعلوا فـجـوزوا لـلـقـائـم بـالحق المتعين أن يأخذ القدر الزائد على كفاية محلهم و يـصـرفـه فـي منازلة تلك الحصون، لا سيما حيث علم أنهم ينفعون به العدو، ويعينونه به، مثل هؤلاء، وإنما لم يبح قتل أولادهم ولا سبيهم لعدم تعلق الإثم بهم لصغرهم، ولأصالة إسلامهم......

ومنهم: من لجأ للمسلمين وصار يقاتل العدو معهم وهو مع ذلك يعين العدو خفية، ويعلمه بأحوال عساكر المسلمين، ويطلعه على عوراتهم، ويتربص بهم الدوائر، وقد اطلع لهم على كتب كتبها في ذلك الوقت كثير من مشائخهم المعروفين عندهم بالأجواد، يذكرون العدو عهده ويعلمونه ببقائهم عليه وانتظارهم الفرج مع تضعيفهم لجيوش المسلمين، وتوهينهم إياهم، وحكم أولئك حكم الزنادقة إن اطلع عليهم قتلوا، وإلا فأمرهم إلى اللّٰه تعالٰى.

ومنهم: من تاب إلى اللّٰه تعالٰى وأناب من موالاة العدو ومواصلته، وندم على ما فات منه من ذلك، فحكم أولئك ــ إن لم يتقدم منهم ما يبيح دمهم ــ حكم جماعة المسلمين، وفّرهم اللّٰه تعالٰى.

وهذا التقسيم في تلك القبائل هو الحق الذي لا يعدل عنه إلا للباطل، وقد تكلمت مع بعض فقهائهم في هذه المسألة، وهو من أهل الخير والصلاح فأراد أن يجعلهم كلهم عصاة لا تباح دماؤهم ولا أموالهم بدخولهم تحت ذمة الكافر، وكأنه ما طرق سمعه تجسسهم على المسلمين، وتطلعهم على عوراتهم، وإعلام العدو الكافر بذلك، وتمالؤهم على هذا الفساد، ورضا من لم يفعله منهم بوقوعه من فاعله، وعدم إنكاره عليه، نسأل اللّٰه تعالٰى أن يعلمنا الحق ويوفقنا للعمل به، ويهدينا إلى اتباع طريقة نبيه عليه الصلاة والسلام ومذهبه)) اهـ

فليحفظ فإنه مهم وقواعد مذهبنا لا تأباه واللّٰه تعالى أعلم]

''علمائے احناف کی بیشتر کتب میں مجھے اس سوال کا صریح جواب نہیں مل سکا، البتہ اس موضوع پر ایک معزز مالکی عالم کا فتویٰ مجھے ملا ہے۔ آپ ''فتح الثغر الوهراني'' نامی کتاب میں فرماتے ہیں:

((جب الجزائر کے بادشاہ نے لوگوں کو ''وہران'' کی سرحد پر قابض کفار کے خلاف جہاد کی

دعوت دی، تو لوگوں نے اس کی پکار پر لبیک کہا اور دور دراز علاقوں سے اُمڈ آئے......لیکن عامری قبائل کا طرزِ عمل اس کے برعکس رہا۔ وہ کئی گروہوں میں تقسیم ہو گئے:

۱۔ کفار کی صریح اور اعلانیہ معاونت کرنے والوں کا حکم

ان میں سے بعض نے کفار کے قلعوں میں پناہ لی، مال اور تلوار کے ذریعے ان کی مدد کی، ان کے دفاع کے لئے مسلمانوں کے خلاف قتال کیا اور آگے بڑھ کر مسلمانوں پر حملے کرنے سے بھی نہیں چوکے۔ بلاشبہ یہ لوگ مسلمانوں کے لئے کفار سے بڑھ کر مضر ثابت ہوئے۔ ان کے حوالے سے درست رائے یہی ہے کہ ان پر اہلِ دارالحرب والا حکم ہی منطبق ہوتا ہے......لہٰذا انہیں قتل کرنا اور ان کا مال چھیننا جائز ہے، لیکن ان کی اولاد کو قتل کرنا یا غلام بنانا درست نہیں۔ البتہ اولاد میں سے بھی بالغوں کا قتل جائز ہوگا کیونکہ وہ بھی اس جنگ میں کفار کے معاون اور پشت پناہ ہیں۔ معاون اگر عملاً قتال نہ بھی کرے (لیکن دشمن کی تعداد بڑھانے اور انہیں تقویت بخشنے کا ذریعہ بنے) تو وہ حکمِ شرعی کے اعتبار سے لڑائی میں شریک سمجھا جائے گا۔ اور اگر بالفعل بھی جنگ میں حصّہ لے، تو وہ قتل کئے جانے کا اور بھی زیادہ مستحق ہوگا۔ محقق مفتی ابو سالم ابراہیم الجلالی المزیابی الورجلی سے حربی کفار کی پشت پناہی و معاونت کرنے والے اہلِ قلعہ سے متعلّق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا:

''صحیح بخاری کے بعض شارحین نے...... جو میرے خیال کے مطابق ابن بطالؒ ہیں...... ''کتاب بدء الوحیٰ'' میں فرمایا ہے:

ہرقل نے کہا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں ان (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ سکوں گا تو میں ان سے ملاقات کی سرتوڑ کوشش کرتا (یعنی اگر حکمرانی سے ہاتھ دھوئے بغیر میرے لئے ان تک پہنچنا ممکن ہوتا تو ضرور جاتا۔) ہرقل یہاں ہجرت کرنے کی بات کر رہا تھا کیونکہ فتح مکہ سے پہلے تمام مسلمانوں پر ہجرت فرض تھی۔ ممکن ہے کوئی اس پر یہ اعتراض کرے کہ (اگر ہرقل ہجرت کرنے کی بات کر رہا تھا تو آخر) نجاشی نے بھی تو ایمان قبول کیا تھا لیکن ہجرت نہیں کی تھی......پھر نجاشی سے ہجرت کی فرضیت کیسے ساقط ہوگئی؟ میں جواباً عرض کروں گا کہ نجاشی نے وہاں قیام کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جماعت کو جو فائدہ پہنچایا تھا وہ

ہجرت کی صورت میں پہنچانا ممکن نہ تھا۔ آپ کے ہجرت نہ کرنے کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ آپ نے پورے حبشہ کو کفارِ مکہ کا ساتھ دینے اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے سے روکے رکھا۔ اسی طرح آپ نے اذیت میں مبتلا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایک جائے پناہ فراہم کی اور خود مسلمانوں کے معاون و پشت پناہ بنے......اور شریعت کی تعلیم یہی ہے کہ تمام معاملات میں ''معاون'' کا حکم ''مباشر'' (یعنی اس فعل کو براہِ راست انجام دینے والے) کے برابر ہوتا ہے۔ (پس جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم ہجرت و دیگر اعمالِ صالحہ کا ثواب کما رہے تھے، اسی طرح نجاشی بھی ان کی معاونت کے سبب اس اجر وثواب میں شریک تھے۔) اسی اصول کے سبب امام مالک اور اہلِ کوفہ کے نزدیک چوروں اور محاربین کے معاونین کا حکم بھی انہی جیسا ہے، یعنی اُن کے ساتھ اِن کا قتل بھی جائز ہوگا اور جو سزا اُن پر واجب ہوگی وہ اِن پر بھی واجب ہوگی......اگر چہ یہ لوگ ان افعال کے براہِ راست مرتکب نہ ہوئے ہوں۔ اسی کی ایک اور مثال حضراتِ عثمان، طلحہ اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم کا بدر سے پیچھے رہنا ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں ان کا باقاعدہ حصّہ مقرر فرمایا حالانکہ یہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ جب انہوں نے یہ پوچھا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! ہمارے اجر کا کیا بنے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں تمہارا اجر بھی ملے گا۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کی اس بات پر غور کیجئے کہ: ''شریعت کی تعلیم یہی ہے کہ تمام معاملات میں 'معاون' کا حکم 'مباشر' کے برابر ہوتا ہے......الخ''۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ:

☆ وہ قلعہ جو کفار کا پشت پناہ، معاون اور دفاعی مورچہ بن جائے اور دشمن کے لئے جاسوسی کرے اس کے باشندوں کا حکم بھی خود ان کفار جیسا ہی ہے۔

☆ سابقہ بحث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسلمان، حربی کافروں کی امان اور ان کے پڑوس میں رہتا ہو لیکن اپنی جان و مال سے ان کی مدد نہ کرے......تو اگر چہ وہ گناہ گار ہے لیکن اس کی جان و مال کی حرمت برقرار رہے گی۔ البتہ جو لوگ اپنے مال کے ذریعے کفار کی مدد

کرتے ہیں ان کا مال ضبط کرلیا جائے گا۔

☆ اسی طرح علمائے کرام نے اس بات کا فتویٰ بھی دیا ہے کہ جو لوگ دشمن کے قلعوں کے قرب و جوار میں بستے ہوں اور یہ (قوی) امکان موجود ہو کہ دشمن ان کا مال چھین کر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے گا تو ایسی صورت میں بھی ان کا مال ضبط کیا جاسکتا ہے......لیکن صرف اتنا مال ہی لیا جائے گا جو ان کی ضروریات سے زائد ہو۔

☆ نیز جب یہ خطرہ بھی ہو کہ وہ لوگ خود بھی اپنے مال کے ذریعے دشمن کی مدد کریں گے تو ان کا مال ضبط کرنے کی ضرورت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

☆ یہاں یہ امر بھی واضح رہے کہ کفار کی مدد کرنے والوں کی اولاد کو قتل کرنا یا غلام بنانا ناجائز ہے کیونکہ کم عمری کے باعث وہ اس گناہ میں شریک نہیں اور بالاصل وہ مسلمان ہیں''۔

۲۔کفار کی خفیہ حمایت اور مجاہدین کے راز افشاء کرنے والوں کا حکم

پھر ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو بظاہر مسلمانوں سے آملے اور دشمن کے خلاف قتال میں مسلمانوں کا ساتھ دیا......لیکن در پردہ خفیہ طور پر دشمن کی مدد کرتے رہے۔انہوں نے مسلمانوں کے لشکر سے متعلقہ اہم راز دشمنوں تک پہنچائے،مسلمانوں کی کمزوریوں سے انہیں آگاہ کیا اور مسلمانوں کی شکست کے منتظر رہے۔دشمن کے نام ان کے بہت سے معروف سرداروں کے خطوط ان ایام میں پکڑے گئے تھے......جن میں دشمن کے ساتھ عہد و پیمان کی تجدید کی گئی تھی اور یقین دلایا گیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کو کمزور کرنے اور اس میں بددلی پھیلانے میں ہمہ وقت مصروف،دلی طور پر کفار کی کامیابی کے منتظر اور انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے ہر دم بے تاب ہیں۔ایسے لوگوں پر زندیق کا حکم لاگو ہوتا ہے......اگر ان کا بھید کھل جائے تو قتل کر دیئے جائیں گے،بصورت دیگر ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔

۳۔توبہ کرنے والوں کا حکم

پھر ان میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو مذکورہ بالا جرائم میں ملوث ہونے کے بعد ان پر نادم ہوئے اور دشمن کی مدد کرنے سے تائب ہو گئے۔پس اگر انہوں نے کوئی ایسا جرم نہ کیا ہو جس کی بناء پر یہ قتل کے مستحق قرار پائیں،تو ان کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ ہی کیا جائے گا......اللہ

تعالیٰ ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ فرمائے، آمین!

مذکورہ بالا قبائل کی یہ تقسیم اور ہر فریق پر لگایا جانے والا یہ حکم ہی وہ صحیح مؤقف ہے جس سے ہٹنا دراصل باطل کی پیروی کرنے کے مترادف ہے۔ میں نے اس مسئلے پر ایک فقیہ کے ساتھ بحث بھی کی جو ذاتی طور پر اپنی خیر و بھلائی کے سبب معروف ہیں، لیکن انہوں نے ان تینوں اقسام کے لوگوں کو فقط گناہ گار قرار دیتے ہوئے ان کے جان و مال کی حرمت برقرار رہنے کا فتویٰ دیا۔ گویا کفار کے لئے جاسوسی اور دشمن کی صریح معاونت جیسے جرائم سے ان فقیہ صاحب کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی!

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مہربان مالک ہمیں حق کو پہچاننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلائے۔))

یہ ایک انتہائی اہم فتویٰ ہے جسے ذہن نشین کر لینا چاہیے...... خصوصاً جبکہ یہ مذہبِ حنفی کے اصولوں سے بھی متصادم نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!"

(الفتاوٰی الکاملیۃ:۲۵۰)

خلاصۂ باب

اس پورے باب میں کی گئی بحث سے یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ پاکستانی حکومت، فوج اور خفیہ ادارے نہ صرف سالہا سال سے مسلمانانِ پاکستان کے دین پر حملہ آور ہیں...... بلکہ نام نہاد ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' میں امریکہ کے معاون بن کر پورے خطے کے مسلمانوں کے دین و دنیا کو برباد کرنے کے در پے عدوِّ صائل بن چکے ہیں۔ پس ان کے خلاف قتال کرنا، ان کا شر دفع کرنا، اور ان کی جڑ کاٹنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے......!

نیز یہاں اس بات کی یاد دہانی بھی فائدے سے خالی نہیں کہ تمام مسلمان ایک امت ہیں...... نہ تو نام نہاد سرحدیں ان کے مابین حائل ہو سکتی ہیں، نہ مصنوعی دیواریں ان کے درمیان تفریق ڈال سکتی ہیں اور نہ ہی عارضی رکاوٹیں انہیں ایک دوسرے کی مدد سے روک سکتی ہیں۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے عزیز تر جاننے کی اگر کوئی بنیاد ہو سکتی ہے، تو وہ تقویٰ اور عملِ صالح ہی ہے۔ مسلمانوں کی شان تو ان کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمائی ہے:

”مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم و تعاطفهم مثل الجسد، إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى“.

”باہمی محبت، شفقت اور غم خواری میں اہل ایمان کی مثال ایک جسم کی مانند ہے کہ جب جسم کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو باقی جسم بھی بے خوابی اور بخار کا شکار ہو جاتا ہے“۔

(رواه أحمد، ومسلم)

پس افغانستان کے مسلمانوں پر حملہ دراصل پاکستان کے مسلمانوں ہی پر حملہ ہے اور اس حملے میں معاونت کرنے والی حکومت و فوج جس طرح افغانی مسلمانوں کی دشمن ہے اسی طرح پاکستانی مسلمانوں کی بھی دشمن ہے۔ چنانچہ جس طرح امریکہ، نیٹو، افغان فوج اور پاکستانی فوج مل کر اس پورے خطے کے مسلمانوں پر حملہ آور ہیں......اسی طرح افغانستان و پاکستان کے مسلمانوں کو بھی مل کر اس مشترکہ دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

اختتامیہ

ویسے تو پاکستانی حکومت اور فوج کے خلاف قتال واجب ہونے کے بہت سے دلائل ہیں، لیکن بغرضِ اختصار ہم نے اس کتاب میں صرف تین بنیادی دلائل کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے وقت مکمل موضوع کا احاطہ کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ محض اہم نکات کی طرف توجہ دلانا مطلوب تھا......اور اہلِ عقل کے لئے تو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

کتاب کے اختتام پر میں پاکستان کے مسلمانوں، بالخصوص علمائے کرام سے یہ درخواست کرنا چاہوں گا کہ وہ اپنے کندھے پر عائد بھاری ذمہ داری محسوس کریں اور جہاد کے اس مقدس فریضے کی ادائیگی کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس جہاد کو منطقی نتیجے تک پہنچانے اور دشمن پر فتح پانے کے جو اسباب و امکانات مہیا کر رکھے ہیں، وہ عالمِ اسلام میں کم ہی کسی کو میسر ہیں۔ اسی لئے اللہ کے حضور ان کی جوابدہی بھی باقی مسلمانوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ میں اپنے ان معزز بھائیوں کو یہ بھی یاد دلانا چاہوں گا کہ انہیں شیطان کی مہلک چالوں، ہوائے نفس کی خطرناکیوں اور سامانِ دنیا کی چکا چوند سے ہر دم ہوشیار رہنا ہوگا؛ اور طالبینِ دنیا سے نگاہیں پھیر کر میدانِ عمل کا رخ کرنا ہوگا۔ یقین جانیں! دنیا جو چاہے کہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جہاد ترک کرنا اور شہادت سے جی چرانا ہی اصل فتنہ ہے۔ چنانچہ اللہ

رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ (التوبة:۴۹)

''اوران میں وہ بھی ہیں جوآپ سے کہتے ہیں کہ مجھے (جہاد سے) رخصت دے دیں اور فتنے میں نہ ڈالیں۔سن لو! وہ فتنے میں تو پڑ چکے ہیں اور یقیناً جہنّم نے کافروں کوگھیر رکھا ہے''۔

پس جو شخص بھی جہاد سے فرار کی راہ ڈھونڈے یا جہاد کا انکار کرے وہ فتنے میں جا پڑتا ہےاوراس راہِ فتن کی انتہا کس مہلک گھاٹی یا گہری کھائی میں ہوگی...... یہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا! اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور:۶۳)

''پس ان لوگوں کو جو نبیؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں،اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں کوئی فتنہ آ پہنچے یا کوئی دردناک عذاب انہیں آلے''۔

ہم ہر ظاہری و باطنی فتنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم سے اپنے دین کی خدمت کا اتنا کام لے کہ ہم سے راضی ہوجائے،ہمیں راہِ حق پر ثابت قدم رکھے،اسی راہ پر ہمیں شہادت نصیب فرمائے،اور ہم سے اس حال میں ملے کہ وہ ہم سے راضی ہواور ہم اس سے! یقیناً وہ دعائیں سننے اور قبول کرنے والا ہے؛اور بلا شبہ اول وآخر تمام تعریفیں اُسی کے لئے ہیں۔

والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات!

تتمۂ کتاب

پاکستان کا نظام
اور اس کے خلاف قتال
خطے کے علماء کی تحریرات کی روشنی میں

(از: استاد احمد فاروق)

الحمد للّٰہ والصلٰوۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وبعد،

پاکستان میں ایک غیر شرعی، کفریہ نظام قائم ہے

امید ہے کہ کتاب کے مطالعے کے بعد پاکستانی حکومت اور فوج کا کفر اور ان کے خلاف قتال کا وجوب بخوبی واضح ہو چکا ہوگا اور اس حوالے سے بنیادی شرعی دلائل بھی ذہن میں راسخ ہو گئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مصنف (حفظہ اللہ) کو اس نازک اور اہم موضوع پر قلم اٹھانے اور ٹھوس دلائل سے شرعی احکامات واضح کرنے پر بہترین اجر عطا فرمائیں!

یہ تتمہ لکھنے کا مقصد آپ ہی کی بات کو آگے بڑھانا اور یہ واضح کرنا ہے کہ کتاب میں اختیار کردہ مؤقف نہ تو محض چند علمائے جہاد کا ذاتی مؤقف ہے اور نہ ہی کوئی ایسی انہونی بات ہے جو پہلے کبھی نہیں کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خطے کے لاتعداد اہلِ علم بھی ہر طرح کے ریاستی جبر کے باوجود اپنی تحریرات و تقریرات میں، کبھی صراحتاً اور کبھی اشارتاً، اسی مؤقف کو بیان کرتے رہے ہیں۔ نہ صرف انہوں نے اس نظام کے مختلف پہلوؤں کا شریعت سے تضاد واضح کیا ہے، بلکہ یہ نکتہ بھی جا بجا بیان کیا ہے کہ اس نظام کے تحت اور اس کے آئین و دستور کے دائرے میں رہتے ہوئے نفاذِ اسلام کی جدو جہد کرنا ایک سعیٔ لا حاصل ہے اور جہاد و قتال کا رستہ اختیار کئے بغیر موجودہ نظام کو ڈھانا اور خلافت کا نظام قائم کرنا ناممکن ہے۔ ذیل کی سطور میں نہایت اختصار کے ساتھ خطے کے علماء کے اقوال کی روشنی میں، اس نظام کے چار اساسی ستونوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ یہ چار ستون حسب ذیل ہیں:

۱۔ پاکستان کا عدالتی نظام

۲۔ پاکستان کا سیاسی نظام

۳۔ پاکستان کا معاشی نظام

۴۔ پاکستان کی فوج اور سیکورٹی ادارے

البتہ اس بحث کو پڑھتے ہوئے یہ امر ذہن نشین رہے کہ یہاں اس موضوع کا احاطہ کرنا مقصود نہیں، نہ ہی اس سے متعلقہ تمام شرعی دلائل و اقوال یکجا کر دینا مطلوب۔ مفصل شرعی بحث کا مطالعہ تو قارئین شیخ ابو یحییٰ حفظہ اللہ کی تحریر میں کر ہی چکے ہیں۔ یہاں صرف علمائے برصغیر کی تحریرات و فتاویٰ میں بکھرے قیمتی

موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر پیش کرنا مقصود ہے۔ نیز یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ بہت سے اہلِ علم قلبی و زبانی طور پر تو اسی مؤقف کی تائید کرتے ہیں، البتہ ریاستی جبر کے سبب وہ یہ مؤقف قلم بند کرنے سے کتراتے ہیں۔ چنانچہ یہاں ہم محض انہی علماء کے اقوال وفتاویٰ ذکر کر سکتے ہیں جو اپنا مؤقف اعلانیہ طور پر اپنی تحریرات میں ظاہر کر چکے ہیں۔ خاموش اور خفیہ تائید کرنے والے اہلِ علم ان کے علاوہ ہیں۔

۱) پاکستان کا عدالتی نظام

یہ حقیقت تو کسی صاحبِ بصیرت سے مخفی نہیں کہ پاکستان کی عدالتوں میں شریعت کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے، نہ ان عدالتوں کا ضابطۂ کار (procedure) شریعت سے ماخوذ ہے اور نہ ہی ان عدالتوں کے جج حضرات میں شرعی قاضی کے لازمی اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس یہاں انگریز ہی کے وضع کردہ قوانین نافذ العمل ہیں، جو اس نے ۱۸۳۶ء اور ۱۸۸۶ء وغیرہ میں جاری کئے تھے۔ ان میں سے بعض قوانین میں جزوی ترمیمات کی گئی ہیں، لیکن بحیثیتِ مجموعی یہ اب بھی وہی انگریزی نظام ہے۔ بالخصوص ایک بات تو اس نظام کے بارے میں پورے اطمینان سے کہی جا سکتی ہے کہ اس میں رائج قوانین کا ''ماخذ'' و ''مصدر'' قطعاً بھی قرآن وسنت نہیں؛ اور بعض قوانین کو (انگریز کے نظام سے اخذ کرنے کے بعد) شریعت کے مطابق ڈھال دینے سے ''ماخذ'' و ''مصدر'' کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

نیز اب، جبکہ بات محض فساق وفجار یا لادین لوگوں کے جج بننے تک محدود نہیں رہی، بلکہ رانا بھگوان داس جیسا مشرک ہندو بھی ''اسلامی جمہوریۂ پاکستان'' کی عدالتِ عظمیٰ کا ''چیف جسٹس'' رہ چکا ہے...... اب اس عدالتی نظام کو اسلامی کہنے کی کیا گنجائش باقی بچتی ہے؟ کیا کسی شرعی عدالت میں کوئی ہندو مسلمانوں کا ''قاضیٔ اعلیٰ'' بن سکتا ہے؟ پس ذرائع ابلاغ کی اس سوچی سمجھی مہم سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے جس کے ذریعے وہ اس کفریہ عدالتی نظام اور اس کے ججوں (بالخصوص موجودہ چیف جسٹس) کی محبت دل میں بٹھا رہے ہیں۔ یہ نظام اور اس کے سرکردہ لوگ قابلِ نفرت وعداوت ہیں، نہ کہ لائقِ محبت وتعظیم!

مفتی محمود رحمہ اللہ کا قول

اسی مکروہ نظام کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے مفتی محمود رحمہ اللہ نے ۱۹۶۹ء میں فرمایا تھا کہ:

''حکومتی ٹولے نے قیامِ پاکستان کے ۲۲ سال گزر جانے کے بعد بھی شرعی نظام نافذ نہیں کیا اور پاکستانی عدالتیں مسلسل استعماری عیسائیوں کے وضع کردہ قوانین کے مطابق فیصلے دیتی چلی

آ رہی ہیں''۔

(تحقيق زاد المنتهي شرح الجامع الترمذي؛ مقدمة الشيخ شير علي شاه، ص:١٦)

مفتی محمود رحمہ اللہ کا یہ فرمان ۲۰۱۰ء میں موجود عدالتی نظام پر بھی اسی طرح صادق آتا ہے جیسے وہ ۱۹۶۹ء کے عدالتی نظام پر صادق آتا تھا کیونکہ اس پورے عرصے میں اس نظام میں کوئی بنیادی و حقیقی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

مولانا صوفی محمد اور ان کے رفقاء کا مؤقف

مروجہ خلافِ شرع عدالتی نظام کے خاتمے اور شرعی عدالتوں کے قیام کے لئے سوات و مالاکنڈ کے علاقوں میں گزشتہ کئی دہائیوں سے ایک دینی تحریک جاری ہے۔اس تحریک کی سرپرستی علاقے کے علماء کے ہاتھ میں ہے، جن میں سے ایک نمایاں شخصیت، بزرگ عالمِ دین مولانا صوفی محمد ہیں (اللہ انہیں رہائی دے)! آپ پشتو زبان میں لکھی گئی اپنی ایک کتاب میں کچھ یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

''(ترجمہ:) پاکستان کا موجودہ نظامِ قانون غیر اسلامی ہے۔ پاکستان کے حکمران، عوام اور تمام طبقات و مسالک کے علماء بلاتفریق اس امر پر متفق ہیں کہ یہ نظام انگریز کے بنائے ہوئے کفریہ قوانین پر قائم ہے، پھر ان قوانین کے مطابق فیصلے کرنا اگر کفر نہیں کہلائے گا تو آخر کیا کہلائے گا؟......اسلام کا کوئی عمل اگر اس قانون کے خلاف ہو تو اس اسلامی عمل کو یہ نظام 'قانون کی خلاف ورزی' قرار دیتا ہے، یہ عمل کرنے والے پر قانونی دفعات لاگو کی جاتی ہیں اور حکمران خود کہتے ہیں کہ اسے 'قانون ہاتھ میں لینے' کی سزا دی گئی۔اب کیا یہ پوچھنا ہمارا حق نہیں کہ اگر یہ نظام انگریز کے قانون سے متصادم اسلامی عمل بجالانے پر قید و بند کی سزا دیتا ہے، یہ عمل کرنے والے کو مجرم قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس شخص نے اس عدالتی نظام کی خلاف ورزی کی ہے......تو کفر کی اس سے زیادہ قبیح صورت اور کیا ہوسکتی ہے؟ پھر یہی نہیں، بلکہ جب کوئی شخص اس کفریہ قانون کے برخلاف قرآن و حدیث کے نفاذ کا مطالبہ کرتا ہے، تو نہ صرف اس کا یہ مطالبہ پورا نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے، اسے پاگل کہا جاتا ہے، شریعتِ محمدیؐ مانگنے والوں کو شرپسند کا لقب دیا جاتا ہے، جبکہ یہی اربابِ حکومت کافر اقوام کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف بدنی، لسانی و مالی تعاون کرنے سے بھی نہیں چوکتے''۔

(الفرق بين الخالق والمخلوق في الحاكم والمحكوم، للشيخ صوفي محمد)

پھر سوات و مالاکنڈ کے حالیہ فوجی آپریشن سے قبل بھی مولانا صوفی محمد (اللہ انہیں رہائی دے) اور مالاکنڈ کے متعدد جید علماء نے شرعی عدالتوں کے قیام کا مطالبہ کیا۔ حکومت سے اس مسئلے پر طویل مذاکرات کئے گئے اور حکومتی نمائندوں نے کسی بھی موقع پر یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پہلے سے جاری عدالتی نظام ''غیر شرعی'' نہیں، بلکہ مطابقِ شرع ہے۔ اس کے برعکس، ابتدائی مراحل میں حکومت نے شرعی عدالتوں کے قیام کا مطالبہ تسلیم بھی کیا۔ مذاکرات اس وقت تعطل کا شکار ہوئے جب حکومت نے شرعی عدالتوں کو ملک کی عدالتِ عظمیٰ کے تابع رکھنے پر اصرار کیا۔ مولانا صوفی محمد صاحب اور ان کے رفقاء نے یہ مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور صحافیوں کو بھیجے گئے تحریری بیان میں صراحتاً کہا کہ:

''شرعی عدالتوں کے قیام سے اللہ اور اس کے رسول ؐ کے اوامر کے مطابق فیصلے کرنا مقصود ہے۔ پس جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ فرما دیں، تو اس کے بعد اس فیصلے کو کسی بھی انسانی عدالت کے سامنے پیش کرنا کفر و ارتداد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائیں''۔

مولانا امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ کا قول

مشہور اہلِ حدیث عالمِ دین مولانا امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ اپنے فتاویٰ میں درج ذیل فرمانِ باری تعالیٰ کی تشریح فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المآئدة: ۴۴)

''اور جو کوئی اس (شریعت) کے مطابق فیصلے نہ کرے جو اللہ نے نازل کی تو وہی حقیقت میں کافر ہیں''۔

آپ اس آیتِ مبارکہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''قال الآلوسي في تفسير روح المعاني (۱۴۵/۶) أن المراد عموم النفي بحمل ما على الجنس ولا شك أن من لم يحكم بشيء مما أنزل الله تعالٰى لا يكون إلا غير مصدق ولا نزاع في كفره.

أقول: فتدبر في هذا التفسير أن الذي لا يحكم بجميع ما أنزل الله كافر بإجماع المسلمين، ولا يغرنك بعض القوانين الإسلامية في بلاد الإسلام

فإنها ما أقيمت لأنها شرع الله بل لموافقتها قوانين الأوروبيين والكافرين، فلا تنس هذا".

''علامہ آلوسی رحمہ اللہ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ: اس آیتِ مبارکہ میں لفظِ ''**مـا**''کو پوری جنس پر محمول کیا جائے گا، گویا مرادعمومِ نفی ہے......(یعنی) یہ بات ہر شک سے بالا ہے کہ جوکوئی اللہ کی نازل کردہ شریعت سے ہٹ کر فیصلہ کرے گا، خواہ یہ معاملہ کسی چھوٹے سے حکم میں ہی کیوں نہ پیش آئے، وہ لامحالہ شریعت کا منکر سمجھا جائے گا اور اس کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: آیتِ مبارکہ کی اس تفسیر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جو شخص ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہ کرے، اس کے کافر ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ پس کہیں یہ بات آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے کہ آج مسلم خطوں میں بعض اسلامی قوانین بھی تو نافذ ہیں۔ یاد رکھیئے! یہ قوانین اس لئے نہیں نافذ کئے گئے کہ اللہ کی شریعت نے ان کے نفاذ کا مطالبہ کیا ہے، بلکہ انہیں اس لئے برداشت کیا گیا ہے کہ اہلِ یورپ اور کفار کے قوانین میں بھی ان کی گنجائش موجود ہے۔ پس یہ نکتہ بخوبی ذہن نشین رہنا چاہیئے''!

(فتاوی الدین الخالص: المجلد ٦)

مولانا ولی اللہ کا بلگرامی (فكَّ اللّٰهُ اَسرَہ) کا قول

مولانا ولی اللہ کا بلگرامی، کا بلگرام (سوات) سے تعلّق رکھنے والے بزرگ عالمِ دین ہیں، جن کا شمار علمائے پنج پیر کے اکابرینِ وقت میں ہوتا ہے۔ اہلِ علم کے حلقے میں آپ کی ثقاہتِ علمی کوئی مخفی امر نہیں، نہ ہی آپ کی حق گوئی کسی سے پوشیدہ ہے۔ اسی حق گوئی کی پاداش میں فوج نے سوات کے حالیہ فوجی آپریشن کے دوران، آپ کی پیرانہ سالی کے باوجود آپ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا، اللہ آپ کو رہائی نصیب فرمائیں! آپ اپنی کتاب ''**إعلام الأعلام بمفهوم الدين والإسلام**'' میں ''**المحاكم في باكستان**''(یعنی ''پاکستان کا عدالتی نظام'') کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''**فنرى المحاكم في باكستان مشحونة مما يسخط الله عز وجل كالصور**

والتماثيل وهي موضوعة في أكرم موضع عندهم في غاية إعزاز......وقد حرم اللّٰه عز وجل التصاوير، تصاوير ذات الروح، ويفعلون ما يفعلون تقليدًا ومحاكاة للكفرة أئمتهم اليهود والنصارٰى أعداء المسلمين وأعداء الإسلام......

وكذلك صور القضاة ولباسهم وهيئات جلوسهم للقضاء ولغتهم كلها مستوردة من الخارج مخالفة لما يرضى اللّٰه عزوجل ورسوله ...... والقضاة في باكستان وأعضاء الحكومة والوزراء ورئيس الجمهورية فكلهم كما قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: ((لعن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم المخنثين من الرجال))، وعنه قال: ((لعن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم المتشبهين بالرجال من النساء والمتشبهات بالرجال)).

......وأسوأ من ذلك كله وأسخطه عند اللّٰه عزوجل وعند المؤمنين حكمهم و قضائهم في جميع المحاكم ومن جميع قضاتهم بالقوانين الوضعية الكفرية، وأقضاهم عندهم من كان متخصصًا في تلك القوانين، فيكون هو قاضي القضاة عند الحكومة، وأما وكلائهم ﴿فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾(البقرة:۷۹) يستدلون بدعاويهم ومسائلهم بحكم جزئيات حدثت في أي قطر العالم الكفري وقضى به قاض، سواء كان ضد الحكم الشرعي ومقابلاً له أم غير ذلك، وينقاد لدليله القاضي ويحكم به كأنه حكم سماوي أوحى إليه في الوقت الراهن فنسخ ما كان قبله، فنعوذ باللّٰه سبحانه من الكفر بعد الإسلام ﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ﴾''.

''ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کی عدالتیں ایسے امور سے پر ہیں جن پر اللہ عزوجل غضبناک ہوتے ہیں۔مثلاً ان عدالتوں میں تصاویر اور مجسمے نہ صرف رکھے جاتے ہیں، بلکہ ان کی تکریم کی خاطر انہیں معزز ترین مقامات پر رکھا جاتا ہے، حالانکہ اللہ عزوجل نے تصاویر کو، یعنی جانداروں

کی تصاویر کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن کفار کی اندھی پیروی کرتے ہوئے اور اپنے آقاؤں، یہود ونصاریٰ کے پیچھے چلتے ہوئے یہ ان دشمنانِ دین وملت کے مذموم طریقے اختیار کر لیتے ہیں۔

......اسی طرح ججوں کی شکل صورت، ان کی وضع قطع، فیصلوں کے وقت ان کے بیٹھنے کا انداز، ان کی زبان، سب باہر سے درآمد شدہ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے برخلاف ہے...... پاکستان کے ججوں، حکومتی اراکین، وزراء اور صدورِ مملکت، سبھی پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث صادق آتی ہے کہ: ((نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت نما مردوں پر لعنت فرمائی ہے)) جبکہ آپؓ ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں کہ: ((نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں))۔

......پھر اس سب سے بدتر اور ان سب سے بڑھ کر اللہ عز وجل کو ناراض کرنے والا اور اہلِ ایمان کو دکھ دینے والا جرم یہ ہے کہ ان تمام عدالتوں کے تمام جج اپنے تمام تر فیصلے انسانوں کے وضع کردہ کفریہ قوانین کے مطابق کرتے ہیں۔ ان میں سے جو شخص اس کفری قانون میں جتنی مہارت رکھتا ہو، اسے یہ اتنا ہی بڑا جج سمجھتے ہیں اور ایسے ہی فرد کو اپنا 'چیف جسٹس' بناتے ہیں۔ اور جہاں تک ان کے وکلاء کا تعلّق ہے تو: ﴿ بربادی ہے ان کے لئے کیونکہ یہ (بے اصل باتیں) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور بربادی ہے ان کے لئے اس کمائی کے سبب جو یہ کماتے ہیں ﴾ (البقرۃ:۷۹) یہ وکلاء قانونی مسائل اور عدالتی جھگڑوں میں عالمِ کفر کے کسی کونے میں پیش آنے والے کسی معاملے میں وہاں کے کافر جج کا کوئی فیصلہ ڈھونڈ کر اسے بطور نظیر پیش کرتے ہیں؛ خواہ وہ فیصلہ شریعت سے متصادم ومخالف ہو یا اس کے موافق۔ یہی نہیں، بلکہ جج بھی ایسی دلیل پیش کر دیئے جانے پر اس کے سامنے سر جھکا دیتا ہے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، گویا وہ آسمان سے وحی کردہ کوئی حکم ہو جس کے اتر آنے سے تمام سابقہ احکامات منسوخ ٹھہرے۔ پس ہم اسلام لانے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لوٹنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ﴿اور تم کیسے کفر کرو گے جب کہ تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تم میں اُس

کے پیغمبر موجود ہیں﴾ (آل عمران: ۱۰۱)"۔

(إعلام الأعلام بمفهوم الدين والإسلام أو رفع الحجاب عن مضار الجمهورية والإنتخاب، ص ۱۱۸ - ۱۲۳)

مولانا زاہد اقبال سلّمہ اللہ کا قول

وقت کے کچھ اہم شرعی موضوعات پر عمدہ تحقیقی کتب کے مصنف، مکتبِ دیوبند سے وابستہ معروف عالمِ دین مولانا زاہد اقبال سلّمہ اللہ لکھتے ہیں:

"عصرِ حاضر میں مسلمان ممالک میں یہی صورتِ حال ہے کہ ان میں سے کسی ملک میں بھی نظامِ شریعت کا وجود اور مکمل قوانینِ شریعت کا نفاذ نہیں ہے اور ان حکومتوں کے سر براہ ناجائز طریقوں سے مسلم عوام پر مسلط ہیں۔ قوانینِ شریعت کا نہ صرف یہ کہ کوئی وجود نہیں بلکہ وہ سیکولرازم اور لادینیت پر مبنی مغربی قوانین کا جبراً نفاذ کر کے مسلمان عوام کو لادینیت کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ ان کی اطاعت کرنا اور ان کے اقتدار کو تسلیم کرنا نہ صرف یہ کہ ناجائز ہے بلکہ ان دین دشمن اور اغیار کے ایجنٹوں کو ایوانِ اقتدار سے نکال باہر کرنا اور نظامِ خلافت کا قیام پوری امتِ مسلمہ کا انتہائی اہم فریضہ ہے"۔

(اسلامی نظامِ خلافت اور ہماری ذمہ داریاں، ص: ۳۶۴)

اہلِ علم کے ان اقوال سے یہ بات واضح ہے کہ پاکستان سمیت تمام ہی مسلم خطوں میں آج یا تو خالص کفریہ قوانین نافذ ہیں یا کفریہ اور اسلامی قوانین کا ایک ملغوبہ...... اور شرعی نکتۂ نگاہ سے دونوں صورتوں میں ہی ایسا عدالتی نظام، کفریہ نظام کہلائے گا۔ اللہ کا دین تو شریعت کے مکمل نفاذ اور اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس سے کم تر جو کچھ ہوگا، وہ شرعاً قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔

۲) پاکستان کا سیاسی نظام

پاکستان میں قائم سیاسی نظام، نظامِ جمہوریت ہے۔ پاکستان کے مختلف دینی طبقات بحیثیتِ مجموعی اس امر پر یکسو ہیں کہ یہ سیاسی نظام کسی طور بھی شریعت کے موافق نہیں۔ اس اصولی امر پر اتفاق کے بعد ملک میں دین کے فروغ اور اس غیر شرعی نظام کے خاتمے کے لئے مختلف طرز ہائے جدوجہد اختیار کئے گئے ہیں جن کی تفصیل میں جانا اور ان کا شرعی محاکمہ کرنا اس تحریر کا موضوع نہیں۔ ہمارا مقصود تو صرف یہ

واضح کرنا ہے کہ جو دینی جماعتیں اس نظام کے خلاف مسلح جہاد کی قائل نہیں، وہ بھی اس نظام کو کوئی شرعی و اسلامی نظام نہیں گردانتی ہیں...... بلکہ کسی نہ کسی ذریعے سے اسے تبدیل کرنے اور اس سرزمین پر شریعت کی حقیقی حاکمیت دیکھنے کی خواہاں ہیں۔ پس اصولاً تو اس نظام کا شریعت سے تضاد ثابت کرنے کے لئے اقوالِ علماء نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، کیونکہ اس کا غیر شرعی ہونا اہلِ دین کے درمیان پہلے ہی معروف ہے۔ لیکن پھر بھی بطور نمونہ چند اقوال یہاں ذکر کیے دیتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمان کیلانی رحمہ اللہ کا قول

مشہور اہلِ حدیث عالم، مولانا عبدالرحمان کیلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''خلافت و جمہوریت'' میں لکھتے ہیں:

''جمہوریت میں یہ لازمی امر ہے کہ مقتدرِ اعلیٰ کوئی انسان ہو یا انسانوں پر مشتمل ادارہ۔ انسان سے ماوراء کسی ہستی کو جمہوریت میں مقتدرِ اعلیٰ نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔ جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے مقتدر اعلیٰ کوئی انسان ہو ہی نہیں سکتا ہے، بلکہ مقتدرِ اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہی وہ بنیادی فرق جس کی بنا پر ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ جمہوریت کے ذریعے اسلام کبھی سربلند نہیں ہو سکتا ہے۔''

پھر آپؒ پاکستان کے نظام پر براہِ راست ضرب لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''گو یہ بحث یہاں پر ہی ختم ہو جانی چاہیے، تاہم چونکہ ہمارے دستور میں یہ الفاظ شامل کر دیئے گئے ہیں کہ ''مقتدرِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے'' اس لئے ہم اس بات کا ذرا تفصیل سے جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ آیا ایسا ہونا ممکن ہے بھی یا نہیں؟...... مغربی جمہوریت میں پانچ ارکان ایسے ہیں جو شرعاً ناجائز ہیں:

۱۔ خواتین سمیت تمام بالغوں کا حق رائے دہی (بالفاظ دیگر: سیاسی اور جنسی مساوات)

۲۔ ہر ایک کے ووٹ کی یکساں قیمت

۳۔ درخواست برائے نمائندگی اور اس کے جملہ لوازمات

۴۔ سیاسی پارٹیوں کا وجود

۵۔ کثرتِ رائے سے فیصلہ

ان ارکانِ خمسہ میں سے ایک رکن بھی حذف کر دیا جائے تو جمہوریت کی گاڑی ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتی ہیں۔ جبکہ اسلامی نظامِ خلافت میں ان ارکان میں سے کسی ایک کو بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں نظام ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ یعنی نہ تو جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی نظامِ خلافت میں جمہوریت کے مروجہ اصول شامل کر کے اس کے سادہ، فطری اور آسان طریقِ کار کو خواہ مخواہ مکدر اور مبہم بنایا جا سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جمہوریت ایک لادینی نظام ہے اور اس کے علمبردار مذہب سے بیزار تھے۔ جبکہ خلافت کی بنیاد ہی اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کے تصور پر ہے اور اس کے اپنانے والے انتہائی متقی اور بلند اخلاق تھے۔

ہمارے خیال میں جیسے دن اور رات یا اندھیرے اور روشنی میں سمجھوتہ ناممکن ہے، بالکل ایسے ہی دین اور لادینی یا خلافت اور جمہوریت میں بھی مفاہمت کی بات ناممکن ہے۔ لہٰذا اگر جمہوریت کو بہر حال اختیار کرنا ہے تو اسے توحید و رسالت سے انکار کے بعد ہی اپنایا جا سکتا ہے''۔

(خلافت و جمہوریت، ص:۲۱۶۔۲۱۸)

مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا قول

مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ اپنی مشہور کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں لکھتے ہیں:

''بعض غلط نظریات قبولیتِ عامہ کی ایسی سند حاصل کر لیتے ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء اس قبولیتِ عامہ کے آگے سر ڈال دیتے ہیں، وہ یا تو ان غلطیوں کا ادراک ہی نہیں کر پاتے یا اگر ان کو غلطی کا احساس ہو بھی جائے تو اس کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں کر سکتے۔ دنیا میں جو بڑی بڑی غلطیاں رائج ہیں، ان کے بارے میں اہلِ عقل اسی المیے کا شکار ہیں! اسی غلط قبولیتِ عامہ کا سکہ آج ''جمہوریت'' میں چل رہا ہے۔ جمہوریت دورِ جدید کا وہ صنمِ اکبر ہے جس کی پرستش اول اول دانایانِ مغرب نے شروع کی۔ چونکہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھے، اس لیے ان کی عقلِ نارسا نے دیگر نظام ہائے حکومت کے مقابلے میں جمہوریت کا بت تراش لیا۔ اور پھر اس کو مثالی طرزِ حکومت قرار دے کر اس کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ پوری دنیا میں اس

کا غلغلہ بلند ہوا، یہاں تک کہ مسلمانوں نے بھی تقلیدِ مغرب میں جمہوریت کی مالا جپنی شروع کردی۔ کبھی یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ ''اسلام جمہوریت کا علم بردار ہے'' اور کبھی ''اسلامی جمہوریت'' کی اصطلاح وضع کی گئی۔ حالانکہ مغرب ''جمہوریت'' کے جس بت کا پجاری ہے، اس کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلّق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریہ کی ضد ہے۔ اس لیے اسلام کے ساتھ جمہوریت کا پیوند لگانا اور جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے۔

......خلافت میں حکمران کے لیے بالاتر قانون قرآن وسنت ہے، اور اگر مسلمانوں کا اپنے حکام کے ساتھ نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹایا جائے گا اور کتاب و سنت کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جائے گا، جس کی پابندی راعی ورعایا دونوں پر لازم ہوگی۔ جب کہ جمہوریت کا فتویٰ یہ ہے کہ مملکت کا آئین سب سے مقدس دستاویز ہے اور تمام نزاعی امور میں آئین و دستور کی طرف رجوع لازم ہے، حتیٰ کہ عدالتیں بھی آئین کے خلاف فیصلہ صادر نہیں کرسکتیں۔

لیکن ملک کا دستور اپنے تمام تر تقدس کے باوجود عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ کا کھلونا ہے۔ وہ مطلوبہ اکثریت کے بل بوتے پر اس میں جو چاہیں ترمیم و تنسیخ کرتے پھریں، کوئی ان کو روکنے والا نہیں اور مملکت کے شہریوں کے لیے جو قانون چاہیں بنا ڈالیں، کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔

......ابھی گزشتہ دنوں پاکستان ہی کے ایک بڑے مفکر کا مضمون اخبار میں شائع ہوا تھا کہ شریعت کو پارلیمنٹ سے بالاتر قرار دینا قوم کے نمائندوں کی توہین ہے، کیونکہ قوم نے اپنے منتخب نمائندوں کو قانون سازی کا مکمل اختیار دیا ہے۔ ان صاحب کا یہ عندیہ ''جمہوریت'' کی صحیح تفسیر ہے، جس کی رو سے قوم کے منتخب نمائندے شریعتِ الٰہی سے بھی بالاتر قرار دیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں ''شریعت بل'' کئی سالوں سے قوم کے منتخب نمائندوں کا منہ تک رہا ہے لیکن آج تک اسے شرفِ پذیرائی حاصل نہیں ہوسکا، اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام ......جمہوریت کا قائل ہے''؟

(آپ کے مسائل اوران کا حل، جلد۸، ص:۱۷۶)

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کا قول

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کا نام کسی تفصیلی تعارف کا محتاج نہیں۔عصرِ حاضر کے اس معروف محدث ومفسر کی نمایاں تحریرات میں مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح ''**التعلیق الصبیح علی مشکاۃ المصابیح**''، ''معارف القرآن'' کے نام سے ایک تفسیر اور عقیدے کے مختلف موضوعات پر متعدد علمی کتب شامل ہیں۔آپ اپنی کتاب ''عقائدِ اسلام'' میں لکھتے ہیں:

''کسی حکومت کے اسلامی ہونے کے لیے حاکم کا ذاتی طور پر مسلمان ہونا کافی نہیں جب تک خود حکومت کا مذہب من حیث الحکومت اسلام نہ ہو۔جیسے آج کل قومی اور عوامی اور نیشنل حکومت کا چرچا ہے،سو ایسی حکومت ،اسلامی حکومت نہیں کہلا سکتی۔جو حکومت اللہ کی حاکمیت اور قانونِ شریعت کی برتری اور بالا دستی کو نہ مانتی ہو بلکہ یہ کہتی ہو کہ حکومت عوام کی ہے اور مزدوروں کی ہے اور ملک کا قانون وہ ہے کہ جو عوام اور مزدور بنالیں......سو ایسی حکومت بلاشبہ حکومتِ کافرہ ہے۔

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (یوسف:۴۰)

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المآئدۃ:۴۴)

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المآئدۃ: ۵۰)

پس جو فرد یا جماعت قانونِ شریعت کے اتباع کو لازم نہ سمجھے اس کے کفر میں کیا شبہہ ہے۔ ایمان نام ماننے کا ہے اور کفر نام نہ ماننے کا ہے''۔

(عقائدالاسلام از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ:ص۱۳۲)

مولانا حافظ محمد احمد صاحب کا قول

مولانا حافظ محمد احمد صاحب جہاد و اہلِ جہاد سے محبت رکھنے والے حنفی عالمِ دین اور ملک کی ایک معروف دینی اخبار کے شعبۂ خواتین کے مدیر ہیں۔آپ کے قلم سے اللہ تعالیٰ نے جدید مغربی کفری فلسفے پر نقد اور جہاد ومجاہدین کی علمی تائید کی مقدس خدمت لی ہے۔اللہ آپ کی تحریرات میں برکت عطا فرمائیں اور انہیں دعوتِ جہاد کے مزید فروغ کا ذریعہ بنائیں!جمہوریت کے حوالے سے شریعت کا مؤقف واضح

کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''سرمایہ داری، جمہوریت اور انسانی حقوق کا چارٹر کفرِ مطلق، شرک، ضلالت وگمراہی، بغاوت الٰہی اور بدترین ظلم وتعدی کا مجموعہ ہے۔ ہم نے اس نظام کو اسی طرح کفرِ مطلق کہا ہے جس طرح یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت اور سکھ مت کفرِ مطلق ہیں''۔

(جمہوریت یا اسلام، ص:۱۰۱)

پھر آپ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ ''کیا اسلامی جمہوریت بھی کوئی چیز ہے؟'' فرماتے ہیں:

''اس سوال کا سیدھا سا جواب تو یہ ہے کہ کیا ''اسلامی کفر'' بھی کوئی چیز ہوسکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی ذی ہوش انسان اس کا قائل نہیں ہوگا۔ دراصل غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں کسی اصطلاح کے ساتھ ''اسلامی'' لگانے کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ اس لئے کہ وہ اپنی اصل میں اسلامی نہیں ہوتی...... اکثر وبیشتر اصطلاحات جن کے ساتھ اسلامی کا لفظ ہو، وہ مشتبہ ہوتی ہیں جیسے ''اسلامی بینکاری''، ''اسلامی ٹی وی چینل'' وغیرہ...... پھر آپ یہ بھی سوچیں کہ کیا کسی نے آپ سے یہ بھی کہا کہ ''اسلامی نماز''، ''اسلامی جہاد'' یا ''اسلامی حج''؟ یہاں اسلامی کا لفظ لگانے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ یہ تمام اصطلاحات اسلام کے اندر فطری طور پر موجود ہیں۔ کبھی کسی کو یہ اشتباہ نہیں ہوتا کہ ''حج'' بولا جائے اور اس سے کوئی شخص گنگا کا اشنان سمجھے یا بیساکھی کے میلے کی طرف ذہن جائے!...... یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں اس طرح کی اصطلاح نظر آئے لازمی ہے کہ وہاں توقف کیا جائے اور خوب غور وفکر کے بعد اس کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔

اسلامی جمہوریت بھی ایسی ہی ایک اصطلاح ہے جس کے بارے میں غور وفکر کی ضرورت ہے، بہت سے دانش وروں کا کہنا ہے کہ مغربی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت دو مختلف چیزیں ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ اسلام اور جمہوریت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں (نعوذ باللّٰہ من ذلک)۔ یہ مغالطہ آمیز بات ہے۔ اسلام نے ہمیں خلافت کا عقیدہ دیا ہے۔ خلافت و جمہوریت کے اصول وفروع میں زمین آسمان کا فرق ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم خواہی نخواہی اسلام کے نظامِ خلافت کو جمہوریت ہی باور کرانے کی کوشش کریں یا جمہورریت کو عین اسلام قرار دینے کا ناٹک

رچائیں''۔

(جمہوریت یا اسلام،ص ۱۰۶)

مولانا صدرالدین اصلاحی رحمہ اللہ کا قول

معروف عالمِ دین مولانا صدرالدین اصلاحی رحمہ اللہ اپنی معرکتہ الآراء کتاب ''نظامِ طاغوت سے براءت'' میں جمہوری نظام کے کچھ اساسی ستونوں پر ضرب لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ پر اٹھتی ہے۔اب اگر ایک ایسا دستور بن رہا ہو جس کی پہلی اینٹ انسانی اقتدارِ اعلیٰ اور جمہور کی حاکمیت پر رکھی گئی ہو تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ پہلے قدم پر ہی اللہ تعالیٰ سے اعلانِ بغاوت ہو گیا، جس کے بعد اس دستور کی تدوین وتنفیذ میں ہاتھ بٹانا اللہ جل مجدہ کے ناقابلِ منازعت حقوق میں گستاخانہ مداخلت ہے، ایسی مداخلت جو ملحدوں، منکروں اور مشرکوں کو ہی زیب دیتی ہے اور جو سب سے بڑا ''تعاون علی الاثم والعدوان'' ہے۔

......اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے طرزِ عمل کو جو اپنی صوابدید اور خواہش کے مطابق معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں کفر،ظلم اور فسق کے تعبیر فرمایا ہے:﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المآئدۃ:۴۴)

﴿اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں﴾

جب غیرِ الٰہی قوانین کے مطابق فیصلہ کرنا ظلم اور فسق اور کفر کا کام ہے تو اندازہ فرمالیجئے کہ قوانین الٰہی کے مقابلے میں آئین وقانون بنانے والا کس زمرے میں شمار ہوگا؟ ایسے ہی لوگ تو ہیں جنہیں طاغوت کا لقب دیا گیا ہے:

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾ (النساء:۶۰)

﴿یہ چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لیجا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اُس کا انکار کریں﴾

کھلی بات ہے کہ اس طاغوت سے ابلیس نہیں مراد ہے، بلکہ وہ یہودی سردار ہیں (بالخصوص

کعب بن اشرف یا ابو برزہ اسلمی کاہن [روح المعانی]) جو خود ساختہ اصولوں کے مطابق لوگوں کے فیصلے کیا کرتے تھے، درآں حالیکہ اللہ کا قانون ان کی بغل میں موجود تھا''۔

مزید لکھتے ہیں:

''خلافِ شرع قانون سازی کی یہی جوہری نجاست ہے جس کے باعث علمائے دین نے اس کو معصیتِ فاحشہ قرار دیا ہے۔ مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی مرحوم سے پوچھا گیا کہ: کچھ لوگوں نے جو سرکارِ انگریزی میں باعزت و باوقار ہیں (یعنی اس کی قانون ساز مجلس میں منتخب کئے گئے ہیں) اور انہوں نے قانون مخالفِ شرع کے بنایا ہے، ایسے قانون کو قبول کرنا اہلِ اسلام کو درست ہے یا نہیں؟ اور وہ لوگ بسبب اس قانون بنانے کے کافر ہو گئے یا نہیں؟

آپ نے جواب دیا:

هو المصوّب: حق جلا شانہٗ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾. پس ایسا قانون جو خلاف شرع کے ہو، قبول کرنا اس کا اہلِ اسلام پر حرام ہے اور جو اس کے موافق عمل کرے گناہ اس کا مقنّنِ قانون کی گردن پر (بھی) ہو گا۔ اور ایجاد کرنے والے نے اگر قانونِ شرعی کو برا سمجھا اور اس کو خلافِ مصلحت و غیر کافی تصور کیا تو وہ کافر ہو گئے...... اور اگر انہوں نے قانونِ شریعت کو برا نہ سمجھا، تو اگرچہ کافر نہیں ہوئے لیکن بہت بڑے فاسق ہوئے۔

(فتاویٰ جلد دوم، مطبوعہ مطبعِ یوسفی، ص: ۴۸، ۴۹)

اسی طرح ابھی پچھلے دنوں جب ہندوستان میں طاغوت برطانیہ دادِ فرمانراوئی دے رہا تھا تو ایک خاص موقع پر پانچ سو علمائے امت کے دستخطوں سے یہ فتویٰ جاری ہوا تھا کہ کونسلوں (یعنی پارلیمان) میں شرکت حرام ہے۔ اور اس کی جو وجوہ بتائی گئی تھیں، ان میں دیگر عارضی و وقتی وجوہات کے ایک بنیادی اور مستقل وجہ یہ بھی تھی کہ:

''کونسل میں اکثر غیر شرعی قانون وضع کئے جاتے ہیں، جن کی تحریک یا تائید یا اس پر سکوت، باوجود قدرتِ مخالفت کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں......''

دنیائے افتاء کی تاریخ میں شاید ہی کوئی فتویٰ اتنے اہتمام سے شائع ہوا ہو جس پر پانچ پانچ سو

علماء کی مہرِ تصدیق ثبت ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ تھا بھی کچھ اسی شان و اہمیّت کا، اس لئے کہ دین سے ناواقف اور مغرب زدہ مسلمانوں کا ایک گروہ طاغوتی پارلیمانوں کی شرکت میں کوئی قباحت سمجھتا ہی نہ تھا''۔

(نظامِ طاغوت سے براءت، ص: ۱۷ تا ۲۰)

درج بالا اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس خطے کے مختلف مکاتبِ فکر سے تعلّق رکھنے والے علماء نہ صرف جمہوریت اور اس کے ذیلی اجزاء کو اسلام سے متصادم سمجھتے ہیں، بلکہ وہ ''مغربی جمہوریت'' اور ''اسلامی جمہوریت'' کی غیر واقعی و غیر شرعی تقسیم کو بھی نہیں مانتے۔ اگر یہ علمائے کرام ''اسلامی جمہوریت'' کے تصور کو...... جو کہ محض کتابوں میں موجود ایک فرضی تصور ہے، نہ کہ ارضِ واقع پر موجود کوئی حقیقت...... اگر یہ اسے بھی ''اسلامی'' ماننے سے انکار کرتے ہیں، تو پاکستان کے نظامِ سیاست کو آخر کس بنیاد پر ''اسلامی'' کہا جا سکتا ہے جبکہ یہ نظام تقریباً ساٹھ سال سے خالص مغربی جمہوری اصولوں کے مطابق چل رہا ہے؟

۳) پاکستان کا معاشی نظام

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ پاکستان میں رائج معاشی نظام شرعی تعلیمات کی بجائے سرمایہ دارانہ اصولوں اور سودی لین دین پر مبنی ہے۔ اس نظام اور کفار کے کسی بھی ملک میں رائج نظامِ معیشت میں کوئی ادنیٰ سا فرق نہیں پایا جاتا۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پاکستان سمیت تمام مسلم خطوں کی معیشت، درحقیقت یہود کی سربراہی میں چلنے والے عالمی معاشی سودی نظام کا جزو ہے، نہ کہ کوئی مستقل بالذات نظام۔ اس عالمگیر دجالی معاشی نظام کی روح کرنسی کے ''کاغذی نوٹ'' میں ہے اور ''بینک'' اس شیطانی نظام کا عملی محور ہے۔

الحمد للہ ہم ایک ایسی امت کا حصّہ ہیں جس نے کم و بیش تیرہ سو سال دنیا پر حاکمیت کی ہے...... اور یہ حاکمیت بھی کسی خاص خطۂ زمین تک محدود نہیں رہی، بلکہ تین براعظموں پر مسلمانوں کو بالفعل غلبہ و اقتدار حاصل تھا۔ پھر یہ سلطنت معاشی اعتبار سے بھی کوئی پس ماندہ و فقیر سلطنت نہ تھی، بلکہ تاریخِ انسانی میں کم ہی کسی قوم کو مال و دولت اور سامانِ دنیا کی ایسی فراوانی اور عوام و خواص، دونوں کی سطح پر ایسی خوش حالی و آسودگی میسر آئی ہوگی، جیسی امتِ مسلمہ کے عرصۂ اقتدار میں دیکھی گئی۔ مسجدِ قرطبہ، قصرِ الحمراء، مدینۃ

الزھراءاور مسلم ہسپانیہ میں بکھرے ایسے ہی دیگر تعمیراتی شاہکار آج تک ہماری عظمتِ رفتہ کی گواہی دیتے ہیں اور ساتھ ہی اولواالابصار کے لئے اپنے اندر عبرت کا عجیب سامان بھی رکھتے ہیں۔لیکن غور طلب نکتہ یہ ہے کئی صدیوں پر محیط اور تین براعظموں پر پھیلی اس پرشکوہ سلطنت کے ان گنت علماء وفضلاء اپنے تبحرِ علمی کے باوجود اور تاریخِ عالم کے عظیم ترین کتب خانوں سمیت ہر قسم کی تحقیقی سہولیات میسر ہونے کے بعد بھی، کبھی قرآن وسنت سے ''بینک'' یا ''کاغذی کرنسی'' کا تصور نہ برآمد کر پائے اور نہ ہی تین براعظموں پر پھیلے اس عدیم النظیر معاشی نظام کو کامیابی سے چلانے کے لئے انہیں سودی لین دین کا سہارا لینا پڑا۔ پس یہ بات تھوڑے سے غور سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان، عالمِ اسلام، بلکہ پورے عالم میں قائم معاشی نظام...... ہمارا نظام نہیں۔ یہ کفر کا عطا کردہ نظام ہے۔ یہ اپنے ماخذ ومصدر کے اعتبار سے بھی کفر یہ ہے اور اپنے اصول وفروع میں بھی دین سے متصادم۔اس کو اسلامیانے کی کوشش کی بجائے،شریعت کی عطا کردہ معاشی تعلیمات کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے۔

کاغذی نوٹ کے خلاف مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا تاریخی فتویٰ

الحمدللہ، اللہ رب العزت نے ہر دور میں ایسے اہلِ علم بھیجے ہیں جو امت کے عقائد وافکار پر حملہ آور ہونے والے نت نئے فتنوں کو الٰہی تعلیمات کی روشنی میں پہچانیں، ان کے خطرات سے امت کو خبردار کریں، ان سے بچنے کی راہ سجھائیں اور بدلتے ہوئے حالات میں دینِ متین کا صاف اور سیدھا رستہ امت پر واضح کریں۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ آج سے تقریباً ستر (۷۰) سال قبل، جب یہ دجالی معاشی نظام دنیا بھر پر اپنی گرفت مستحکم کرنے کے ابتدائی مراحل میں تھا، امت کے بعض چوٹی کے علماء نے اس نظام کی حقیقت کو پہچان لیا۔انہوں نے اس خطرے کو بھانپتے ہوئے اس نظام سے بغاوت کی دعوت دی اور اسی حوالے سے فتاویٰ بھی جاری کئے۔ چنانچہ برصغیر کے معروف عالمِ دین، مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے ۱۹۴۰ء میں مراد آباد جیل سے کاغذی کرنسی نوٹ کے حوالے سے ایک مختصر فتویٰ جاری کیا جسے جمعیتِ علمائے ہند نے اپنے متفقہ موقف کے طور پر اپنایا۔ تعجب ہے کہ جس کاغذی نوٹ کی حقیقت ہمارے بزرگوں نے اس وقت پہچان لی تھی جب یہ دجالی نظام ابھی اپنے ابتدائی مراحل ہی میں تھا اور اس کا دجل بھی اتنا واضح نہ تھا...... کچھ اصحابِ علم آج سات دہائیاں گزرنے کے بعد بھی اس کو شرعی جواز بخشنے پر مصر ہیں۔ مولانا مدنی رحمہ اللہ کے اس فتوے کی عبارت حسب ذیل ہے:

''کاغذوں سے ہندوستان کا بے شمار سونا باہر گیا ہے اور امریکہ کے پاس گروی رکھ دیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ برابر جاری ہے...... آپ کو سمجھایا جا رہا ہے کہ دھوکے سے بچو۔ بے قیمت کاغذ لے کر اپنی دولت برباد مت کرو۔ نہ انگریزی حکومت کا کچھ اعتبار ہے، نہ ان کے بینکوں کا، نہ نوٹوں کا۔لہٰذا اگر تم اپنی پونجی محفوظ کرنا چاہتے ہو تو:

۱) کوئی نوٹ، بالخصوص ایک روپے والا یا پانچ روپے والا مت لو۔

۲) جس قدر نوٹ آپ کے پاس ہوں، اس کے بدلے میں روپیہ، سونا یا چاندی فراہم کر لو۔

۳) تمہارے جس قدر رقوم بینکوں میں ہیں ان کو واپس لے لو۔

۴) نوٹوں کے بدلے میں کوئی چیز مت فروخت کرو۔ گاؤں کے کاشت کار غلہ اس وقت فروخت کریں جب ان کو یقین ہو جائے کہ بدلے میں نوٹ نہیں دیئے جائیں گے۔

ننگِ اسلاف، حسین احمد غفر اللہ لہ (مراد آباد جیل)

(مکتوب ۱۴۳، مکتوباتِ شیخ الاسلام، جلد چہارم)''

(کتاب ''اسیرانِ مالٹا''، صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰)

یہ فتویٰ مروجہ معاشی نظام سے بغاوت اور بے وقعت کاغذی نوٹوں سے رشتہ توڑنے کی صریح دعوت ہے۔آپ اس فتوے میں کاغذی نوٹوں کی جگہ ''ثمنِ حقیقی'' یعنی سونے اور چاندی کی طرف لوٹنے اور اسے بطور کرنسی استعمال کرنے پر ابھارتے ہیں (جو کہ اسلامی نظامِ معیشت میں کئی صدیوں تک رائج رہنے والی حقیقی کرنسی ہے)۔اسی طرح آپ کاشت کاروں کو حتی الامکان تبادلۂ اشیاء (بارٹر تجارت) پر اکتفاء کرنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ اس فتوے سے یہ بات بھی واضح ہے کہ مولانا مدنی رحمہ اللہ پر یہ تصور بالکل واضح تھا کہ کاغذی نوٹ کاغذ کی ایک بے وقعت پرچی اور دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں اور اس کو اپنائے رکھنے کے نتیجے میں ہمارے پاس محض کاغذ کی پرچیاں رہ جائیں گی، جبکہ اصل قیمت کی حامل چیز، یعنی سونا اور چاندی یہود کے پاس جمع ہوتا جائے گا۔ کاش! آج امت میں یہ احساس بیدار ہو جائے کہ کاغذی کرنسی کا یہ نظام ہمارے گلے میں ڈلا غلامی کا پھندا ہے، جس سے آزادی کی راہیں سوچے بغیر امتِ مسلمہ، بلکہ پوری انسانیت کو یہودی ساہوکاروں کی غلامی سے نکالنا تقریباً ناممکن ہے، واللہ اعلم بالصواب!

کاغذی نوٹ کے حوالے سے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے تلامذہ کا مؤقف

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، مفتیٔ اعظم مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اور مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ جیسے اکابر اہلِ علم نے بھی کاغذی نوٹ کو ''ثمنِ عرفی'' اور ''مال'' ماننے سے انکار کیا۔ آپ حضرات نوٹ کو محض بینک کی طرف سے دی گئی ایک ''رسید'' قرار دیتے تھے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ نوٹ کی پشت پر ابتداء میں یہی تصور موجود تھا کہ یہ ایک رسید ہے، جو بینک کو دے کر اس پر درج مالیت کے بقدر سونا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ اسی کی یادگار ہے کہ آج تک ہر نوٹ پر لکھا ہوتا ہے کہ ''حاملِ ھذا کو مطالبہ پر ادا کیا جائیگا'' حالانکہ عملاً جنگِ عظیم دوم کے بعد یہود نے سونے اور کاغذی نوٹ کا باہمی رشتہ توڑ دیا تھا۔ اب تو یہ محض کاغذ کی پرچیاں ہیں جن کی پشت پر کوئی حقیقی قدر و قیمت کی حامل شے نہیں موجود۔ پس یہ کبار علماء کاغذی نوٹ کو اسلامی نظامِ معیشت میں رائج سونے چاندی کے سکوں کا متبادل نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ وہ سکے حقیقی قدر و قیمت کے حامل تھے، جب کہ یہ محض کاغذ کے بے وقعت ٹکڑے ہیں۔ چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں درج ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا کاغذی نوٹ دیگر سکّوں کی طرح ہیں یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''نہیں''۔ نیز ایک دوسرے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا:

> ''جب جلے ہوئے نوٹ دکھانے سے روپیہ مل جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سرکار بھی نوٹ کو 'سندِ مال' (یعنی محض مال کی رسید) سمجھتی ہے، اگر (یہ) 'مال' ہوتا تو اگر کوئی کپڑا خریدے اور وہ جل جاوے تو اس کو جلا ہوا دکھلا کر کیا کوئی شخص روپیہ لے سکتا ہے''؟

(امداد الفتاویٰ، جلد سوم، ص ۱۶۶، ۱۶۷)

ان علماء کے نزدیک کاغذی نوٹ پر ''حوالہ'' کے جملہ احکام مرتب ہوتے ہیں۔ کاغذی نوٹ کو مال اور ثمنِ عرفی ماننے سے انکار کرنے اور اس پر حوالہ کے احکام مرتب کرنے سے بہت سی عملی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، جس کی چند مثالیں ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں:

۱۔ (ھنڈی کا کاروبار ناجائز ٹھہرتا ہے کیونکہ) نوٹ بذاتِ خود روپیہ اور نقد مال نہیں، بلکہ یہ ایک رسید ہے، یعنی نوٹ میں درج رقم نوٹ رکھنے والے کا سٹیٹ بینک پر قرض ہے اور یہ نوٹ اس قرض کی رسید اور سند ہے۔ جب کوئی خریدار کسی کو قیمت کے بدلے میں نوٹ دیتا ہے تو گویا

خریدار نے بائع سے کہا کہ میرا بینک پر اتنا قرضہ ہے۔تم یہ رسید لے کر یہ رقم بینک سے وصول کر لو۔ یہ تبادلہ اس لئے ناجائز ہے کہ یہ ''بیع الدَّین بالدَّین'' ہے اور حضور علیہ السلام نے ''بیع الکالي بالکالي'' (یعنی بیع الدین بالدین) سے ممانعت فرمائی ہے۔

۲۔اسی طرح مختلف ممالک کی کرنسیاں،مثلاً ریال، درہم، ڈالر اور پاکستانی روپے ایک جنس ہیں،لہٰذا ان حضرات کے نزدیک کرنسیوں کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ جائز نہ ہوگا۔

۳۔اس مؤقف کی رو سے کسی شخص نے دوسرے کو اگر ایک ہزار روپے کا نوٹ اس کے قرض کے عوض دیا تو اس سے نہ تو اس کا قرض ادا ہوا اور نہ ہی یہ اس کا عوض ہوا، بلکہ مقروض نے اس کو بینک کا حوالہ دیا کہ یہ رسید لے لو اور بینک پر جو میرا ایک ہزار روپے قرض ہے وہ تم وصول کرلو۔ اب اگر بینک نے بھی اس کو سو روپے کے دس نوٹ ہی مثلاً دے دیئے تو بھی اس نے اپنا قرض وصول نہیں کیا، بلکہ ایک رسید اور دستاویز کے بدلے بینک نے متعدد رسیدیں اور دستاویزات دیں۔البتہ اگر اس نوٹ کے بدلے اس نے بازار سے کوئی مال خرید لیا تب اس کو اپنے قرض کا بدل ملا یا بینک نے اس کو سونے چاندی کے سکے دیئے،تب بھی اس نے اپنا قرض وصول کیا۔

۴۔ان علماء کے نزدیک حسب ذیل چیزیں نوٹ دینے سے ادا نہیں ہوتیں: جن چیزوں میں تملیک ضروری ہے ،صدقاتِ واجبہ،عشر و زکوٰۃ ،صدقۂ فطر، نذر، ہبہ اور کفارہ وغیرہ۔ایسی چیزوں کی ادائیگی میں اگر نوٹ دیا تو عشر و زکوٰۃ وغیرہ اس وقت ادا ہوں گے جب مسکین اس نوٹ کے بدلے میں بازار سے کوئی مال یا سونا چاندی یا دھات کے نقد سکے لے۔اور اگر مسکین نے اس نوٹ سے قرض ادا کیا یا اس سے دکان کا کرایہ یا مزدور کی اجرت ادا کی یا وہ نوٹ اس سے گم ہوا تو ان تمام صورتوں میں زکوۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔اس پر فرض ہے کہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے کیونکہ ان کے نزدیک زکوٰۃ دینے والے نے مسکین کو رقم اور مال نہیں دیا، بلکہ رسید دی ہے، گویا زکوٰۃ دینے والے نے مسکین کو رقعہ لکھ کر دیا کہ فلاں آدمی سے اتنا مال زکوٰۃ کے طور پر لے لو،مگر مسکین کے ہاتھ سے راستے میں وہ رقعہ ضائع ہوا اور وہ مال وصول نہ کر سکا۔

(جدید فقہی رسائل و مسائل از مولانا نور محمد وزیرستانی،صفحہ ۴۶۱ تا ۴۶۹)

یہ بحث یہاں کھولنے سے مقصود کسی مفصل فقہی مباحثے میں داخل ہونا نہیں، بلکہ صرف یہ واضح کرنا ہے کہ برصغیر کے ان کبار اہلِ علم نے اتنی سنگین عملی پیچیدگیوں کو دیکھنے کے باوجود عوام کے لئے ''رخصت'' اور''اضطرار'' کے دروازے چوپٹ کھولنے کی راہ نہیں اختیار کی۔ فتاویٰ دینے میں علمائے راسخین کا منہج ہمیشہ یہی رہا ہے کہ انہوں نے اصل حکمِ شرعی کو پوری وضاحت سے بیان کیا ہےاور رخصتوں کو ہمیشہ محدود ترین دائرے میں رکھنے کی سعی کی ہے، تاکہ ''اضطرار'' کو''اصل'' اور ''رخصت'' کو ''عزیمت'' نہ سمجھ لیا جائے۔ نیز یہ تو کبھی بھی اہلِ حق علماء کا طرز نہیں رہا کہ لوگوں کو سہولت پہنچانے اور عملی پیچیدگیوں سے بچانے کی فکر ان پر اتنی غالب ہو کہ وہ حقیقی اضطرار میں مبتلا افراد کی بجائے پورے پورے معاشروں کو رخصت کی راہیں دکھلا دیں اور مسلم معاشرے کو یہ اطمینان دلا دیں کہ کفر کی ہمہ گیر حاکمیت تلے رہتے ہوئے بھی شریعت پر مکمل طور پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے۔اس کے برعکس مذکورہ بالا فتاویٰ اگرچہ عملی طور پر انتہائی پیچیدہ مسائل کو جنم دیتے نظر آتے ہیں،لیکن یہ فتاویٰ اپنے اندر یہ واضح پیغام رکھتے ہیں کہ ان عملی پیچیدگیوں سے بچنے اور شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی واحد صورت یہی ہے کہ مسلمان کفر کی غلامی سے نکلیں اور شرعی خلافت قائم کریں۔ یہ شریعت غلاموں کا دستور العمل بننے نہیں آئی، دنیا پر سیادت وحاکمیت کے لئے اتاری گئی ہے،واللہ اعلم بالصواب!

''اسلامی بینکاری'' کے خلاف اکابر علمائے وقت کا فتویٰ

یہ امر بھی معروف ہے کہ اس معاشی نظام کے محور،یعنی''بینک'' کو پاکستان بھر کے اہلِ علم شریعت سے متصادم قرار دیتے رہے ہیں اور آج بھی اپنی تحریرات وفتاویٰ کے ذریعے عوام المسلمین کو بینکوں کے اس شیطانی جال سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ نیز اب تو یہ معاملہ مزید واضح ہو گیا ہے۔گزشتہ کچھ سالوں میں بعض اہلِ علم نے عوام کو سودی بینکاری کی قباحتوں سے بچانے کی نیت سے''اسلامی بینکاری'' کو ایک متبادل نظام کے طور پر جاری کیا تھا۔لیکن الحمدللہ اہلِ علم کے ایک وسیع حلقے اور بہت سے اکابر علماء نے اس نام نہاد''اسلامی بینکاری'' کو بھی ایک متفقہ فتوے کے ذریعے خلافِ شرع قرار دے کر مسئلے کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ یہ فتویٰ اس بات کا عکاس ہے کہ ہمارے علماء نہ صرف اس معاشی نظام کو غیر شرعی سمجھتے ہیں، بلکہ اس میں کسی ترمیم کے ذریعے اسے قابلِ قبول بنانے کی ہر سعی کو لاحاصل اور شرعاً غلط گردانتے ہیں۔ اللہ ان سب اہلِ علم کو اس جرأت مندانہ فتوے پر ڈھیروں اجر وثواب سے نوازیں! عصرِ حاضر کا طاغوتی

نظام جن ستونوں پر کھڑا ہے، ان شاء اللہ یہ فتویٰ ان میں سے ایک اساسی ستون کو گرانے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ ذیل میں اس فتوے کی عبارت نقل کی جارہی ہے:

''گزشتہ چند سالوں سے اسلامی شرعی اصطلاحات کے حوالے سے رائج ہونے والی بینکاری کے معاملات کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا جارہا تھا اوران بینکوں کے کاغذات، فارم اوراصولوں پرغور وخوض کے ساتھ ساتھ اکابر فقہاء کی تحریروں سے بھی استفادہ کیا جاتا رہا تھا۔

بالآخر اس سلسلے میں حتمی فیصلے کے لیے ملک کے چاروں صوبوں کے اہلِ فتویٰ علمائے کرام کا ایک اجلاس مؤرخہ ۲۸ اگست ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۵ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بروز جمعرات حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی زیرِ صدارت جامعہ فاروقیہ کراچی میں منعقد ہوا۔

اجلاس میں شریک مفتیانِ عظام نے متفقہ طور پر یہ فتویٰ دیا کہ اسلام کی طرف منسوب مروجہ بینکاری قطعی غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے۔ لہٰذا ان بینکوں کے ساتھ اسلامی یا شرعی سمجھ کر جو معاملات کئے جاتے ہیں وہ ناجائز اور حرام ہیں اوران کا حکم دیگر سودی بینکوں کی طرح ہے''۔

(بحوالہ: ویب سائٹ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی)

اس فتوے پر دستخط کرنے والوں میں شیخ الحدیث مولانا سلیم خان خان صاحب (جامعہ فاروقیہ کراچی)، مفتی غلام قادر صاحب (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)، مفتی حمید اللہ جان صاحب (جامعہ اشرفیہ لاہور)، مفتی احتشام اللہ آسیا آبادی صاحب (جامعہ رشیدیہ، تربت مکران، بلوچستان)، مفتی عبدالمجید دین پوری صاحب (بنوری ٹاؤن)، مفتی زرولی خان صاحب، مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ، مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب، مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب اور مفتی حبیب اللہ شیخ صاحب دامت برکاتہم العالیہ جیسے چوٹی کے علماء شامل تھے۔

''اسلامی بیمہ کمپنیوں'' کے خلاف جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ

اسی طرح اسلامی بینکاری کے ساتھ ساتھ اس معاشی نظام کے دیگر اجزاء کے خلاف بھی فتاویٰ جاری کئے گئے۔ مثلاً: ''اسلامی بیمہ کمپنیوں'' کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن (کراچی) کے دارالافتاء نے یہ فتویٰ دیا کہ:

''ہمارے علم کے مطابق مروجہ تکافل کمپنیاں اپنے اسلامی مقاصد کو پورا کرنے کے بجائے روایتی بیمہ کے مقاصد کو اسی ڈھب پر پورا کر رہی ہیں۔ اسی لیے ہم ان کمپنیوں کو اسلامی شمار نہیں کرتے۔ لہٰذا ان میں ملازمت بھی جائز نہیں ہوگی''۔

(بحوالہ: ویب سائٹ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی)

الغرض علمائے کرام کے ان فتاویٰ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان اور دنیا بھر میں جاری نظامِ معیشت ایک خالص غیر شرعی نظام ہے اور اسے اسلامیانے کی کوشش ایک جہدِ لاحاصل ہے۔ شرعی نکتۂ نگاہ سے یہ نظام بہر صورت ایک سودی اور کافرانہ نظام ہی کہلائے گا...... اور سود خور کے خلاف تو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز میں اعلانِ جنگ کر رکھا ہے! اللہ ہمیں اس فتنے سے محفوظ فرمائیں!

۴) پاکستان کی فوج اور سیکورٹی ادارے

اب تک کی بحث سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ اس خطے کے اہلِ علم کے نزدیک پاکستان میں قائم ریاستی نظام کے تین اساسی شعبے، یعنی عدالتی نظام، سیاسی نظام اور معاشی نظام شریعت سے صراحتاً متصادم ہیں۔ اگر یہ تینوں بنیادی شعبے شریعت سے متصادم ہیں، تو کیا ان کی محافظ فوج اور دیگر سیکورٹی ادارے اسلام کے خادم اور مجاہدین فی سبیل اللہ قرار پا سکتے ہیں؟ حق تو یہ ہے کہ ان کا کفر و سرکشی اور ان کی دین سے بغاوت اس ریاست کے ہر دوسرے شعبے سے بڑھ کر ہے! کون نہیں جانتا کہ ریاستِ پاکستان میں اصل حاکم ''فوج'' اور ''فوجی جرنیل'' ہی ہیں؟! سیاسی قیادت تو فوج اور خفیہ اداروں کی منشاء و مرضی سے منتخب ہوتی ہے اور حکومت میں بھی اسی وقت تک رہتی ہے جب تک فوج ان سے راضی ہو۔ اسی طرح عدالتیں اور ذرائع ابلاغ بھی ہر دم فوج کے غضب سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ فوج نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) کی تعداد میں ہتھیار ڈالے، ملک توڑے، کشمیر بیچنے کا فیصلہ کرے، افغان بھائیوں کے قتلِ عام میں بھرپور حصّہ ڈالے، شریعت کے نام لیواؤں پر جنگی جہازوں، بھاری توپوں اور ٹینکوں سمیت چڑھ دوڑے، ''سیاسی قائدین'' کو پھانسی چڑھائے، ملک بدر کرے، ''آئین'' کو جب چاہے جیسے چاہے بدل ڈالے، بڑی بڑی جاگیریں اکٹھی کرے اور عوام کی دولت سے جرنیلوں کے بینک کھاتے بھرے...... بہر صورت اس فوج نے ''وطنِ عزیز'' کی نظریاتی سرحدوں کی محافظ، ''پاک فوج'' ہی کہلانا ہے! کس میں دم ہے کہ اس بے لگام سرکش گھوڑے کو نکیل ڈالے؟...... اس طاغوت کی قوت و سطوت سے بے پرواہ ہو کر

اس کا مکروہ چہرہ لوگوں کو دکھانے کی جرأت کرے؟ پس یہ فوج اور سیکورٹی ادارے ہی وہ اصل مسلح قوت ہیں جن کے بل پر یہ کفریہ نظام آج تک قائم ہے۔

ویسے تو اس فوج کا پورا نظام......ایک سپاہی یا افسر کا چناؤ، اس کی تربیت کے مراحل، اس کی ترقی کا معیار، اس کے شخصی و اجتماعی اہداف، فکر و فلسفہ و محرکات، ''آرڈر'' ماننے کی حدود، رہن سہن و اخلاق، انتظامی و عسکری فیصلوں کی بنیاد، دوست اور دشمن کی پہچان...... یہ سب ہی شریعت سے متصادم اور انگریز کا عطا کردہ ہے۔ یہ فوج کسی دوسرے جرم کا ارتکاب نہ بھی کرتی، تو محض اس کے نظام کا اپنی نہاد میں غیر شرعی ہونا ہی اسے ایک طاغوتی لشکر ثابت کرنے کے لئے کافی تھا۔لیکن یہاں اس موضوع پر تفصیلی بحث کرنا مقصود نہیں۔ یہاں تو ہم فوج کے صرف ان جرائم کا جائزہ لیں گے جن کا ارتکاب اگر یہ ایک خالص پابندِ شرع اسلامی فوج ہوتے ہوئے بھی کرتی......تو یہ ایک طاغوتی اور کفریہ فوج قرار پاتی۔اس فوج کے تین اساسی جرائم درج ذیل ہیں:

الف) نفاذِ شریعت سے انکار

ب) مسلمانوں کے خلاف کفار کی صریح معاونت

ج) مسلمانوں کے جان و مال پر ناحق حملہ

آیئے برصغیر کے علماء کے اقوال کی روشنی میں ان جرائم کا شرعی حکم معلوم کریں:

<u>الف) نفاذِ شریعت سے انکار</u>

آئینِ پاکستان کے مطابق اس کفریہ ''ریاست کی رِٹ'' قائم کرنا فوج کا فریضہ ہے۔قوت وقدرت رکھنے کے باوجود نفاذِ شریعت سے انکار کرنا، بلکہ الٹا کفار کا وضع کردہ نظام و قانون نافذ کرنا، تمام اہلِ علم کے نزدیک کفر ہے۔اس حوالے سے تفصیلی شرعی بحث کتاب میں گزر چکی ہے۔ اس موضوع پر علمائے برصغیر کے چند اقوال ملاحظہ کیجئے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا قول

گزشتہ صدی کے معروف فقیہ و مفسر اور مدرسۂ دیوبند کے نمایاں ترین اہلِ علم وفضل میں سے ایک، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے مختصر کتابچے: ''**جزل الكلام في عزل الإمام**'' میں حاکم کے فسق کی اقسام ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”والقسم السابع:أن يرتكب فسقًا متعديًا إلى دين الناس، فيكرههم على المعاصي، وحكمه حكم الإكراه المبسوط في محله، ويدخل هذا الإكراه في بعض الأحوال في الكفر حقيقتًا أو حكمًا، وذلك بأن يصر على تطبيق القوانين المصادمة للشريعة الإسلامية، إما تفضيلاً لها على شرع اللّٰه، وذلك كفر صريح، أو توانيًا، وتكاسلاً عن تطبيق شريعة اللّٰه بما يغلب منه الظن أن العمل المستمر على خلاف الشريعة يحدث استخفافًا لها في القلوب، فإن مثل هذا التواني والتكاسل، وإن لم يكن كفرًا صريحًا بحيث يكفّر به مرتكبه، ولكنه في حكم الكفر، بدليل ما ذكره الفقهاء من أنه لو ترك أهل بلدة الأذان حل قتالهم، لأنه من أعلام الدين، وفي تركه استخفاف ظاهر به. راجع باب الأذان من رد المحتار.

وحينئذ يلحق هذا القسم بالقسم الثالث، وهو الكفر البواح، فيجوز الخروج على التفصيل الذي سبق في حكمه“.

”ساتویں قسم: یہ ہے کہ حاکم ایسے فسق کا مرتکب ہو جو (اس کی ذات تک محدود نہ ہو بلکہ) لوگوں کے دین پر اثر انداز ہو؛ مثلاً وہ انہیں گناہوں پر مجبُور کرے۔ اس جبر پر ”اکراہ“ ہی کے احکامات لاگو ہوتے ہیں، جو کہ اپنے مقام پر تفصیلاً بیان کئے جا چکے ہیں۔ یہ جبر و اکراہ بعض مرتبہ حقیقتاً اور بعض مرتبہ حکماً کفر میں داخل ہو جاتا ہے...... مثلاً، جب حاکم شریعت سے متصادم قوانین کے نفاذ پر اصرار کرے۔ اب اگر تو وہ ایسا اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ ان خلافِ شرع قوانین کو شرعی قوانین سے بہتر سمجھتا ہے تو یہ کفرِ صریح ہے۔ اور اگر وہ (ایسا تو نہیں سمجھتا لیکن) شریعت کے نفاذ میں سستی و لاپروائی سے کام لیتا ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ زیادہ عرصے تک خلافِ شرع نظام چلتے رہنے کے نتیجے میں دلوں سے شریعت کی عظمت اٹھ جائے گی...... تو ایسی سستی و لاپروائی اگرچہ حقیقتاً کفرِ صریح تو نہیں کہ اس کے مرتکب کو کافر قرار دیا جائے، لیکن اسے حکمِ شرعی کے اعتبار سے کفر ہی میں داخل سمجھا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی علاقے کے لوگ اذان دینے سے انکار کریں تو ان کے خلاف قتال جائز ہوگا کیونکہ اذان شعائرِ

دین میں سے ہے اور اسے ترک کرنا اس کی عظمت و اہمیّت ختم کرنے کے مترادف ہے۔ تفصیل کے لئے کتاب ''رد المحتار'' کا ''باب الأذان'' دیکھئے۔

پس اس صورت میں یہ ساتویں قسم بھی تیسری قسم، یعنی کفرِ بواح (کفرِ صریح)، میں شامل سمجھی جائے گی اور ایسے میں...... تیسری قسم میں ذکر کردہ تفصیلی احکام کو ملحوظ رکھتے ہوئے...... خروج جائز ہوگا''۔

(تكملة فتح الملهم بشرح صحيح المسلم، المجلد الثالث، كتاب الإمارة)

مفتی تقی عثمانی صاحب کا قول

معروف عالمِ دین مفتی تقی عثمانی سلّمۂ اللہ مسلم شریف کی شرح میں حاکم کے فسق کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''و الثاني، ماكان متعدياً، و ذلك بترويج مظاهر الكفر و إقامة شعائره، وتحكيم قوانينه، و استخفاف أحكام الدين، و الإمتناع عن تحكيم شرع الله مع القدرة على ذلك لاستقباحه، وتفضيل غير شرع الله عليه. فهذا ما يلحق بالكفر البواح، ويجوز حينئذ الخروج بشروطه''.

''(حاکم کے فسق کی) دوسری قسم یہ ہے وہ اس کی ذات تک محدود نہ ہو بلکہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہو...... یعنی وہ مظاہرِ کفر کو ترویج دے، شعائرِ کفر قائم کرے، کفریہ قوانین کے مطابق فیصلے کرے، شرعی احکامات کی تحقیر کرے، اللہ کی شریعت کو ناپسند کرنے کے سبب قدرت رکھنے کے باوجود اس کے نفاذ سے گریز کرے اور رب کی شریعت پر دیگر قوانین کو ترجیح دے۔ فسق کی یہ قسم کفرِ بواح ہی میں شامل سمجھی جائے گی اور ایسے میں خروج اپنی شروط کے ساتھ جائز ہوگا''۔

(تكملة فتح الملهم بشرح صحيح المسلم، المجلد الثالث، كتاب الإمارة)

مولانا امین اللہ پشاوری کا فتویٰ

مولانا امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ کے فتاویٰ میں کسی سائل کا یہ سوال منقول ہے کہ:

''وسئل حفظه الله ورعاه عن الذين لا يحكمون بما أنزل الله مع قدرتهم على ذلك ومع ادعائهم الإسلام، ويحكمون بقوانين وضعية كفرية تخالف دين

الإسلام في أكثرها، ولا يسعون أبدًا بنشر الأصول الشرعية، بل لا يخطر ببالهم ذلك، ومن خالف قانونهم الوضعي أخذوه وسجنوه بل قتلوه. فهل هؤلاء كفار خارجون عن الملة أم هم من المسلمين العصاة؟......بارك الله في عمركم وعلمكم".

''شیخ امین اللہ حفظہ اللہ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، حالانکہ وہ اس کی قدرت بھی رکھتے ہیں اور مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ پھر یہ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ الٹا ایسے کفریہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں جن میں سے بیشتر دینِ اسلام سے متصادم ہیں۔ نیز یہ لوگ شرعی اصول عام کرنے کی سعی بھی نہیں کرتے، نہ اس بارے میں سوچتے ہیں......اور اس کے برعکس، جو کوئی ان کے خود ساختہ قانون کی مخالفت کرے، یہ اسے پکڑتے اور گرفتار کرتے ہیں اور اسے قتل تک کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ ازراہِ کرم بتائیے کہ کیا یہ لوگ ملت سے خارج کفار ہیں، یا محض گناہ گار مسلمان؟......اللہ آپ کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائے''!

اس اہم موضوع پر جواب دیتے ہوئے آپ درج ذیل فتویٰ دیتے ہیں، جو آپ کی ایمانی جرأت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اللہ آپ کو بہترین جزا سے نوازے۔ آپ فرماتے ہیں:

الحمد لله رب العالمين والصلٰوة السلام على رسوله محمد وآله وأصحابه وخلفائه إلى يوم الدين، أما بعد:

فإن إقامة الخلافة الإسلامية التي تحكم بجميع ما أنزل الله من أهم الواجبات الدينية وفرض على كل أحد السعي لذلك بقدر ما استطاع، ولذلك الصحابة رضي الله عنهم لم يدفنوا النبي صلى الله عليه وسلم لما لم يكن لهم خليفة، فنصبوا الخليفة أولاً ثم بدأوا بتدفينه صلى الله عليه وسلم.

واعلم! أن الذي لا يحكم بما أنزل الله نوعان:

النوع الأول: الذي يقر بالإسلام ويعتقد أن ما أنزل الله حق وصدق وله الفضيلة التامة، ولكن يحكم في مسئلة جزئية شخصية بغير ما أنزل الله اتباعًا

لـلهـوى أو لـلعصبية، ويعتقد أنه على غير هدى ويخجل نفسه، فهذا النوع لا يـكـفـره إلا الـخـوارج الـمـارقـون عـن الـديـن، وهذا هو مراد المفسرين في تفسيرهم لقوله تعالٰى:

﴿و من لم يحكم بما أنزل الله فأولٰئك هم الكافرون﴾

الـنـوع الثـانـي: الـذي لـه قدرة تامة وأعطاه الله الملك، وهو الذي يستطيع أن يعزل جميع أصحاب الولايات في يوم واحد، ومع ذلك لم يحكم بما أنزل الله بـل لا يـخـطـر ببـالـه ولا يسـعـى لـه، ويسوس الناس بالقانون الوضعي، الذي يـخـالف الإسـلام بـجـميعه أو بأكثره، ولا يحكم بشريعة الله إلا إذا كان فيها أصـل يـوافـق هـواهـم، مثـل الـزكاة والعشر والخراج، أو يوافق ذلك القانون الـكـفـري الوضعي، ثم لا يحكم به لأنه شرع الله أو أنه يجريه خوفاً من الله بل لأنـه لا يخالف مقصودهم، فهذا النوع، لا يشك أحد في أنه كافر مرتد خارج عـن الإسـلام وهـو الذي قال فيه النبى صلى الله عليه وسلم: ((حتى تروا منهم كفرًا بواحًا)) فهذا كافر بالكفر البواح واجب قتله بعد استتابته".

''تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو اللہ کے نبی پر، ان کی آل پر، ان کے اصحاب اور ان کے خلفاء پر......امابعد:

بلاشبہ ایک ایسی اسلامی خلافت کا قیام جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کو مکمل طور پر نافذ کرے، اہم ترین دینی واجبات میں سے ہے اور ہر مسلمان پر اس کے لئے بقدرِ استطاعت کوشش وسعی کرنا فرض ہے۔ اسی لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہیں فرمائی جب تک وہ خلیفہ کے چناؤ سے فارغ نہیں ہو گئے۔ پس پہلے خلیفہ کا تقرر کیا گیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کی تدفین۔

خوب جان لو! شریعتِ الٰہی سے ہٹ کر فیصلہ کرنے والوں کی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: وہ شخص جو اسلام کا اقرار کرتا ہو اور اس کا ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل کیا ہے وہ حق و سچ ہے اور اسے ہر دوسری شریعت پر ہر اعتبار سے فضیلت حاصل ہے۔ لیکن پھر یہ شخص اپنی

خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے یا عصبیت کے جذبے سے مغلوب ہوکر کسی جزوی وانفرادی مسئلے میں شریعت سے ہٹ کر فیصلہ کر بیٹھے اوراس پر شرمندگی بھی محسوس کرے اور یہ اعتقاد بھی رکھے کہ میرا یہ فعل قطعی غلط ہے۔ایسے شخص کو دین سے نکلے ہوئے خارجیوں کے سوا کوئی کافر نہیں کہتا اور مفسرین نے بھی آیت ﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون﴾ کے ذیل میں اگر شریعت سے ہٹ کر فیصلہ کرنے کو کافر کہنے سے احتراز کیا ہے تو وہ اسی قسم کے لوگوں کا تذکرہ کررہے تھے۔

دوسری قسم: وہ شخص جسے مکمل قدرت واختیار حاصل ہو، اللہ نے اسے حکومت واقتدار بخشا ہو اور اگر وہ چاہے تو ایک دن کے اندر اندر تمام حکومتی عہدیداروں کو معزول کردے...... پھر اس کے باوجود وہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرے، نہ اس بارے میں سوچے، نہ اس کے لئے سعی کرے اور الٹا انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق لوگوں پر حکومت کرے، اگرچہ وہ بالکلیہ شریعت سے متصادم ہوں یا ان کی اکثریت خلافِ شرع ہو۔ نیز یہ شخص شریعت کے کسی حکم کو تبھی باقی رکھے جب وہ اس کی خواہشات سے نہ ٹکرائے، مثلاً لوگوں سے زکوٰۃ، عشر اور خراج وغیرہ وصول کرنے کا حکم باقی رکھے (کیونکہ اس کے نتیجے میں حکومت کو بہت سے اموال حاصل ہوتے ہیں)۔اسی طرح وہ ایسے شرعی احکام باقی رکھنے پر بھی راضی ہو جن کی گنجائش وہ اپنے کفری انسانی قانون میں پائے، لیکن وہ ان شرعی احکام کو یہ سمجھ کر باقی نہ رکھ رہا ہو کہ یہ اللہ کا حکم ہیں، بلکہ محض اس لئے باقی رکھ رہا ہو کہ یہ احکامات اس کے (مذموم) مقاصد میں کوئی خاص رکاوٹ نہیں ڈالتے۔ کچھ شک نہیں کہ ایسا کرنے والا شخص کافر ومرتد اور اسلام سے خارج ہے۔ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان صادق آتا ہے کہ: ”حتی تروا منهم كفرًا بواحًا“ یعنی ”جب تم ان حکمرانوں کو صریح کفر میں مبتلا دیکھ لو (تو تبھی ان کے خلاف تلوار اٹھانا)“۔بلاشبہ یہ شخص کفرِ بواح کا مرتکب کافر ہے اور اس کو توبہ کی دعوت دینے کے بعد قتل کرڈالنا واجب ہے“۔

(فتاوی الدين الخالص، المجلد۲، ص:۱۶۳ و ما بعده)

مولانا ولی اللہ کا بلگرامی کا ایک قیمتی اقتباس

مولانا ولی اللہ کا بلگرامی (فكَّ اللّٰــهُ اسرَهُ) نے مالاکنڈ میں نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ حکومت وفوج کے ظالمانہ سلوک کا نقشہ کھینچتے ہوئے، سن ۱۴۲۱ھ (۱۹۹۸ء) میں درج ذیل باتیں لکھیں، جو بڑی حد تک سوات کے حالیہ فوجی آپریشن کی روداد محسوس ہوتی ہے...... بلکہ بعض اعتبار سے تو موجودہ فوجی کارروائی ظلم وفساد اور کفر ونفاق میں تمام سابقہ فوجی کارروائیوں سے آگے بڑھ گئی ہے۔ آپ کا یہ اقتباس جہاں بہت سے دیگر فوائد ونکات پر مشتمل ہے، وہیں اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پاکستانی فوج کی دین دشمنی کوئی نیا امر نہیں، اس لشکرِ ارتداد کی سیاہ تاریخ تو ایسے 'کارناموں' سے بھری پڑی ہے...... البتہ ملکی ذرائع ابلاغ نے فوج کے ان کالے کرتوتوں پر آج تک پردہ ڈالے رکھا ہے۔ مولانا ولی اللہ لکھتے ہیں:

"والمسلمون في مالاكند وما يتعلق بها طالبوا الدولة بتطبيق الشرع المحمدي على صاحبها الصلوة والسلام، على شعب الحياة البشرية كلها منذ زمان، فلم تتحرك الحكومة كأنها ليست دولة إسلامية عندهم وهم يدعون أنها دولة إسلامية، بل هي حصن الإسلام.

وأما في نفس الأمر، فليست دولة باكستان دولة إسلامية، ولا دار إسلام لأن دستورها دستور كفري، وبالصلوة والصيام وإقامة الجمعة والأعياد لا تكون إسلامية، وإلا فتكون دول أوروبا وأمريكا وغيرها دولة إسلامية بعين هذا الدليل. ﴿هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ﴾ (آل عمران:١٦٧). ثم لمّا لم تجد لها بدّ، أعلنت مستسلمين ومنقادين ظاهرًا بتطبيق الشريعة في جميع شؤون الحياة إعلانًا قرطاسيًا من دون تسليم لها بالقلب ﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً﴾ (التوبة:٤٦)، ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد:٩). ولما طال الأمد ولم يوفوا بعدهم طولبوا بذلك ثانيًا وثالثًا مرة بعد مرة، فجمعوا عساكرهم من شتى النواحي وقاتلوا المسلمين وحاربوهم،

فقتلوهم وحبسوهم وآذوهم ما أمكن منهم، ولما لم يمنع المسلمين عن ذلك، وطالبوهم أشار بعض المترفين، أرباب الدولة، بقتل المسلمين وحبسهم ثانيًا، ولهم في ذلك سلف في من مضى﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ﴾(الأعراف:١٢٧)

فجمعوا العساكر وتألبوا على المسلمين فرموهم بأسلحة نارية مختلفة الأنواع بالقنابل والمدافع الرشاشة والدبابات المصفحة والبندقيات الرشاشة وغيرها من الأسلحة، فقتلوا المسلمين وحرقوا أمتعتهم كأنهم حاربوا أهل موسكو أو أهل الهند، ورموا المساجد واستشهد من المسلمين كثيرون، فرحمهم اللّٰه سبحانه وبارك في أخلافهم وأعقابهم وجزاهم اللّٰه في الدنيا والآخرة، وأباد اللّٰه خضراء من قتلهم وقاتلهم، ومن أمر بذلك، وشتّت اللّٰه شملهم، وفرق جمعهم، ولا ترك على الأرض منهم ديّارًا، ودمّر اللّٰه عليهم من حيث لا يحتسبون، ونصر اللّٰه من نصر دينه، وجعلنا منهم، وخذل اللّٰه من خذل دينه ولا جعلنا منهم.

وهاجر كثير من المسلمين وتركوا بيوتهم وأهاليهم وأموالهم وبلادهم، فحرقت الجنود بيوتهم وأموالهم ونهبوها وآذوا أهاليهم حتّٰى ذراريهم وصبيانهم كما صنعوا في منطقة باجور، وحبست الحكومة أكثر قوادها، وهم في السجون منذ زمن طويل. ومن لم تقدر الحكومة على الأخذ بهم منعوهم وحبسوهم في بلادهم ولا يعلم إلى متى تكون هذة الذلة ظاهرة، وهو عند اللّٰه عزة إن شاء اللّٰه سبحانه، ومنعت الحكومة كل دعوة وموعظة حتى في المساجد يوم الجمعة سوى الأذان، وأخافت الناس بكل ما أمكن منها، وإلى الحال الحالة هذه، وأخذوا كل من عليه عمامة سوداء، وكل من كانت على داره أو حانوته راية سوداء وبيضاء، بل حبسوا في أول الحالة أصحاب اللحى

الموفرة، وأخبرني بعض الناس أن الشرطة والجند قاموا في أول الأمر يوقفون السيارات فيسألون الراكبين فيها: من منكم يطالب الحكومة بالإسلام؟ فيسكت القوم خوفًا من ظلمهم، ومن اجتراء منهم على الجواب أنزلوه من السيارة وجروه وضربوه، وذهبوا به إلى الحبس، والله أعلم كيف كان الأمر، لكن نعلم مما رأينا منهم أنهم لعلهم فعلوا ما أخبرت، و ليس ببعيد منهم.
ومع ذلك المسلمون كلهم في مالاكند وما يتعلق بها لم يتأخروا عما طلبوا قدر شبر، بل عرفوا أن الحكومة خدّاعة مكّارة، لا تطبق الشريعة ولا تريدها، فتهيؤا بكل ما يمكن منهم موافقًا للشرع منتظرين أمر العلماء القواد في ذلك''.

''مالاکنڈ اور اس سے ملحقہ علاقوں کے مسلمان ایک عرصے سے حکومت سے یہ مطالبہ کرتے چلے آ رہے ہیں کہ زندگی کے تمام شعبوں میں شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ کیا جائے، لیکن آج تک حکومت نے اس سمت کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ گویا کہ خود ان کی نگاہوں میں بھی یہ ایک اسلامی ریاست نہیں، حالانکہ وہ بالعموم یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست، بلکہ 'اسلام کا قلعہ' ہے۔

ارباب حکومت جو کچھ بھی کہیں، حقیقت یہی ہے کہ نہ تو پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، نہ ہی یہ کسی طرح بھی دارالاسلام کہلا سکتا ہے، کیونکہ اس کا دستور ایک کفری دستور ہے۔ محض نماز، روزے اور جمعہ وعیدین کی ادائیگی سے کوئی خطہ دارالاسلام نہیں بن جاتا، وگرنہ تو عین اسی دلیل کی بنا پر یورپ اور امریکا کے بھی بہت سے علاقے دارالاسلام قرار پائیں گے۔ ﴿یہ اُس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہیں اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے﴾ (آل عمران: ۱۶۷)

پھر جب حکومت پر دباؤ بڑھا اور اسے محسوس ہوا کہ اس کے پاس کوئی دوسرا چارہ نہیں، تو اس نے ظاہراً یہ مطالبہ تسلیم کر لیا، مگر دل سے تسلیم نہ کیا۔ چنانچہ حکومت نے ایک کاغذی کارروائی کرتے ہوئے تمام شعبہ ہائے زندگی میں شریعت کے نفاذ کا اعلان کر دیا: ﴿اور اگر وہ واقعی نکلنے کا ارادہ

رکھتے تو اس کے لئے کچھ سامان ضرور تیار کرتے ﴾(التوبة:۴۶) نیز ﴿یہ اس لئے کہ اللہ نے جو چیز نازل فرمائی انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو اللہ نے بھی ان کے اعمال اکارت کر دیئے ﴾ **(محمد:۹)**

لیکن جب ایک طویل مدت گزر جانے کے باوجود بھی اس اعلان پر عمل درآمد نہ ہوا تو نفاذِ شریعت کا مطالبہ دوبارہ وسہ بارہ کیا گیا۔ جواباً ملک کے مختلف علاقوں سے فوج اکٹھی ہوئی اور مالاکنڈ کے مسلمانوں پر حملہ کر ڈالا، ان کے خلاف جنگ کی، انہیں قتل کیا، گرفتار کیا اور ہر ممکن طریقے سے اذیت پہنچائی۔ الحمدللہ اس کے باوجود بھی لوگ اپنے اس مطالبے سے پیچھے نہ ہٹے۔ جب اربابِ حکومت نے یہ دیکھا تو انہوں نے دوبارہ فوج کو اشارہ کیا کہ وہ (شریعت کا مطالبہ کرنے والے ان) مسلمانوں کو قتل و گرفتار کریں۔ حکمرانوں اور فوجیوں کا یہ طرزِ عمل کوئی نئی بات نہیں، ان کے فرعونی 'اسلاف' بھی اسی رستے پر قائم تھے: ﴿اور قومِ فرعون میں جو سردار تھے، (وہ فرعون سے) کہنے لگے کہ کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ ملک میں خرابی کریں اور تجھے اور تیرے معبُودوں کو چھوڑ دیں۔ تو وہ بولا کہ ہم اُن کے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بلا شبہ ہم اُن پر غالب ہیں ﴾ **(الأعراف:۱۲۷)**

چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر اکٹھے کئے اور مسلمانوں پر چڑھ دوڑے، ہر قسم کے اسلحے سے انہیں نشانہ بنایا اور گولہ بارود، توپوں، ٹینکوں اور خودکار ہتھیاروں سمیت سبھی میسر اسلحہ استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو یوں قتل کیا اور ان کا ساز وسامان جلایا گویا وہ اہلِ ماسکو یا اہلِ بھارت کے خلاف برسرِ جنگ ہوں۔ ان بدبختوں نے مساجد ڈھائیں اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا، اللہ تعالیٰ ان سب شہداء پر رحم فرمائے، ان کی نسلوں میں برکت ڈالے اور دنیا و آخرت میں انہیں بہترین جزا عطا فرمائے! اللہ انھیں قتل کرنے والوں، ان کے خلاف جنگ کرنے والوں، اس جنگ کا حکم دینے والوں، سب کو تباہ و برباد کرے! اللہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرے، ان کی وحدت پارہ پارہ کرے، زمین پر ان کی کوئی بستی باقی نہ چھوڑے اور ان پر وہاں سے تباہی مسلط کرے جہاں سے ان کو گمان تک نہ ہو! اللہ ہر اس مسلمان کی نصرت کرے جو اس کے دین کی نصرت کرے اور ہمیں بھی اللہ انہی میں شامل فرمائے! اللہ ہر اس شخص کو رسوا کرے جو اس کے دین کا

ساتھ چھوڑے اور ہمیں اللہ ان میں شامل ہونے سے بچائے!

پس (فوج کے مظالم کے سبب) بہت سے مسلمان ہجرت کرنے اور اپنے گھر، اہل وعیال اور اموال و بلاد چھوڑنے پر مجبُور ہوئے۔ فوج نے ان کی عدم موجودگی میں ان کے گھر جلائے، اموال لوٹے، ان کے اہل وعیال حتیٰ کہ عورتوں بچوں تک کو اذیتیں دیں، جیسا کہ انہوں نے اس سے قبل باجوڑ میں بھی کیا تھا۔ حکومت نے اس تحریک کے بیشتر قائدین کو گرفتار کرلیا اور وہ ایک طویل عرصے سے جیلوں میں بند ہیں۔ جن قائدین کو گرفتار کرنا حکومت کے لئے ممکن نہ تھا انہیں نظر بند کر دیا گیا اور اپنے علاقے سے باہر نکلنے سے منع کر دیا گیا۔ نجانے کب تک یہ ذلت مسلط رہے گی...... اور ان شاء اللہ، اللہ کے یہاں تو یہ عزت ہی شمار ہوتی ہے۔ پھر حکومت نے محض اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ہر قسم کی دعوتی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی، حتیٰ کہ مساجد میں جمعے کے دن بھی محض اذان کی اجازت دی۔ الغرض لوگوں کو ہر ممکن طریقے سے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ صورتِ حال ابھی تک برقرار ہے۔ ہر وہ شخص جس کے سر پر کالا عمامہ یا گھر پر کالا جھنڈا ہوا سے گرفتار کیا گیا، بلکہ ابتداء میں تو ہر لمبی داڑھی والے کو بھی پکڑا گیا۔ مجھے بعض لوگوں نے بتایا کہ ابتدائی دنوں میں پولیس اور فوجی اہلکار گاڑیوں کو روک کر پوچھا کرتے تھے کہ: تم میں سے کون نفاذِ اسلام کا مطالبہ کرتا ہے؟ بیشتر لوگ ان کے ظلم کے خوف سے چپ رہتے اور جو کوئی جواب دینے کی جرأت کرتا اسے گھسیٹ کر گاڑی سے اتارا جاتا، مارا پیٹا جاتا اور جیل میں ڈال دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ حقیقتاً یہ معاملہ کیسے تھا، لیکن ان کے جو جرائم ہم نے آج تک دیکھے ہیں اس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسی حرکت کا سرزد ہونا ان سے کچھ بعید نہیں۔

ان سب مظالم کے باوجود مالاکنڈ اور ملحقہ علاقوں کے مسلمان اپنے شرعی مطالبے سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے ہیں۔ وہ جان گئے ہیں کہ یہ حکومت دھوکے باز و مکار ہے، نہ شریعت نافذ کرتی ہے، نہ ہی شریعت کو پسند کرتی ہے۔ پس اب وہ شرعی تعلیمات کے موافق ہر ممکن تیاری کر چکے ہیں اور اپنے قائدین، علمائے دین کے احکامات کے منتظر ہیں''۔

(إعلام الأعلام بمفهوم الدين و الإسلام أو رفع الحجاب عن مضار الجمهورية و الإنتخاب ،ص :۳۳۲-۳۳۴)

مولانا زاہد اقبال کا قول

مولانا زاہد اقبال سلّمہٗ اللہ اپنی کتاب ''اسلامی نظامِ خلافت اور ہماری ذمہ داریاں'' میں مسلم خطوں میں شریعت کے نفاذ میں حائل اساسی رکاوٹوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ آپ ان رکاوٹوں میں ''فوج'' کو سرِ فہرست شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''استعماری طاقتوں سے آزادی حاصل کرنے والے مسلم ممالک میں اسلامی تحریکوں کی اسلامی نظام اور نفاذِ شریعت کے لئے جدوجہد میں سب سے بڑی رکاوٹ فوج رہی ہے!

......احیائے اسلام کے لئے باقاعدہ جدوجہد کرنے والے حضرات کے لئے یہ بات قابلِ غور ہے کہ آخر تمام ممالک میں اسلامی تحریکوں کے خلاف فوج نے یہ کردار کیوں ادا کیا؟ اگر گہری نظر سے تحقیق و تجزیہ کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے استعماری طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ استعماری طاقتوں نے نوآبادیاتی دور میں مقامی لوگوں کو فوج میں بھرتی کیا۔ پھر ان کی مخصوص تربیت کر کے جہاں اپنے اقتدار کو طول دیا اور انہیں اپنے ہم وطن مجاہدین آزادی کے خلاف استعمال کیا وہاں جاتے جاتے ایسے لوگوں کو جانشین بنایا جو نہ صرف ان طاقتوں کے دیئے ہوئے نظام، افکار و نظریات، طرزِ معاشرت اور آئین کے محافظ تھے بلکہ نفاذِ اسلام کے لئے ہونے والی ہر کوشش کو بھی انہوں نے ایک منصوبہ بندی کے تحت ناکام کیا۔ انہی استعماری طاقتوں نے سول بیوروکریسی کا جو طبقہ تیار کیا تھا، اس نے بھی اس میں کردار ادا کیا۔ یہ دونوں طبقے (فوج اور سول بیوروکریسی) آج تک ان سامراجی طاقتوں کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نظامِ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ مذکورہ دونوں طبقوں کی اعلیٰ مناصب پر تقرریاں اور ترقیاں بھی اسی بنیاد پر ہوتی ہیں کہ وہ اسلام پسندوں کو کبھی آگے آنے دیں گے نہ اسلامی نظام کو نافذ ہونے دیں گے...... لہٰذا احیائے خلافت کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو اس پہلو پر غور کرنا ہوگا تاکہ اس بڑی رکاوٹ کو دور کیا جاسکے۔''

(اسلامی نظامِ خلافت اور ہماری ذمہ داریاں، فوج کا کردار، ص:۹۱)

مذکورہ بالا اقوال اس حقیقت کو واضح کر دیتے ہیں کہ پاکستانی فوج اور سیکورٹی ادارے شریعت کے نفاذ سے انکاری اور کفریہ نظام و قانون کے نفاذ پر مصر ہیں اور ان کا ایسا کرنا بالاتفاق دین سے ارتداد اور کفرِ

صریح کا موجب ہے۔

ب) مسلمانوں کے خلاف کفار کی صریح معاونت

مسلمانوں اور کفار کی جنگ میں کفار کا ساتھ دینا اور ان کی معاونت کرنا دائرۂ ایمان سے خارج کرنے والے خطرناک جرائم میں شمار ہوتا ہے۔کوئی حقیقی مسلمان یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ وہ دینی غیرت و حمیت اور خوفِ الٰہی سے اس قدر عاری بھی ہوسکتا ہے کہ جنگ جیسے نازک موقع پر اپنے ایمانی بھائیوں کا ساتھ چھوڑ کر رب کے باغی کافروں کا حامی بن جائے۔تبھی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس قبیح جرم پر اتنی سخت وعیدیں سنائی ہیں کہ تمام علماء ہی اس جرم کا ارتکاب کرنے والے کو کافر و مرتد قرار دیتے ہیں۔ یہاں ہم اسی مؤقف کی تائید میں، جو درحقیقت تمام علمائے سلف کا متفقہ مؤقف ہے، برصغیر کے ایک نامور عالمِ دین کا فتویٰ بطورِ نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا تاریخی فتویٰ

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے نام سے کون نہیں واقف۔علم وعمل کے اس چراغ کے ایک تاریخی فتوے کا اقتباس ہم یہاں نقل کررہے ہیں۔آپؒ کے اس فتوے کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے گویا آپ پاکستانی فوج ہی کو ذہن میں رکھ کر یہ فتویٰ دے رہے تھے۔قتلِ مسلم کی مختلف صورتوں پر بحث کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''قتلِ مسلم کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس فعل کو حلال سمجھے اور اس پر نادم اور متاسف نہ ہو، مثلاً کوئی مسلمان فوجی ہو اور وہ یہ سمجھے کہ لڑائی لڑنا ہی ہمارا کام ہے، مسلمان سامنے ہوں گے تو ان ہی سے لڑیں گے۔یعنی مسلمانوں پر تلوار اٹھانا کوئی گناہ کی بات نہیں۔ یا یوں سمجھے کہ ہمارے مالکوں کا یہی حکم ہے، ہم نے ان کا نمک کھایا ہے اس لیے ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔یعنی اگر کوئی اپنا نمک کھلا کر حکم دے کہ مسلمانوں کا قتل کردو تو قتل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، تو اس صورت میں تمام امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ وہ شخص قطعاً وحتماً کافر ہے۔یعنی اس کفر کا مرتکب ہوا ہے جو ملت سے خارج کردیتا ہے۔اس کا حکم شرعاً یہی ہوگا جو تمام کفار و مشرکین کا ہے، دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی۔کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کو مسلمان سمجھے اور اس سلوک کا حقدار کہے جو مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ کرنا چاہیے۔

قتلِ مسلم کی تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی مسلمان کافروں کے ساتھ ہوکران کی فتح ونصرت کے لیے مسلمانوں سے لڑے یا لڑائی میں ان کی اعانت کرے، اور جب مسلمانوں اور غیر مسلموں میں جنگ ہورہی ہوتو وہ غیر مسلموں کا ساتھ دے۔ یہ صورت اس جرم کے کفر وعدوان کی انتہائی صورت ہے اور ایمان کی موت اور اسلام کے نابود ہو جانے کی ایک ایسی اشد حالت ہے جس سے زیادہ کفر و کافری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کے وہ سارے گناہ، ساری معصیتیں، ساری ناپاکیاں، ہر طرح و ہر قسم کی نافرمانیاں جو ایک مسلمان اس دنیا میں کرسکتا ہے یا ان کا وقوع دھیان میں آ سکتا ہے، سب اس کے آگے ہیچ ہیں۔ جو مسلمان اس کا مرتکب ہو، وہ قطعاً کافر ہے اور بدترین قسم کا کافر ہے۔ اس کی حالت کو قتلِ مسلم کی پہلی صورت پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔ اس نے صرف قتلِ مسلم ہی کا ارتکاب نہیں کیا، بلکہ اسلام کے خلاف دشمنانِ حق کی اعانت ونصرت کی ہے، اور یہ بالاتفاق اور بالاجماع کفرِ صریح اور قطعی **مخرج من الملة** ہے۔ جب شریعت ایسی حالت میں غیر مسلموں کے ساتھ کسی طرح کا علاقۂ محبت رکھنا بھی جائز نہیں رکھتی تو پھر صریح **إعانت في الحرب** (جنگ میں مدد) اور **حمل السلاح علی المسلم** (مسلمان پر ہتھیار اٹھانے) کے بعد کیونکر ایمان واسلام باقی رہ سکتا ہے!''

(قتلِ مسلم، ص ۵۰۱، ۵۰۲، از کتاب 'معارف مدنی' افاداتِ مولانا حسین احمد مدنیؒ، جمع وترتیب مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی)

کیا اتنے واضح وبیّن فتوے کے بعد بھی پاکستانی فوج اور دیگر سیکورٹی اداروں کے کفر میں کوئی شک رہ جاتا ہے؟ کیا پاکستانی فوج انہی سب جرائم کی مرتکب نہیں ہورہی جن کا اس فتوے میں ذکر ہے؟ نیز جو لوگ یہ سوچ کر اس فوج کی تکفیر سے گریز کرتے ہیں کہ شاید ایسا کرنا ''احتیاط'' اور ''تقوے'' کا تقاضہ ہے...... انہیں مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے اس جملے پر دوبارہ غور کرنا چاہیے کہ:

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس (فوجی) کو مسلمان سمجھے اور اس سلوک کا حقدار کہے جو مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ کرنا چاہیے''!

گویا ان فوجیوں کو ''مسلمان'' کہنے والے دراصل خود ایک ناجائز کام کے مرتکب ہورہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو حق دیکھنے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق دے!

ج) مسلمانوں کے جان و مال پر ناحق حملہ

مسلمانوں کی جان، مال اور عزت پامال کرنا پاکستانی فوج، پولیس، خفیہ ایجنسیوں اور دیگر سیکورٹی اداروں کی تاریخ کا ایک مستقل حصّہ ہے۔ پولیس کی رشوت ستانی اور بھتہ خوری تو ایک ایسی حقیقت ہے جس سے پاکستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ سڑکوں پر کھڑے ٹریفک پولیس اہلکاروں اور پیشہ ور رہزنوں اور ڈاکوؤں میں صرف وردی ہی کا فرق نظر آتا ہے۔ نیز یہ بھی ایک معروف امر ہے کہ کوئی شریف آدمی غلطی سے بھی تھانے پہنچ جائے تو وہ مشکل ہی سے اپنی عزت و وقار سلامت لے کر واپس آتا ہے۔ پھر جعلی پولیس مقابلوں میں مجاہد و غیر مجاہد قیدیوں کا قتل بھی پولیس کا ایک قدیم حربہ ہے۔

فوج اور ایجنسیوں کا معاملہ بھی کسی طور اس سے مختلف نہیں۔ بنگلہ دیش میں ہزار ہا مسلمان بہنوں، ماؤں کی عزتیں پامال کرنے کا سہرا انہی بدبختوں کے سر ہے۔ آئی ایس آئی کی جیلوں سے رہائی پانے والے متعدد بھائیوں کی گواہی کے مطابق، لال مسجد کی درجنوں ''لاپتہ'' طالبات آج تک انہی ایجنسیوں کی قید میں ہیں اور انتہائی ناگفتہ بہ حالت میں ہیں۔ اسی طرح بلوچستان میں کیپٹن حماد نامی فوجی افسر کا ایک مقامی خاتون ڈاکٹر کی عزت پامال کرنے کا معاملہ کون نہیں جانتا؟ پھر ماضی قریب و بعید میں بلوچستان کے مختلف فوجی آپریشنوں کے دوران سینکڑوں بلوچ عوام کا قتلِ عام آخر کس کے ہاتھوں ہوا ہے؟ سوات سے ۳۸ لاکھ مسلمانوں کو کس نے ہجرت پر مجبُور کیا؟ باجوڑ، اورکزئی، مہمند اور جنوبی وزیرستان کے عوام کی دربدری کا ذمہ دار کون ہے؟ جیٹ طیاروں کی اندھا دھند بمباری سے شہید ہونے والے سینکڑوں قبائلی مسلمانوں کا خون کس کی گردن پر ہے؟ جاسوسی طیاروں کے حملوں میں شہید ہونے والے عوام الناس اور مجاہدین کا قاتل کون ہے؟ سوات کی چالیس سے زائد مساجد، ہنگو کی مرکزی جامع مسجد، اورکزئی کے تمام نمایاں مدارس و مساجد اور علاقہ محسود کی بیشتر اہم مساجد کی شہادت کس کی بمباریوں سے ہوئی؟ سابقہ فوجی کارروائیوں کے دوران شمالی وزیرستان میں مفتی صادق نور اور مولانا عبدالخالق وغیرہ کے مدرسوں پر کس نے بم برسائے؟ وانا میں ہونے والے پہلے فوجی آپریشن کے دوران کس نے عوام الناس کی سینکڑوں دکانیں مسمار کیں؟ کس نے چھ (٦) ماہ تک وانا کی مکمل ناکہ بندی کر کے، ان کی فصلیں وانا سے باہر لے جانے کے سب رستے بند کر کے، یہاں کے غریب مسلمانوں کا معاشی استحصال کیا؟ کس نے حالیہ فوجی آپریشن کے دوران خطۂ محسود میں مکین، سام، لدھا اور سراروغہ سمیت تمام اہم علاقوں کے

بازار ملیا میٹ کیئے؟ کس فوج کے بہادر افسر و جوان بونیر اور سوات کے مسلمانوں کو ہجرت پر مجبُور کرنے کے بعد، ان کی عدم موجودگی میں، گھروں میں گھس گھس کر زیورات، نقدی، ٹی وی، فریج، عمدہ کپڑے، جوتے، حتیٰ کہ کھڑکیاں اور دروازے تک اکھاڑ کر لے گئے؟ نیز کس کے ہوائی اڈوں سے اڑ کر امریکی جنگی جہازوں نے افغانی مسلمانوں پر کئی کئی ٹن وزنی بم برسائے اور نتیجتاً لاکھوں مسلمان شہید ہوئے؟

بلا شبہ کوئی ذی ہوش شخص اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا کہ پاکستانی فوج، پولیس، ایجنسیاں اور دیگر سیکورٹی ادارے ایک طویل عرصے سے اس پورے خطے کے مسلمانوں پر حملہ آور ہیں اور مسلمانوں کی جان، مال، عزت، کچھ بھی ان کے شر سے محفوظ نہیں! فقہاء نے یہ بات صراحتاً لکھی ہے کہ جان، مال اور عزت پر حملہ کرنے والا دشمن اگر کوئی شرعی خلیفہ بھی ہو، تو اس کے خلاف قتال جائز ہے...... کجا یہ کہ یہ حملہ آور پہلے ہی متعدد اسباب کی بناء پر دین سے خارج قرار پا چکا ہو! اسی حوالے سے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا ایک قول ملاحظہ کیجئے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا قول

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے کتابچے ”جزل الکلام في عزل الإمام“ میں حاکم کے فسق کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”والقسم السادس: أن يظلم الناس في أموالهم، وليس له في ذلك تأويل، ولا شبهة جواز. وحكمه أنه يجوز للمظلوم أن يدفع عنه الظلم ولو بقتال، ويجوز الصبر أيضًا بل يؤجر عليه، وإن هذا القتال ليس للخروج عليه، بل للدفاع عن المال، فلو أمسك الإمام عن الظلم وجب الإمساك عن القتال“.

”چھٹی قسم: یہ ہے کہ حاکم لوگوں کے اموال پر ناحق ظلم کرے اور اس کے پاس نہ تو اس ظلم کی کوئی مناسب تاویل ہو، نہ ہی اس فعل کے جائز ہونے کا کوئی شبہہ (یعنی بالکل عیاں ظلم ہو)۔ ایسی صورت میں شرعی حکم یہ ہے کہ مظلوم کا حق بنتا ہے کہ وہ یہ ظلم روکے، خواہ اسے اس کی خاطر قتال ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ نیز اس کے لئے صبر کرنا بھی جائز ہے، بلکہ وہ اس پر اجر کا مستحق بھی ہوگا۔ اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ قتال حاکم کے خلاف خروج کی غرض سے نہیں، بلکہ اپنے

مال کے دفاع کی خاطر ہے۔ پس اگر حکمران ظلم سے باز آجائے تو قتال روک دینا بھی واجب ہے''۔

(تكملة فتح الملهم بشرح صحيح المسلم، المجلد الثالث، كتب الإمارة)

یہاں یہ بات ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے کہ مذکورہ بالا قول میں ایسے حاکم کے خلاف قتال کی اجازت دی جا رہی ہے جس کا کوئی دوسرا جرم نہ ہو...... وہ بحثیتِ مجموعی ایک شرعی خلافت چلانے والا شرعی حاکم ہو...... اوراس نے محض لوگوں کے اموال ناحق چھینے ہوں۔ اس کے برعکس ہمارے حکام تو ایک کفریہ نظام چلانے والے مرتد حکمران ہیں، لہٰذا ان کے خلاف قتال بوجوہِ متعددہ ''جائز'' ہی نہیں، ''واجب'' ہے۔

پاکستان کا ریاستی نظام اپنے وجود کا جواز کھو بیٹھا ہے!

اب تک کی بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس خطے کے لاتعداد اہلِ خیر علماء پاکستان میں قائم نظام کو ایک غیر شرعی و کفریہ نظام گردانتے ہیں۔ اس نظام کے تمام اساسی شعبے، یعنی عدالت، سیاست، معیشت اور فوج......شریعت سے متصادم اصولوں پر قائم اور خلافِ شرع امور سے پر ہیں۔ نیز ان میں سے کئی امور ایسے ہیں جو محض معصیت ہی نہیں، کفرِ صریح ہیں۔ اسی کفریہ نظام اور مرتد حکمران طبقے کا تذکرہ کرتے ہوئے مفتی ابولبابہ شاہ منصور سلّمہٗ اللہ فرماتے ہیں:

''<u>پاکستان کے حکمرانوں نے قیامِ پاکستان سے آج تک اللہ تعالیٰ سے اتنی بدعہدیاں کی ہیں کہ یہ تکوینی طور اپنے وجود کا جواز کھو گیا ہے۔ نفاذِ اسلام کے وعدے سے انحراف اور ہمہ قسم نفاق کو فروغ دینے تک کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کوئی کسر چھوڑی گئی ہو</u>''۔

(''دجال، کون؟ کب؟ کہاں؟''، ص:۹۰)

پاکستانی حکومت اور فوج کے خلاف مسلح قتال کے فتاویٰ

اس بحث کے بعد بھی شاید ذہن کے کسی گوشے میں یہ خلش باقی ہو کہ ''اس نظام کا غیر شرعی و کفریہ نظام ہونا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن کیا ہمارے خطے کے کسی عالمِ دین نے پاکستان کی حکومت، فوج اور دیگر ریاستی اداروں کے خلاف مسلح قتال کا واضح فتویٰ بھی دیا ہے''؟ اس خلش کو دور کرنے کے لئے بھی ہم چند صریح فتاویٰ اور اقوال یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا فضل محمد سلّمہٗ اللہ کے اقوال

جہاد کے موضوع پر متعدد مایہ ناز کتب کے مصنف، مجاہدین کے شفیق سر پرست، بزرگ عالمِ دین، مولانا فضل محمد سلّمہٗ اللہ اپنی مقبولِ عام کتاب ''دعوتِ جہاد'' میں یہ عنوان باندھتے ہیں کہ:

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ: نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کرنا پچاس (۵۰) نفلی حج کرنے سے افضل ہے''!

اس عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں:

''۱۴۵ ہجری کا واقعہ ہے کہ خلفائے بنوعباس کے فرمانروا منصور عباسی کے خلاف بصرہ وغیرہ میں محمد نفسِ زکیہ اور ابراہیم نفسِ مرضیہ، دو بھائیوں نے نفاذِ شریعت اور اقامتِ دینِ حقہ کی غرض سے مسلح جہاد کا اعلان کیا۔ ان حضرات کو کئی شہروں میں نمایاں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ جہاں پر یہ حضرات قابض ہو جاتے تھے، وہاں مکمل طور پر شریعت نافذ کرتے تھے۔ جہاں دیگر علمائے کرام ان کے حامی تھے، وہاں امام ابوحنیفہؒ اس تحریک کے روحِ رواں تھے۔

الیافعیؒ نے لکھا ہے کہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم کی حمایت کے لیے لوگوں کو علی الاعلان جہاد پر ابھارتے تھے اور لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ ان کے ساتھ ہو کر حکومت کا مقابلہ کرو۔ امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ابراہیم کے زمانے میں امام ابوحنیفہؒ ان کی حمایت میں بڑے شدومد کے ساتھ بولنے لگے تھے۔

(بحوالہ: امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، مؤلفہ مناظر احسن گیلانی، ص ۳۴۳)

اس کا مطلب یہی ہوا کہ امام صاحب حکومت کے انتقام اور داروگیر سے قطعاً بے پرواہ ہو کر علانیہ ابراہیم کی حمایت کا دم بھرنے لگے اور نہ صرف خود بلکہ جو بھی ان کے زیر اثر تھا، اس کو بھی ابراہیم کی حمایت پر آمادہ کرتے تھے اور ''امر'' کرتے تھے۔ اگر ''امر'' کے اصطلاحی معنی لیے جائیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کا ساتھ دے کر حکومتِ ظالمہ کے مقابلے کو فرض قرار دیتے تھے......اور کیسا فرض!؟ ذرا دیکھیں کہ کوفہ کے مشہور محدث ابراہیم بن سوید کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے ابراہیم بن عبداللہ کے خروج کے زمانے میں دریافت کیا کہ فرض حج ادا کرنے کے بعد آپ کا کیا خیال ہے کہ (نفلی) حج کرنا زیادہ بہتر ہے یا اس شخص یعنی ابراہیم

کی رفاقت میں حکومت سے مقابلہ کرنا زیادہ ثواب کا کام ہے؟ ابراہیم بن سوید کہتے ہیں کہ غور کے ساتھ میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہہ رہے ہیں کہ اس جنگ میں شرکت ایسے پچاس حج سے زیادہ افضل ہے۔

(بحوالہ: امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، مؤلفہ مناظر احسن گیلانی، ص ۳۴۳)

امام ابوحنیفہؒ کے اس فتویٰ سے:

☆ ایک مسئلہ تو یہ حل ہو گیا کہ نفلی پچاس حج سے جہاد افضل ہے۔

☆ دوسرا یہ مسئلہ حل ہوا کہ نفاذِ شریعت کے لیے مسلح جہاد کرنا، اسلحہ اٹھانا مسلمانوں پر فرض ہے، اگر چہ حکومتِ وقت اسلام کے نام پر قائم ہو۔ دیکھو منصور عباسی آخر مسلمان تھا اور آج کل کے حکمرانوں سے بدرجہا بہتر مسلمان تھا، مگر نفاذِ شریعت کے لیے امام ابوحنیفہؒ نے ان کے ساتھ لڑنے کو فرض قرار دیا اور جو اس میں مارا جائے ان کو شہید قرار دیا۔ چنانچہ مصیصہ چھاؤنی کے ایک کمانڈر کا بھائی ابراہیم کے ساتھ ہو کر حکومت کی فوجوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ اس کا بھائی مصیصہ سے آیا اور امام ابوحنیفہؒ سے ملا اور کہا کہ میرے بھائی کو آپ نے ابھارا اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا، یہ آپ نے بہت برا کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں تو چاہتا تھا کہ کفار کے مقابلے سے دست کش ہو کر تم یہاں آ جاتے اور تمہارا بھائی جہاں شہید ہوا تھا وہیں پر تم بھی شہید ہو جاتے تو یہ اس سے بہتر ہوتا جو تم کفار کے مقابلے میں مصیصہ میں تھے۔ اور تم جو جہاد کر رہے ہو اس سے مجھے یہ جہاد زیادہ پسند ہے جس میں تمہارا بھائی گیا ہے۔

☆ اس فتویٰ سے تیسرا یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لیے مسلح جہاد کرنا ضروری ہے اور مالاکنڈ کے غیور مسلمانوں نے جو نفاذِ شریعت کے لیے جانیں قربان کی ہیں وہ سچّے شہید ہیں۔

☆ چوتھا مسئلہ اس سے یہ حل ہو گیا کہ افغانستان میں جو اس وقت طالبان کی اسلامی تحریک اٹھی ہوئی ہے، یہ بھی نفاذِ شریعت کے لیے مسلح جہاد ہے اور ان کے مقتولین طلبائے کرام شہید ہیں''۔

(''دعوتِ جہاد'' از مولانا فضل محمد، ص ۱۴۲ تا ۱۴۴)

مولانا فضل محمد دامت برکاتہم العالیہ کی درج بالا تحریر پاکستان میں شریعت کے نفاذ کے لئے مسلح قتال

کو بالکل واضح الفاظ میں ایک شرعی فرض اور نہایت افضل جہاد قرار دیتی ہے۔ اسی مبارک جہاد کے ایک دوسرے پہلو کو آپ ایک اور تحریر میں بیان کرتے ہیں۔ آپ یہ نکتہ واضح کرتے ہیں کہ مجاہدین نے پاکستانی فوج کے خلاف جن وجوہات سے ہتھیار اٹھائے ہیں، ان میں سے ایک اہم سبب پاکستان کا امریکہ کی معاونت اور مسلمانوں سے دشمنی کرنا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''جب امریکہ اپنے لاؤ لشکر سمیت افغانستان میں اتر آیا اور ظلم کا بازار گرم ہوا اور بعض دنیا پرست لیڈروں اور حکمرانوں نے امریکہ سے ڈالر وصول کئے اور حکومتِ پاکستان نے ان مسلمان مجاہدین کو امریکہ کے حکم پر گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کر دیا یا قتل کیا تو یہ ٹکراؤ شروع ہو گیا''۔

مزید فرماتے ہیں کہ:

''اگر آپ اس کو مانتے ہیں کہ افغانستان پر امریکہ کی سرکردگی میں کفار کے ۴۷ ممالک نے حملہ کر کے ظلم کیا ہے تو آپ کو یہ بھی ماننا ہوگا کہ ان مظلوموں کی مدد کے لئے جانا مسلمانوں پر لازم ہے۔ اب جس راستے سے اور جس وقت بھی کوئی مجاہد جانا چاہتا ہے، اس کو راستے میں اپنی حکومت کے کارندے مارتے ہیں اور گرفتار کرتے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ لوگ مقامی افواج سے الجھ جاتے ہیں۔''

پھر فرماتے ہیں:

''طالبان کی حکومت گرانے میں حکومتِ پاکستان امریکہ سے دو قدم آگے تھی اور آج تک امریکہ کی خوشنودی کے لئے پاکستان مکمل طور پر طالبان کے خلاف اس جنگ میں شریک ہے۔ کیا پاکستان کے متعدد ہوائی اڈے اب بھی امریکہ کے قبضے میں نہیں جہاں سے وہ طالبان کے ٹھکانوں پر حملہ کرتا ہے اور کیا کراچی کی بندرگاہ سے براستہ پشاور تمام جنگی سامان طالبان کو مارنے کے لئے حکومتِ پاکستان کی اجازت سے افغانستان نہیں جا رہا؟''

پھر آپ پاکستان میں برسرِ پیکار مجاہدین کا دفاع کرتے ہوئے ان کے جہاد کو ظلم کے خلاف دفاعی قتال قرار دیتے ہیں اور یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ یہ مجاہدین امارتِ اسلامیہ افغانستان سے علیحدہ نہیں، انہی کا جزو ہیں:

''افغانستان کی طالبان تحریک کا کوئی معروف ذمہ دار نہ بِکا ہے، نہ ہی جھکا ہے۔ان میں نفاق ڈالنے کے لئے پوری دنیا نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر طالبان تحریک کا اجتماعی ڈھانچہ الحمدللہ اب تک برقرار ہے۔ باقی جو دھڑے پاکستان میں نظر آرہے ہیں، یہ اپنے اپنے انداز سے ظلم کے مقابلے کے لئے میدانِ عمل میں آگئے ہیں۔ یہ طالبان کے بنیادی ڈھانچے سے علیحدہ لوگ نہیں، بلکہ اسی بنیاد کی مختلف شاخیں ہیں''۔

ایک اور مقام پر آپ قبائلی علاقہ جات میں موجود مجاہدین کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وزیرستان میں آئے ہوئے عرب اگر اس لئے مجرم ہیں کہ وہ غیر ملکی ہیں، تو امریکہ اور اس کے اتحادی جو افغانستان اور پاکستان میں اتر آئے ہیں کیا وہ ملکی ہیں؟ کیا وہ کسی شادی کی تقریب میں آئے ہیں''؟

مولانا فضل محمد سلّمہٗ اللہ کے یہ اقتباسات ''دورِ حاضر کے مجاہدین پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' کے عنوان سے سامنے آنے والی آپ کی ایک تحریر سے لئے گئے ہیں، جو گزشتہ سال ''الشریعۃ'' رسالے میں چھپی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس حق گوئی و بے باکی پر بہترین اجر نصیب فرمائے، ہر شر سے آپ کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اور آپ کو راہِ حق پر استقامت سے نوازے، آمین!

مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ کا فتویٰ

مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ نے افغانستان پر امریکی حملے کے فوراً بعد ایک تاریخی فتویٰ دیا، جو ''**کلمة حق عند سلطان جائر**'' کی منہ بولتی تصویر تھا۔اس جرأت مندانہ فتوے کی پاداش میں کچھ ہی عرصے بعد آپ کو شہید کروا دیا گیا۔ آپ نے اپنا یہ فتویٰ اکتوبر ۲۰۰۱ء میں کراچی میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سنایا۔ آپؒ نے فرمایا:

''پاکستان کا صدر پرویز مشرف یہودیوں اور صلیبیوں کی حمایت کی وجہ سے مسلمانوں پر حکمرانی کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ آپ سب حضرات اور تمام پاکستان کے مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ ہر شرعی طریقہ اختیار کر کے اس حکومت کو ختم کریں۔ پرویز مشرف کو برطرف کیا جائے۔ وہ اپنے عمل کی وجہ سے، اپنے مؤقف کی وجہ سے مسلمانوں پر، پاکستان پر حکمرانی کا حق نہیں رکھتا''۔

(خطباتِ نظام الدین شامزئی شہیدؒ: ج۱، ص ۴۱۷ تا ۴۱۹)

آپ کے اس فتوے سے تین امور بالکل واضح ہیں:

☆ایک یہ کہ یہود و نصاریٰ کا ساتھ دینے والا حاکم دین سے خارج ہو جاتا ہے اور اسی لئے وہ مسلمانوں پر حکمرانی کا حق نہیں رکھتا۔

☆دوسرا یہ کہ ایسے حاکم کو ہٹانا کوئی مستحب یا نفلی کام نہیں، بلکہ ایک فرض عبادت ہے۔

☆سوم یہ کہ اس فرض کو پورا کرنے کے لئے ہر شرعی طریقہ اختیار کرنا چاہیے......اور بلاشبہ کسی مرتد حاکم کو ہٹانے کے لئے جہاد و قتال سے بڑھ کر شرعی طریقہ کونسا ہوگا!

پھر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک اور مقام پر یہ بھی واضح کیا کہ محض حکمران ہی نہیں، جو بھی حکومتی یا فوجی اہلکار مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرے گا وہ بھی دین سے خارج قرار پائے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

''کسی مسلمان کے لیے خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں رہتا ہو، سرکاری ملازم ہو یا غیر سرکاری، اگر اس نے افغانستان پر امریکہ کے حملے میں کسی قسم کا تعاون کیا، جو کہ ایک صلیبی حملہ ہے، تو وہ مرتد ہوگا۔''

(بحوالہ: ''التبيان في كفر من أعان الأمريكان'' از شیخ ناصر بن فہد)

شیخ الحدیث مولانا نورالہدیٰ سلّمہٗ اللہ کا فتویٰ

مولانا نورالہدیٰ سلّمہٗ اللہ کراچی سے تعلّق رکھنے والے ایک بزرگ حنفی عالمِ دین، کئی شروحاتِ حدیث اور تفسیر قرآن کے مصنف اور سالہا سال سے درس و تدریس کی مقدس خدمت میں مصروف شیخ الحدیث ہیں۔ آپ جہاد و مجاہدین کی بے خوف تائید کے سبب علماء کے حلقوں میں جانے جاتے ہیں۔ آپ نے سوات اور جنوبی وزیرستان کی حالیہ فوجی کارروائی کے آغاز پر اس کارروائی کی شرعی حیثیت اور پاکستان میں جہاد و قتال کے شرعی حکم پر ایک مفصل و مدلل فتویٰ دیا۔ یہ مکمل فتویٰ تو ہم بطور ضمیمہ کتاب کے آخر میں دے رہے ہیں۔ یہاں اس کے چیدہ چیدہ حصّے پیشِ خدمت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''اہل سوات وزیرستان و دیگر قبائل کا نفاذ اسلام کا مطالبہ ان کا شرعی حق ہے۔ بلکہ ازروئے شرع نہ صرف وہ، بلکہ تمام باشندگان ملک شرعاً مکلّف ہیں اور ان پر فرض ہے کہ وہ یہ مطالبہ کریں۔ اس لئے فوج کا ان کے اس مطالبے کی بناء پر ان سے لڑنا حرام اور کفر ہے، بلکہ ارتداد

اور زندیقیت ہے۔ایسی صورت میں جبکہ مجاہدین وقبائل امر اللہ یعنی قانونِ شریعت کی طرف رجوع کرنے کیلئے نہ صرف تیار بلکہ مطالبہ کنندگان ہیں......تمام اہل وطن اور بقیہ مسلمانوں پر فوج کے خلاف، ان کے شانہ بشانہ لڑنا فرض ہے جب تک کہ وہ قانون شریعت اور نظام خلافت کی طرف نہ لوٹے۔''

پھر فرماتے ہیں:

''اہل سوات ودیگر علاقہ جات پر اپنا دفاع فرض ہے، بلکہ اقدام یعنی خروج بھی جائز ہے۔ کیونکہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ دشمنوں، کفار، چوروں، ڈاکوؤں اور دوسرے مجرموں سے اپنی رعیت کی جان، مال، آبرو اور دین کی حفاظت کرے۔جبکہ یہاں تو افواج اور حکومت خود فساد برپا کرتے ہوئے ان کی جان ومال اور املاک کی تباہی کے درپے ہیں۔ارشادِ باری ہے:

﴿وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ. وَإِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (البقرۃ:۲۰۵، ۲۰۶)

''اور جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے اور کھیتیوں اور نسلوں کو برباد کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتے۔اور جب اس سے کہا جاتا کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے گناہ پر مزید جما دیتا ہے، سو جہنّم ہی اس کے لئے کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

ایسی مفسد وظالم حکومت کے خلاف بغاوت کا انہیں شرعاً حق ہے۔فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فالواجب على الرعية طاعة الوالي ما لم يأمرهم بالمعصية، فإذا أمرهم بالمعصية لا يجوز لهم أن يطيعوه ولا يجوزلهم الخروج عليه إلا أن يظلمهم.))

((رعایا پر والی کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دے۔پس جب وہ معصیت کا حکم دے تو رعایا کے لئے اس کی (خلافِ شرع) بات ماننا جائز نہیں، البتہ

خروج بھی جائز نہیں۔ ہاں، اگر وہ ظلم کرے تو اس کے خلاف خروج جائز ہے۔))

(ھامش تنبیہ الغافلین: ص۸۷)

یاد رہے کہ اس عبارت میں 'والی' سے مراد خلیفۃ المسلمین ہے"۔

اور فرماتے ہیں:

"پاکستانی فوج یا ایف سی وغیرہ کا کوئی فرد اگر اس لڑائی میں مرے گا جہنمی ہوگا، اور اہل سوات وقبائل کا کوئی فرد ان کے مقابلہ میں مرے گا تو شہید ہوگا، ان شاء اللہ۔ نفاذِ شریعت کا مطالبہ عوام کا نہ صرف حق بلکہ ان پر فرض عین ہے"۔

مولانا زاہد اقبال کا اقتباس

مولانا زاہد اقبال حاکم کے ارتداد کے حوالے سے اصولی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خلیفہ کے معزول ہونے کی تیسری قسم یہ ہے کہ وہ مرتد ہو جائے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں:
پہلی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے قول و فعل یا اعلان سے یقینی طور پر مرتد ہو جائے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ:

۱۔ وہ صراحتاً مرتد ہو جائے یعنی یہودی، عیسائی، ہندو، قادیانی، شیعہ (رافضی) وغیرہ ہو جائے اور اس کا اعلان کرے یا اسلام سے یا جمیع ادیان سے برأت کا اعلان کرے۔

۲۔ وہ ایسا قول یا فعل کرے جس پر کفر مرتب ہوتا ہو مثلاً: بتوں کو سجدہ کرے، صلیب پہن لے، قرآن کی توہین کرے، حجیتِ حدیث کا انکار۔

خلاصہ یہ کہ یہ کفر تکذیب و جحود کی صورت میں ہو، یا عناد و مخالفت یا استخفاف و استقباح امورِ دین کی صورت میں ہو۔ چاہے یہ امورِ دین اصول ہوں یا فروع، فرائض و واجبات ہوں یا سنن و مستحبات، عبادات ہوں یا عادات، حتی کہ عمامہ کی ہیئتِ مسنونہ کا قصداً یا دلالتاً استخفاف کرے۔ جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تفصیل بیان کی ہے"۔

پھر اس اصولی بحث کو موجودہ حالات پر منطبق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نائن الیون کے بعد تو مسلم ممالک کے حکمران امریکا کے تفویض کردہ اینٹی اسلام و مسلمین مشن پر انتہائی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ مسلم ممالک میں ایوانِ اقتدار پر قابض

اور مغربی ایجنٹوں کا کردار ادا کرنے والے حکمرانوں اوران کے کارندوں کے قول وفعل اور تحریر پر کفر، عناد، استخفاف واستقباحِ امورِ دین کی تعریف یقیناً صادق آتی ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے حتی کہ بعض تو تکذیب وجحود کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ ان کے نام مسلمانوں والے اور دعویٰ اسلام کا ہے کیونکہ اسلام محض نام اور دعوے کا نام نہیں ہے، جیسا کہ کتبِ عقائد میں اس کی تفصیل وتشریح موجود ہے۔ (اور جیسا کہ) امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے آیت﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ......﴾ کے تحت لکھا ہے''۔

پھر آپ غیر شرعی جمہوری نظام چلانے اور کفریہ قوانین نافذ کرنے والے حکمرانوں کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حاکم کے عزل کی ایک صورت یہ ہے کہ اسلامی نظامِ حیات اور قوانینِ شریعت کو یک لخت منسوخ قرار دے دے اور اسلامی نظامِ خلافت کی جگہ جمہوریت، آمریت، بادشاہت، سرمایہ داری اور اشتراکیت یا کوئی بھی خلافِ اسلام کافرانہ نظام کا نفاذ کردے یا ملک میں جاری قوانینِ اسلام میں غیر شرعی ترامیم کرے یا ایسا قانون نافذ کرے جو صراحتاً غیر شرعی ہو۔ اگر مذکورہ صورتوں میں حاکم اسلامی نظامِ حیات کو باوجود یہ جانتے ہوئے کہ وہ الٰہی قوانین ہیں نہیں مانتا تو وہ کافر ہے۔ اگر ان کا انکار تو نہیں کرتا، لیکن ان کے نفاذ میں سستی اور کاہلی برتتا ہے تو فاسق اور ظالم ہے۔ ان دونوں صورتوں میں وہ عزل کا مستحق ہے اور امتِ مسلمہ پر واجب ہے کہ اسے اس منصب سے علیحدہ کردیں حتی کہ اس کے لئے طاقت کا استعمال یعنی مسلح خروج فرض ہے''۔

(اسلامی نظامِ خلافت اور ہماری ذمہ داریاں، ارتداد: ص۴۳۴)

مولانا حافظ محمد احمد صاحب کا قول

تحریکِ لال مسجد کا دفاع کرتے ہوئے مولانا حافظ محمد احمد صاحب لکھتے ہیں:

''کچھ مخالفین نے فقہ حنفی کا حوالہ دیتے ہوئے خروج کی بحث بھی اٹھائی ہے۔ انھوں نے موجودہ حالات کے بگاڑ اور سرمایہ دارانہ کفری اقتدار کی ماہیت اور کیفیت وکمیت کو سمجھے بغیر یہ کہا ہے کہ

کسی اسلامی ملک میں ہتھیار اٹھانا، مسلح تصادم کی فضا پیدا کرنا اور حکومتِ وقت کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں۔

......کسی اسلامی مملکت میں خروج کے بارے میں مذکورہ بالا نظریہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نہیں ہے، اس لیے کہ انھوں نے تو اپنے دور کی خروجی تحریکوں کا دامے درمے سخنے ساتھ دیا ہے۔ البتہ خروج کے حوالے سے یہ نظریہ بعد کے فقہاء کا ہے۔ تاہم انھوں نے بھی خروج کے لیے جو شرائط اختیار کیں، اس وجہ سے کیں کہ ہر کوئی اُٹھ کر اور چند لوگوں کا جتھا لے کر خروج کے لیے نہ نکل کھڑا ہو، اس سے اسلامی مملکت اور خلافتِ اسلامیہ کے کمزور ہونے کا خطرہ قوی تھا۔ اب صورتحال یکسر مختلف ہے؛ مسلمانوں کے چھپن ستاون ممالک ہیں، کہیں بھی اسلامی خلافت قائم ہے نہ شریعت کی بالادستی ہے۔ پاکستان کا ریاستی ڈھانچہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام پر مبنی ہے۔ اس کا آئین ایک لبرل آئین ہے۔ اس کی تمام تر معیشت کا دارومدار سود پر ہے۔ اس لیے پاکستان کو اسلامی مملکت تصور کرنا اور اس ریاست پر وہی شرعی احکام لاگو کرنا جو خلافت و امارت پر لاگو ہوتے ہیں، کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ اس وقت جو کفریہ نظمِ اقتدار چل رہا ہے، اس کا تو اوّل و آخر مقصد ہی دینی شعائر، اسلامی روایات و دینی فکر کو پامال کرنا اور اس کی جگہ کافرانہ افکار و نظریات کو مستحکم کرنا ہے''۔

پھر اس کفریہ نظام کو تبدیل کرنے کا شرعی طریقہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''ایسا ممکن نہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام قائم رہے، جمہوری نظام برقرار رہے، پھر شریعت بھی نافذ ہو جائے۔ ایسا بھی ممکن نہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام کے ساتھ مصالحت اور مفاہمت کر کے کوئی تبدیلی لائی جاسکے، اس لئے کہ سرمایہ دارانہ نظم میں رہتے ہوئے کسی قسم کی جدوجہد بھی ہماری اجتماعیت اور دینی شناخت کو اس نظام میں تحلیل ہونے، اور اس کا حصّہ بننے سے نہیں روک سکتی۔ اگر تبدیلی مقصود ہے تو اس کیلئے جہاد و شہادت کا راستہ ہی اختیار کرنا ہوگا۔ اس صورتِ حال میں برسرِ اقتدار نظام اور مروجہ کافرانہ قوانین سے ٹکراؤ لازمی امر ہے۔ یہی راہِ حق ہے اور دنیا و آخرت کی فوز و فلاح اسی سے مشروط ہے''۔

نیز لال مسجد ہی پر بحث کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''بار بار یہ کہا گیا کہ اسلام ہمیں ''قانون'' ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ جس قانون کی پاس داری کا بار بار اصرار اور مطالبہ کیا گیا؛ یہ وہ قانون ہے جس میں مساجد شہید کرنا، زنا و شراب کے اڈے قائم کرنا، آزادی کے نام پر عورتوں کو بازاروں کی زینت بنانا، سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کو جواز فراہم کرنا سب روا ہے۔ یہ وہ قانون ہے جو کفر کو تحفظ فراہم کرتا ہے اور اسلام کی بیخ کنی کرتا ہے۔ اس کافرانہ قانون اور آئین کا بت پاش پاش کرنا تو واجب ہے نہ کہ اس قانون کی پاس داری۔''

(''تحریکِ لال مسجد، فریضۂ امر بالمعروف ونہی المنکر کا عملی سبق'')

مجاہدین کے دفاعی جہاد کے حق میں ۵۰۰ علمائے کرام کا فتویٰ

سن ۲۰۰۴ء میں پاکستان بھر کے ۵۰۰ سے زائد علمائے کرام نے وزیرستان میں فوجی آپریشن کے خلاف اور مجاہدین کے دفاعی جہاد کے حق میں ایک تاریخی فتویٰ جاری کیا تھا۔ اس فتوے کی رو سے ''دہشت گردی'' کے خاتمے کے نام پر کی جانے والی فوجی کارروائیاں شرعاً ناجائز وحرام ہیں، اس میں شریک ہونے والے فوجیوں کی شرکت بھی حرام اور موت بھی حرام ہے اور ان کے بالمقابل اپنا دفاع کرنے والے 'مجاہد' اور مارے جانے والے 'شہید' ہیں۔ فتوے کا مرکزی اقتباس پیشِ خدمت ہے:

''(۱) موجودہ حالات میں پاکستانی فوج کا وانا (وزیرستان) میں مجاہدین اور ان کے حامی مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر کارروائی کر کے ان کو گرفتار کرنا یا ان کو قتل کرنا، کرانا قرآن وسنت کی صریح نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام اور سخت گناہ ہے۔ خواہ یہ کارروائی امریکہ کے شدید دباؤ کی وجہ سے ہو یا بغیر دباؤ کے ہو؛ دونوں صورتوں میں کافروں کو خوش کرنے کے لئے مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی......خواہ وہ ان کو شہید کرنے کی صورت میں ہو یا ان کو گرفتار کر کے کسی کافر کے حوالے کرنے کی صورت میں......متعدد آیات واحادیثِ مبارکہ اور عباراتِ فقہاء کی روشنی میں ناجائز اور حرام ہے۔ ان صریح آیات کے پیشِ نظر شریعت نے کسی مسلمان کے لئے کسی دوسرے مسلمان کے خلاف کارروائی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ نیز اگر مسلمانوں کو یہ اندیشہ بھی ہو کہ اگر ہم نے غیر مسلموں کا یہ مطالبہ نہیں مانا تو غیر مسلم خود ہمیں قتل کر ڈالیں گے یا کسی شدید نقصان کے اندر مبتلا کر دیں گے

تب بھی ان کا یہ مطالبہ ماننا مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔

(۲) حاکمِ وقت کے کسی ایسے حکم کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا جو شریعت کے خلاف ہو ہرگز جائز نہیں، حرام ہے۔ لہٰذا حاکمِ وقت اگر کسی بے گناہ کے قتل یا گرفتار کرنے کا اپنی رعایا یا اپنی فوج کو حکم دے تو اس حکم کی تعمیل ہرگز جائز نہیں۔ وانا میں مسلمانوں کے خلاف حکومتی کارروائی چونکہ شریعت کے خلاف ہے، اس لئے فوج کے لئے اس کارروائی میں شریک ہونا جائز نہیں۔ لہٰذا مسلمان فوجیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اس قسم کی کسی بھی کارروائی میں شریک ہونے سے انکار کردیں ورنہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

(۳) مذکورہ صورت میں حاکمِ وقت یا کمانڈر کے خلافِ شرع حکم پر عمل کرتے ہوئے جو فوجی اس کارروائی میں شریک ہوگا تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور اگر اس کی موت واقع ہوجائے تو وہ ہرگز شہید نہیں کہلائے گا۔ جہاں تک ایسے لوگوں کی موت واقع ہونے کی صورت میں نمازِ جنازہ پڑھانے اور اس میں لوگوں کے شریک ہونے کا تعلّق ہے تو ایک مسلمان کی غیرت، حمیت اور دینی جذبے کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ میں بھی کوئی شریک نہ ہو اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے کوئی آگے ہو۔

(۴) ایسے تمام افراد جو ان ظالمانہ فوجی کارروائیوں میں مارے جائیں، چونکہ شرعاً وہ معصوم اور بے گناہ ہیں لہٰذا شرعاً وہ شہید ہوں گے''۔

اس فتوے پر دستخط کرنے والے ممتاز ناموں میں مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)، مولانا مفتی مختار الدین صاحب (کربوغہ شریف)، مولانا فضل محمد صاحب، مولانا محمد عبدالعزیز صاحب (خطیب لال مسجد اسلام آباد)، مفتی سیف اللہ حقانی صاحب (رئیس دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب (مہتمم جامعہ بنوریؒ ٹاون کراچی)، مفتی حمید اللہ جان صاحب (جامعہ اشرفیہ لاہور)، مولانا محمد اسحاق صاحب (مہتمم مدرسہ تدریس القرآن وخطیب مرکزی جامع لالہ رخ، واہ کینٹ)، مولانا محمد شریف ہزاروی صاحب (خطیب جامع مسجد دارالسلام، جی سکس ٹو، اسلام آباد)، مفتی حبیب اللہ صاحب

(دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی)، مولانا محمد بشیر سیالکوٹی صاحب (مدیر معهد اللغة العربية ومدیر بیت العلم اسلام آباد)، مولانا محمد قاسم بن مولانا محمد امیر بجلی گھر (پشاور)، مولانا وحید قاسمی صاحب (جنرل سیکرٹری عالمی مجلس ختم نبوت) اور مولانا محمد امین شہید رحمہ اللہ (شاھووام، ہنگو) شامل تھے۔

یہ جہاد جذبات وخواہشات پر نہیں، علماء کے بیان کردہ شرعی احکامات پر قائم ہے!

درج بالا اقوال وفتاویٰ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مجاہدین اگر پاکستان کے ریاستی نظام کو ایک کفریہ نظام قرار دیتے ہیں، اس نظام کے سربرآوردہ لوگوں کو مرتد سمجھتے ہیں اور اس نظام کو جہاد وقتال سمیت تمام شرعی وسائل اختیار کرتے ہوئے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں......تو یہ نہ تو محض کوئی ''ردِعمل '' ہے، نہ کچھ جذباتی نوجوانوں کا غصہ واشتعال! یہ تو خالصتاً اللہ رب العزت کے حکم کی تعمیل، معتبر اہلِ علم کے فتاویٰ کی عملی تطبیق اور کچھ واضح شرعی اہداف ومقاصد کی خاطر اٹھنے والی ایک جہادی تحریک ہے۔ عملی دنیا میں بشری کمزوریوں ونقائص کے تحت اخطاء کا صدور ایک لازمی امر ہے، جس سے مجاہدین بھی ہرگز مستثنیٰ نہیں......اور ہر ہر خطا پر رب سے استغفار اور حق کی طرف رجوع بھی لازم ہے۔ لیکن الحمدللہ یہ بات اطمینان سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ جہاد اصولی اعتبار سے جہالت ولاعلمی، جذبات وخواہشات اور غصّے وانتقام سے نہیں پھوٹا، بلکہ اس کے تمام بنیادی مباحث واضح دینی تعلیمات ومحکم شرعی احکامات پر مبنی ہیں۔ اس ریاستی نظام کے حوالے سے مجاہدین کا مؤقف محض ان کے ذہن کی اختراع نہیں، انہوں نے یہ مؤقف علمائے حق ہی کی کتب وفتاویٰ سے اخذ کیا ہے؛ اور ان شاء اللہ مجاہدین کی لاشوں پر کل جو شرعی نظام قائم ہوگا......اس کی قیادت وسیادت کا منصب بھی علمائے کرام ہی سنبھالیں گے!

مرتدین کے خلاف قتال، ہماری تاریخ کا روشن باب

نیز یہاں اس امر کا ذکر بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ مرتدین کے خلاف قتال کوئی ایسی اچھنبے کی بات نہیں جو اب تک محض کتب ہی میں مذکور تھی اور اس پر عمل درآمد آج پہلی مرتبہ ارضِ پاکستان میں دیکھا جارہا ہے۔ یہ تو ہماری تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے جس کا افتتاح خلیفہء رسول صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کی بالکل ابتداء ہی سے ہوگیا تھا۔ پھر وقتاً فوقتاً تاریخِ اسلامی کے مختلف ادوار میں سنتِ صدیقِ اکبر کو زندہ کیا جاتا رہا، جن میں امام ابنِ تیمیہؒ کے دور میں تاتاریوں کے خلاف قتال، حربِ مرابطین میں نصاریٰ کا ساتھ دینے والوں کے خلاف قتال، بلادِ مغربِ اسلامی میں پیش آنے والی مختلف

جنگوں میں فرانسیسیوں کا ساتھ دینے والوں کے خلاف قتال اور خلافتِ عثمانیہ کے بالمقابل برطانوی افواج کا ساتھ دینے والوں کے خلاف قتال محض چند مثالیں ہیں۔اسی مناسبت سے ہم اپنے خطے میں پیش آنے والے ان معرکوں کی طرف بھی مختصراً اشارہ کرنا چاہیں گے جہاں ہمارے بزرگوں نے مرتدین کے خلاف عملی قتال کیا۔اس حوالے سے تین نمایاں مثالیں ہم یہاں ذکر کئے دیتے ہیں:

۱)سکھوں اور انگریزوں کا ساتھ دینے والوں کے خلاف سید احمد شہید رحمہ اللہ کا قتال

۲)سکھوں اور انگریزوں کا ساتھ دینے والوں کے خلاف سید احمد شہیدؒ کے جانشینوں کا قتال

۳)روس کا ساتھ دینے والوں کے خلاف افغانی وغیر افغانی مجاہدین کا قتال

آیئے ان تینوں مثالوں کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں:

۱)سکھوں اور انگریزوں کا ساتھ دینے والوں کے خلاف سید احمد شہید رحمہ اللہ کا قتال

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے انیسویں صدی کے آغاز میں اپنا وہ مشہور فتویٰ دیا جس کی رو سے ہندوستان دارالحرب قرار پایا۔ہندوستان کے بیشتر علاقوں پر اس وقت انگریز قابض تھے،جبکہ سندھ و سرحد کے قریبی علاقوں سمیت پورے پنجاب اور کشمیر پر سکھوں کا قبضہ تھا۔اس کے علاوہ کئی ریاستوں اور منتشر علاقوں پر ہندوؤں کا تسلط بھی تھا۔ہندوستان میں کہیں بھی شریعت نافذ نہیں تھی اور ہر سمت کفریہ احکام وقوانین کا راج تھا۔ایسے میں شاہ صاحبؒ کے فتوے نے مخلصین کے سامنے دو ہی رستے باقی چھوڑے: نفاذِ شریعت کے لئے جہاد یا کسی دارالاسلام کی سمت ہجرت!

آپؒ کے اس فتوے کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سید احمد شہید رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء کے مبارک گروہ کو دی،جن میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ جیسے اکابر علمائے وقت بھی شامل تھے۔آپ حضرات نے انگریزوں اور سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کی ٹھانی اور شرعی نظام دوبارہ قائم کرنے کا عزم کیا۔اس مقصد کی خاطر آپ نے سرحدی علاقہ جات کو اپنا مسکن و مرکز بنانے کا فیصلہ کیا اور اپنے متبعین سمیت ہجرت کر کے سرحدی پٹی ہی میں آباد ہو گئے۔اس کے بعد یہ تحریک ایک سو سال سے زائد عرصہ قائم رہی۔سید احمد شہید رحمہ اللہ کی شہادت تو ۱۲۴۶ھ(۱۸۳۱ء)ہی میں ہو گئی،لیکن تحریک ہر طرح کے گرم سرد حالات اور نشیب وفراز سے گزرنے کے باوجود قیامِ پاکستان کے قریب تک

جاری رہی۔ گویا یہ "تحریکِ مجاہدین" تقریباً ایک صدی سے زائد عرصہ ہندوستان میں کفریہ اقتدار کو للکارتی رہی اور مختلف مواقع پر (سید صاحبؒ کی زندگی میں اوران کے بعد بھی) سرحد کے وسیع علاقوں میں شرعی نظام قائم کرنے اور سالہا سال قائم رکھنے میں کامیاب ہوئی۔

اس تحریک کے دوران بہت سے مواقع پر سید صاحب اوران کے رفقاء نے ان قبائلی لشکروں اور مقامی سرداروں کے خلاف قتال کیا جو کبھی خفیہ اور کبھی علانیہ، کفار کا ساتھ دیتے اور بعض اوقات ان کے لشکر کا باقاعدہ حصّہ بن کر مجاہدین کے خلاف جنگ کے لئے صف آراء ہوجاتے۔ چنانچہ علمائے پشاور کے نام ایک طویل مکتوب میں سید صاحبؒ انہی مرتدین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فامّا آنچہ سرزنش و گوشمالی مُلکِ جبّار از دستِ ایں ذرّہ بے مقدار بہ بعضے از مرتدینِ اشرار و منافقین بد شعار رسید، پس آں را از اعاظمِ سعادات خود می شمارم و اقوی علاماتِ مقبولیتِ خود می انگارم، بلکہ غیرت در اعانتِ دین و رغبت باہانتِ معاندین از لوازمِ ایمان است۔ ہر کہ غیرتِ ایمانی و حمیتِ اسلامی نمی دارد، فی الحقیقت ایمان ندارد۔ آیۂ کریمۂ تبارک و تعالیٰ:

﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾

وقال اللّٰہ تعالٰی: ﴿يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾"

"باقی، اللہ نے اس ناچیز کے ذریعے بعض منافقین ومرتدین کی جو سرزنش اور گوشمالی فرمائی ہے، اس کو میں اپنی انتہائی سعادت اوراللہ کے یہاں مقبولیت کی علامت سمجھتا ہوں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اعانتِ دین میں غیرت اور معاندین کی اہانت وتذلیل کا شوق ایمان کے لوازم میں سے ہے۔ جس میں غیرتِ ایمانی نہیں، حقیقت میں ایمان سے عاری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے (تو اللہ کو کچھ پروا نہیں)، وہ عنقریب ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے اللہ محبت رکھے گا اور جو اللہ سے محبت رکھیں گے، مومنین کے حق میں نرم ہوں گے، کافروں کے حق میں سخت، اللہ کے رستے میں جہاد کریں

گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے﴾(المآئدة: ۵۴)

اور فرمایا: ﴿اے نبیؐ! کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے﴾(التوبة: ۷۳)''

(تاریخِ دعوت وعزیمت، جلد ششم، حصّہ دوم، ص۴۹۲)

۲) سکھوں اور انگریزوں کا ساتھ دینے والوں کے خلاف سید احمد شہیدؒ کے جانشینوں کا قتال

سید احمد شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد جہاں سکھوں اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا سلسلہ جاری رہا، وہیں ان مرتدین کے خلاف قتال کا سلسلہ بھی نہ تھما جو مسلمانوں کے بالمقابل کفار کا ساتھ دیتے۔ بطور نمونہ ہم ایک مثال یہاں پیش کئے دیتے ہیں۔ ۱۸۹۵ء میں انگریزوں نے چترال کی سمت پیش قدمی شروع کی۔ راستے میں دیر اور سوات کے علاقوں سے گزرے بغیر چارہ نہ تھا، لیکن انگریزی اقتدار ابھی ان علاقوں میں اتنا مستحکم نہ تھا کہ انگریزی فوج اس راستے کو اپنے لئے محفوظ سمجھتی۔ چنانچہ انگریزوں نے پہلے دیر و سوات پر قبضہ مستحکم کرنے کا فیصلہ کیا اور دیر کے چند مقامی سرداروں کو ساتھ ملا کر اولاً دیر پر قبضہ کیا۔ پھر انہی سرداروں کو سوات کے بیشتر علاقے پر بھی حاکم بنا دیا۔ ۹ جمادی الآخر، ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) کو اہلِ سوات نے ان انگریز نواز سرداروں کے تسلط سے آزادی پانے کے لئے 'سید عبدالجبار شاہ ستھانویؒ' کو اپنا متفقہ حاکم چنا، جبکہ 'ملا صاحب سنڈاکے' کو غیر رسمی طور پر شیخ الاسلام کی حیثیت حاصل ہوئی۔ سید عبدالجبار شاہ رحمہ اللہ کے ذمے اب دو بنیادی کام تھے:

۱۔ سوات میں شرعی اصولوں کے مطابق نظامِ حکومت قائم کرنا۔

۲۔ سوات کو دیر کے انگریز نواز خوانین کے تسلط سے نجات دلانا۔

(سرگزشتِ مجاہدین، ص:۵۲۴)

چنانچہ سید عبدالجبار شاہؒ صاحب نے منتشر قومی عناصر کو یکجا کر کے ایک دفاعی منصوبہ تیار کیا، جس کا مدعا یہ تھا کہ پیش قدمی کرنے والے انگریزی لشکر پر خفیہ پہاڑی مورچوں سے بے پناہ چھاپوں کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ پھر آپ نے ایک معروف مقامی دینی شخصیت صاحبزادہ بابا سے اہلِ دیر کے نام ایک اعلامیہ لکھوایا جس کی نقلیں اہلِ دیر کے علاوہ اہلِ سوات کو بھی بھیج دی گئیں اور ایسا بندوبست کیا گیا کہ ہر شخص اس کے مضمون سے آگاہ ہو جائے۔ اس اعلامیہ کا مضمون یہ تھا:

''میں دنیوی معاملات اور ملکی جنگوں سے ہمیشہ الگ رہا ہوں لیکن انگریزوں نے آزاد اسلامی ملکوں پر حملے شروع کر دیئے ہیں۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو مدتِ مدید سے پیش نہ آیا تھا۔ انگریز خلیفۃ المسلمین کے خلاف بھی جنگ کر رہے ہیں۔ اسی سلسلے میں وہ سوات پر لشکر لے آئے ہیں اور دیر کا لشکر بھی انہی کے ساتھ ہے۔ اہلِ دیر کو میری نصیحت یہ ہے کہ اسلام اور ایمان بیچ کر سوات کو انگریزوں کے قبضے میں نہ دیں۔ بہتر یہ ہے کہ واپس چلے جائیں اور جہاں ہوں وہیں ٹھہریں، اگر آگے بڑھے تو:

میں بذاتِ خود قتال کے لئے موجود رہوں گا، میری موت تمہارے ہاتھ شہادت کی موت ہوگی اور تمہارے مردے اہلِ سوات کی گولیوں سے داخلِ صفِ کفار ہوں گے۔ دنیا کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ دو دن کی زندگی کی خاطر ایمان ضائع کر دینا سخت بدنصیبی کا باعث ہوگا''۔

(سرگزشتِ مجاہدین، ص:۵۲۶)

اس اعلامیہ سے بھی یہ بات واضح ہے کہ انگریز کا ساتھ دینے والے مقامی لشکر کو یہ مجاہدین اور ان کے دینی و علمی قائدین دین سے خارج، کافر و مرتد سمجھتے تھے اور ان کے خلاف قتال کو خالص شرعی جہاد گردانتے تھے۔

۳) روس کا ساتھ دینے والوں کے خلاف افغانی وغیر افغانی مجاہدین کا قتال

مرتدین کے خلاف قتال کی ایک نہایت واضح مثال سابقہ افغان جہاد میں روس کا ساتھ دینے والوں کے خلاف قتال ہے...... خواہ یہ ساتھ دینے والے افغانی کمیونسٹ ہوں یا وہ لوگ ہوں جنہوں نے کمیونسٹ عقیدہ اختیار کئے بغیر روسی افواج کا ساتھ دیا۔ ان مرتدین کے خلاف قتال کو اپنا دینی فریضہ اور روسی افواج کے خلاف جہاد ہی کا تتمہ سمجھتے ہوئے افغانستان، پاکستان اور دنیا بھر کے مہاجر مجاہدین نے بلا ادنیٰ تردد اس میں شرکت کی۔ اس وقت جہاں دنیا بھر کے اہلِ علم نے اس قتال کے حق وصواب ہونے پر مہرِ تصدیق ثبت کی، وہیں پاکستان کے علماء نے بھی اس جہاد کی بھرپور تائید کی۔ چونکہ اُس دور میں بھی بہت سے حلقوں کی جانب سے جہاد کے مختلف پہلوؤں پر شبہات و اشکالات پیش کئے جاتے تھے (جن میں سے بیشتر اشکالات آج بھی پیش کئے جاتے ہیں) لہٰذا وزیرستان کے اس وقت کے علماء نے اسی حوالے سے ایک اجتماع منعقد کیا۔ اجتماع میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایسے تمام شبہات و اشکالات کو سوالات کی شکل میں یکجا

کر کے صوبۂ سرحد کے جید اہلِ علم کے پاس بھیجا جائے اور ان سے مدلل جوابات طلب کئے جائیں۔ انہی سوالات کا مفصل جواب مولانا نور محمد وزیرستانی صاحب نے اپنی مشہور کتاب ''جہادِ افغانستان'' میں دیا اور مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق (بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)، مولانا قاضی عبدالکریم صاحب، شیخ حسن جان مرحوم اور مولانا سیف اللہ حقانی صاحب جیسے معروف اہلِ علم نے کتاب پر اپنی تقریظات لکھ کر اس کے مندرجات کی منجملہ تائید کی۔ نیز کتاب کا مقدمہ جناب زاہد الراشدی صاحب نے لکھا (اللہ انہیں آج بھی اسی مؤقف کو دوبارہ اپنانے کی توفیق دے!) کتاب میں مذکور سوالات میں سے ایک اہم سوال یہ ہے:

''سوال: افغانستان کی جنگ میں افغان فوجیں، افغان ملیشیا اور دیگر تنظیمیں روسی افواج کے زیر قیادت روسی افواج کے تحفظ اور مدد کے لیے مجاہدین کے خلاف لڑ رہی ہیں، کیا یہ مسلمانوں کے درمیان جنگ نہیں ہے؟''

جناب نور محمد صاحب جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الجواب: افغانستان کی موجودہ جنگ مسلمانوں کے درمیان جنگ نہیں بلکہ مسلمانوں کی اپنے ملک کی آزادی کے لیے دفاعی جنگ ہے جو روسی افواج اور ان کی حمایت میں لڑنے والے افغانوں کے خلاف لڑی جارہی ہے...... جب روس نے افغانستان پر غاصبانہ قبضہ جمایا تو ان کے خلاف افغانستان کے مسلمانوں نے علمائے اسلام کی قیادت میں بے سروسامانی کے عالم میں جہاد شروع کیا ہے جس کے جہاد ہونے پر دنیا بھر کے علماء نے دستخط ثبت کیے ہیں، بجز ان چند مفاد پرست علماء کے جو سوشلسٹ مقبوضات میں رہ رہے ہیں''۔

(جہادِ افغانستان، ص۵۹)

اس کے بعد نور محمد صاحب نے یہ عنوان باندھا ہے:

''جو مسلمان کافروں کی حمایت میں لڑتا ہے، اس کا حکم''

اس عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں:

'' عن ابن عباس أن ناسًا من المسلمین کانوا مع المشرکین یکثرون سواد

المشركين على رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتي السهم يرمى به فيصيب أحدهم فيقتله أو يضرب فيُقتل فأنزل الله:﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ......﴾ (النسآء:۹٦)‘‘

’’ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض لوگ حضور علیہ السلام کے لشکر کے مقابلے میں مشرکین کے لشکر کو بڑھانے کے لیے مشرکین کے ساتھ شامل ہو گئے۔ چنانچہ ان میں سے کسی کو تیر آ کر لگ جاتا اور وہ قتل ہو جاتا یا کسی کو (تلوار کی) ضرب لگتی اور وہ قتل ہو جاتا۔ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ: ﴿بے شک جن لوگوں کی ارواح فرشتوں نے قبض کیں اس حالت میں کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا، فرشتوں نے ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کافروں کے ہاتھ میں بے بس تھے (یعنی مجبُوری سے ہم نے جنگ میں کافروں کا ساتھ دیا تھا)۔ فرشتوں نے انہیں جواب دیا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کرتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنّم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے﴾‘‘۔

(صحيح البخاري، ج:۲، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى :إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَة...... الآية)

شارح بخاری علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”وعن عكرمة أن اللّٰــه ذم من كثر سواد المشركين مع أنهم لا يريدون بقلوبهم موافقتهم...... ‘‘

’’حضرت عکرمہ رحمہ اللہ (جو حدیثِ مذکور کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) ان مسلمانوں کی مذمت فرمائی جنہوں نے لشکرِ مشرکین کی تعداد میں اضافہ کیا تھا، باوجود اس کے کہ وہ دل سے مشرکین کے موافق اور طرف دار نہ تھے‘‘۔

نیز علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”وفي رواية عمرو بن دينار عن عكرمة عن ابن عباس عند ابن المنذر والطبري: كان قوم من أهل مكة قد أسلموا وكانوا يخفون الإسلام فأخرجهم المشركون معهم يوم بدر فأصيب بعضهم فقال المسلمون هؤلاء كانوا

مسلمين فأكرهوا فاستغفِروا لهم فنزلت ......".

''ابن منذر اور طبری کی روایت میں آتا ہے کہ عمرو بن دینار نے عکرمہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مکہ کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا مگر اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ جنگِ بدر کے موقع پر انہیں مشرکین اپنے ساتھ لے چلے۔ پھر ان میں سے بعض جنگ میں مارے گئے۔ مسلمانوں میں سے چندلوگوں نے کہا کہ یہ تو مسلمان تھے جنہیں مشرکین زبردستی ساتھ لائے تھے اس لیے ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرو۔ پس اس موقع پر آیتِ مذکورہ نازل ہوئی۔''

(فتح الباري، ج۹، باب لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ......الآية)

قرآن فہمی کے لیے ضروری ہے کہ شانِ نزول کے بارے میں صحابہٴ کرام اور تابعینِ عظام کا مؤقف اور طریقہٴ کار ہر وقت انسان کے پیشِ نظر ہو، جس کے ہوتے ہوئے ہر زمانے کے لیے قرآنی آیات اور اس کے احکامات میں کوئی الجھن اور اخفاء باقی نہیں رہے گا۔

" والذي يظهر من استقراء كلام الصحابة والتابعين أنهم لا يستعملون نزلت كذا لمحض قصة كانت في زمنه عليه السلام وهي سبب نزولها، بل ربما يذكرون بعض ما صدقت عليه الآية مما كان في زمنه عليه السلام أو بعده عليه الصلٰوة والسلام ولا يلزم هناك انطباق جميع القيود بل يكفي انطباق أصل الحكم".

''صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین جب کسی آیت کے متعلّق فرماتے ہیں کہ یہ فلاں واقعے کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ آیت محض رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے اس واقعے ہی کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت فلاں واقعے پر بھی صادق آتی ہے، خواہ وہ نبی علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ ہو یا اس کے بعد کا۔ نیز یہ حضرات اس واقعے کے اصل حکم پر آیت کا چسپاں ہونا کافی سمجھتے تھے، خواہ وہ تمام

قیود اور شرائط نہ بھی پائی جاتی ہوں۔''

(الفوز الكبير في أصول التفسير، فصل في معرفة أسباب النزول، ص:۴۸)

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآنِ کریم قیامت تک رونما ہونے والے جملہ واقعات کا اصولی طور پر حل پیش کرنے والی آخری کتاب ہے۔ لہٰذا اس کے احکامات کسی زمانے کے لیے خاص نہیں ہیں۔ اس بنیادی نکتہ کو ذہن میں رکھنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جو آیاتِ کریمہ ہجرتِ مکہ اور صحابہؓ کی مظلومیت اور جہاد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ جملہ آیات گویا کہ آج واقعۂ افغانستان کے بارے میں بھی نازل شدہ ہیں۔ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ آج جو مسلمان روسی افواج کا ساتھ دے رہے ہیں، خواہ مجبُوری سے یا مصلحت سے، ان سب کا وہ حکم ہے جس کا ذکر بخاری شریف میں بروایتِ عکرمہ رحمہ اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما پچھلے صفحات میں بیان ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من كثر سواد قوم فهو منهم".

"جو آدمی کسی گروہ کی تعداد میں اضافہ کرتا ہے، وہ انہی میں سے ہے"۔

(جہادِ افغانستان، ص ۶۰ تا ۶۲)

پھر آپ یہ بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ افغان مجاہدین کے مقابلے میں لڑنے والے افغان، جو درحقیقت افغانستان میں دانستہ یا نادانستہ طور پر روسی نظام، نظریہ اور غاصبانہ قبضہ کو طول اور استحکام دے رہے ہیں، دنیا میں بھی روسی افواج کے حکم میں ہیں اور قیامت کے دن بھی کارل مارکس کے پیروکاروں میں اٹھائے جائیں گے"۔

(جہادِ افغانستان، ص ۶۳)

درج بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ روس کے حکم پر مجاہدین کے خلاف لڑنے والی افغانی افواج اور ملیشیا وغیرہ کو اس وقت کے اہلِ علم دین سے خارج اور واجب القتال سمجھتے تھے۔ ذرا آگے چل کر جناب نور محمد صاحب اسی حوالے سے "فتاویٰ خیریہ" کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس کی اہمیّت کے پیشِ نظر ہم اسے یہاں ذکر کیے دیتے ہیں:

"(سئل) في رجل سعى بنفسه إلى أعراب البادية المارقين وجعل نفسه

فلاحهم ، والفلاح يستعبده من استفلحه حتى يبيع فيه ويشتري ويستحل أمواله بل ونفسه وعياله وما كفاه ذلك، حتى سعى بابن عم له أيضًا لهم وقال لهم هذا فلاحكم وسلطهم عليه فماذا يلزمه شرعًا؟

(أجاب) اعلم أن هذا الشقي البعيد الطريد من رحمة اللّٰه ساع في إضرار نفسه وإضرار عباد اللّٰه مستحق لأشد التعزير وأبلغ التحقير ولا شبهة في جواز الترقي في تعزيره إلى القتل لأن الساعي لهؤلاء الكفرة والأشقياء الفجرة بمثل ذلك ساع في الأرض بالفساد فجزاءه ما في الذكر الحكيم: ﴿إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (المآئدة:۳۳)''

''سوال: اگر ایک شخص اپنے آپ کو دین سے خارج صحرانشین بدوؤں کی غلامی میں دے دے، اس طرح کہ اس کے کافر آقا کو اس رضا کار غلام میں مکمل تصرف حاصل ہو، حتیٰ کہ وہ اس کی خرید وفروخت، اس کے مال وجان کو حلال جاننے اور اس کے اہل وعیال کی آبروریزی کرنے کا حق بھی رکھتا ہو۔ پھر (کفار کی غلامی قبول کرنے والا) یہ شخص محض اسی پر اکتفا نہ کرے بلکہ اپنے چچازاد بھائی کو بھی مختلف ہتھکنڈوں سے ان کفار کی غلامی اور تسلط میں دے دے اور انہیں بتائے کہ یہ بھی تمہارا غلام ہے......تو شرعاً ایسے شخص کا حکم کیا ہوگا؟

جواب: خوب جان لو کہ یہ بد بخت، مردود، اللّٰہ کی رحمت سے محروم انسان جو اپنی تباہی اور دیگر مسلمانوں کی بربادی کے لیے کوشاں ہے، سخت ترین سزا اور بدترین رسوائی کا مستحق ہے۔ اس بدبخت کو تعزیراً قتل تک کر ڈالنے کا جواز ہر شک وشبہہ سے بالا ہے، کیونکہ صحرانشین کفار وفجار کی مدد کرنے والا درحقیقت زمین میں فساد پھیلانے کا مرتکب ہے، جس کی سزا قرآنِ حکیم یوں بیان فرماتا ہے: ﴿بے شک وہ لوگ جو اللّٰہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا انہیں سولی پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں الٹے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں قید کیا جائے، یہ ان کی دنیوی سزا ہے اور

ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے ﴾''۔

(فتاوی الخيرية علی هامش فتاویٰ تنقيح الحامدية، المجلد الأول، فصل في التعزير، ص ۱۴۸)

...... فتاوی الخیریہ کے اس سوال و جواب سے ثابت ہوا کہ جو آدمی مسلمان ہونے کے باوجود گمراہ صحرا نشین لوگوں کا تسلط جمانے کے لیے کوشاں رہتا ہے اس کا حکم ان لوگوں کا سا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتے ہیں، جس کو قرآن نے خود سورۂ مائدہ کی آیت ۳۳ میں بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا جو شخص روسی بے دینی الحاد اور دہریت کے تسلط جمانے اور اس کی پشت پناہی کے لیے کوشاں ہو اس کا حکم بدرجۂ اتم یہی ہوگا''۔

(جہادِ افغانستان، ص ۶۹ تا ۷۱)

اس اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کفار کی غلامی اختیار کرنے اور دوسرے مسلمانوں کو ان کا غلام بنانے والے مرتد حکمران درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ اور فساد فی الارض کے مرتکب ہیں اور ان کا قتل شرعاً جائز ہے۔

یہ شرعی حکم واضح کرنے کے بعد جناب نور محمد صاحب اسی سے متعلقہ ایک اور سوال نقل کرتے ہیں:

''سوال: بعض قبائلی لوگ صحیح العقیدہ مسلمان ہونے کے باوجود دنیاوی مفادات کے لیے روسی اور افغان فوجوں کی مدد کرتے ہیں، افغان مجاہدین کے خلاف جاسوسی کرتے اور مجاہدین کو روسی اور کابل فوجوں سے پکڑواتے اور قتل کرواتے ہیں اور مجاہدین کے خلاف تخریب کاری اور ان پر آنے جانے کے راستے بند کرواتے ہیں، ان پر ڈاکے ڈال کر رہزنی کرتے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کا کیا حکم ہے''؟

(جہادِ افغانستان، ص ۶۵)

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ واضح کرتے ہیں کہ ان مرتد افواج کی باقاعدہ مدد کرنے والے بھی فساد فی الارض جیسے عظیم جرم کے مرتکب اور قتل کے مستحق ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''الجواب: ان لوگوں کو اگرچہ کافر و مرتد تو نہیں کہا جا سکتا لیکن مبیّنہ طور پر ان کے تین جرائم ہیں:

ایک...... مجاہدین کے خلاف لڑنے والی روسی فوجوں اور نجیب کی فوجوں کی اعانت کرنا، ان کے پاؤں جمانا، ان کے حوصلے بلند کرنا اور روسی قبضہ کو دوام دینا۔

دوسرا...... افغان مجاہدین کو روسی اور نجیبی فوجوں سے بطریق مخبری قتل کروانا اور ایذاء پہنچانا۔

تیسرا......افغان مجاہدین پر جہاد کے لیے آنے جانے کے راستے بند کرنا، ان پر ڈاکے ڈالنا، ان کے خلاف راہزنی کا ارتکاب کرنا۔

ان تین مبیّنہ جرائم کے پیشِ نظر ایسے لوگوں کو قتل کرنا، انہیں اپاہج کرانا، ان کی کمین گاہوں کو تباہ کرنا ازروئے شریعتِ اسلامی حکومتِ وقت پر فرض ہے اور عام لوگوں کے لیے ایسا کرنا باعث ثواب ہے''۔

(جہادِ افغانستان، ص۶۵،۶۶)

اسی مناسبت سے آپ یہ بھی واضح کیے دیتے ہیں کہ اگر ان مفسدین میں سے کوئی شخص وقتی طور پر کسی دباؤ وغیرہ کے تحت گوشہ نشین ہو جائے، تو اس حال میں بھی اس کا قتل جائز ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''وفي رسالة أحكام السياسة عن جمع النسفي: سئل شيخ الإسلام عن قتل الأعونة والظلمة والسعاة في أيام الفترة، قال: يباح قتلهم لأنهم ساعون في الأرض بالفساد، فقيل إنهم يمتنعون عن ذلك في أيام الفترة ويختفون، قال ذلك امتناع ضرورة ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ كما نشاهد.

وسئلنا الشيخ أبا شجاع عنه، فقال: يباح قتلهم ويثاب قاتلهم. اهـ''

''جمع نسفی کے رسالے ''احکام السیاسۃ'' میں مذکور ہے کہ شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ جو لوگ (مفسد حکمرانوں کی) مدد کرتے ہیں، مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اگر یہ لوگ (کسی دباؤ سے کمزور ہو گئے اور) وقتی طور پر فساد سے دست بردار ہو کر پوشیدہ ہو گئے تو ایسی حالت میں ان کا حکم کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ایسی حالت میں بھی ان کا قتل جائز ہے کیونکہ یہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ اس وقفے کے دوران تو یہ فساد پھیلانے سے رک جاتے ہیں، پھر ان کا قتل کیسے جائز ہوا؟ آپ نے فرمایا: یہ باز آنا تو مجبُوری کی وجہ سے ہے ﴿اور اگر پھر بھیجے جائیں تو پھر بھی وہی کام کریں گے جس سے منع کیے گئے تھے﴾ جیسا کہ ہم خود اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ہم نے اسی مسئلے کے بارے میں علامہ شیخ ابوشجاع سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا قتل جائز ہے اور قاتل کو ثواب ملے گا''۔

(رد المحتار، ج:۳، باب التعزیر، ص:۱۹۸)

خلاصۂ بحث

گزشتہ صفحات میں ہم نے علمائے برصغیر کے جو اقوال وفتاوی نقل کئے ہیں، ان سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس خطے کے مختلف مکاتبِ فکر سے تعلّق رکھنے والے علماء کی ایک بڑی تعداد درج ذیل نکات پر اصولاً متفق ہے:

۱۔ پاکستان میں قائم ریاستی نظام بحیثیتِ مجموعی ایک غیر شرعی، کفریہ نظام ہے۔

۲۔ اس نظام کی قیادت پر فائز لوگ دین سے خارج مرتد ہیں۔

۳۔ اس نظام کو ڈھانا، اس کی جگہ شرعی نظامِ خلافت قائم کرنا اور شریعت نافذ کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

۴۔ شریعت کے نفاذ کے لئے جمہوری طریقۂ جدوجہد اختیار کرنا شرعاً ناجائز اور عملاً لاحاصل ہے۔

۴۔ اس کفریہ نظام اور اس کی محافظ افواج کے خلاف جہاد وقتال کئے بغیر فتنے کا خاتمہ اور شریعت کا نفاذ ہرگز ممکن نہیں۔

ایک توجہ طلب نکتہ......!

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ علمائے برِصغیر نے ایک ایسے دور میں مذکورہ بالا شرعی احکام بیان کرنے کی جرأت کی، جب اس خطے کے مسلمان پہلے انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں کی براہِ راست غلامی تلے جی رہے تھے اور ان سے آزادی ملی تو معلوم ہوا کہ اب بھی بالواسطہ حاکم انگریز ہی ہیں اور ان کے مقرر کردہ مقامی حکمران شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار ہیں۔ اس غلامی کے دور میں جو (آج تک جاری ہے) علمائے اہلِ سنت طاغوتی قوتوں کا خاص ہدف رہے ہیں۔ علماء کو کلمۂ حق سے روکنے کے لئے ترغیبی و ترہیبی، سبھی ہتھکنڈے اختیار کئے گئے ہیں اور ضرورت پڑنے پر انہیں گرفتار اور قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ مثلاً ۱۸۳۱ء میں سکھوں نے سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ جیسے مجاہد علماء کو شہید کیا اور ۱۸۵۷ء میں انگریز نے محض چند دنوں کے اندر اندر ہزارہا علماء کو شہید کر ڈالا۔ نیز شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا احمد اللہؒ اور مولانا جعفر تھانیسریؒ جیسے اکابر علمائے وقت کو اس وقت کے گوانتانامو جیل، جزیرہ نما مالٹا میں طویل مدتوں کے لئے قید کر دیا گیا۔ پھر قیامِ پاکستان کے بعد بھی انگریز

کے وفادار حکمران طبقے نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اہلِ حق علماء کے قتل وتعذیب کا یہ مکروہ سلسلہ آج مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالرشید غازی رحمہ اللہ کی شہادت سے گزرتے ہوئے، مفتی سعید احمد جلالپوری رحمہ اللہ کی شہادت تک آن پہنچا ہے......اور مستقبل اپنے دامن میں ان وارثینِ نبوت کے لئے کیا سمیٹے بیٹھا ہے، اس سے میرا رب ہی واقف ہے!

اس ریاستی جبر کو ذہن میں رکھا جائے تو بلاشبہ دل کی گہرائیوں سے ان تمام علمائے کرام کے لئے دعائے خیر نکلتی ہے جنہوں نے قولاً یا عملاً، صراحتاً یا اشارتاً مذکورہ بالا اہم شرعی احکامات کو واضح کرنے کی جرأت کی۔ نیز اگر کہیں کسی عالم نے محض اصولی مسئلہ بیان کرنے پر اکتفا کیا اور عملی دنیا پر اس کے انطباق سے گریز کیا؛ یا محض اشارے کنائے میں اہلِ علم وفہم پر بات واضح کی اور واضح تصریح سے ہاتھ کھینچا؛ یا اپنی کتب وفتاویٰ میں تو مسئلہ صراحتاً بیان کیا اور میدانِ عمل میں اس کے تمام تر عملی تقاضے پورے نہیں کئے......تو مذکورہ بالا پس منظر جاننے سے ان کا عذر سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سرزمین پر اپنے دین کو ایسی قوت وتمکین بخشے کہ ہمارے محترم علماء ہر شریر کے شر سے محفوظ ومامون ہو کر اپنے تمام تر فرائض آزادانہ طور پر سرانجام دے سکیں۔

شاہ صاحب کا فتویٰ آج بھی دعوتِ عمل دے رہا ہے!

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ۱۹ ویں صدی کے آغاز میں ہندوستان (یعنی موجودہ پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش وغیرہ) پر کفریہ احکام وقوانین کا غلبہ دیکھتے ہوئے اس کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا۔ پھر ۲۰ ویں صدی کے ابتدائی حصّے میں بھی علمائے حق نے اس فتوے کو اسی شدومد سے دہرایا اور اپنے حالات پر پوری طرح منطبق قرار دیا۔ چنانچہ جب مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے فتویٰ طلب کیا گیا کہ ''کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟''......تو آپ نے فرمایا:

''ہندوستان دارالحرب ہے، وہ اس وقت تک دارالحرب باقی رہے گا جب تک اس میں کفر کو غلبہ حاصل رہے گا۔ دارالحرب کی جس قدر تعریفات کی گئی ہیں اور جو شروط بیان کی گئی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ، حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ اسرارہم نے اپنے فتاویٰ میں اس موضوع پر بحثیں فرمائی ہیں، ان پر کوئی اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ مزید

تفصیلات کے لیے جامع الرموز جلد۳، کتاب الجہاد شامی جلد۳، ص ۳۳۵، ۳۳۶ اور فتاویٰ عالمگیریہ جلد۲، باب استیلاء الکفار ملاحظہ فرمائیں''۔

(فتاویٰ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، ص:۱۴۱،۱۴۲)

اسی طرح ایک مرتبہ آپؒ سے ہندوستان کے دارالحرب ہونے اور یہاں جمعہ کی نماز کی فرضیت کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا:

''آپ دریافت فرماتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں اور دارالحرب میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ تو ہندوستان میں جب سے اقتدارِ اسلام ختم ہوا ہے جب ہی سے دار الحرب ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ ۱۸۰۳ء میں دارالحرب ہونے کا فتوی دیتے رہے، فتاویٰ عزیزیہ دیکھئے......اور ہمارے اکابر اسی وقت سے دارالحرب کا فتوی دیتے رہے اور آج بھی وہی حال ہے۔ جمعہ دارالحرب میں یقیناً ہوتا ہے اور فرض ہے جیسا کہ انگریزی زمانہ میں پڑھتے رہے۔

ولو فقد وال لغلبة الكفار وجب على المسلمين تعيين وال وإمام للجمعة.

(یعنی اگر کفار کے غالب آجانے کی وجہ سے مسلمانوں کا کوئی حاکم نہ ہو، تو حاکم مقرر کرنا بھی تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور جمعے کا امام مقرر کرنا بھی فرض۔)

(درمختار ۵/ ۸(ا)۳۶)

ننگِ اسلاف، حسین احمد غفرلہ، ۶ صفر ۱۳۷۰ھ، دارالعلوم دیوبند (مکتوبات ۲/ ۲۵۰، ۲۵۱)''

(فتاویٰ شیخ الاسلام، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، ص:۱۴۲،۱۴۳)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ: کیا ہندوستان دارالحرب ہے اور یہاں سودی لین دین درست ہے یا نہیں؟''......تو آپ نے فرمایا:

''لا شك أن الهند دار حرب بيد أن حضرة مولانا النانوتوي (قدس سره العزيز) كان يرى أن من كان من سكان الديار الاسلامية يباح له أن يدخل الهند و يأخذ من الحربيين الأموال بالربا أو القمار وأمثال ذلك فيه التراضي بغير نقض عهد، وأما القاطنون بالهند فليس لهم ذلك، ويرى أن النص الفقهي

معناه كذلك، وله رسالة في ذلك. وأما حضرة مولانا الجنجوهي (قدس الله سره العزيز) فكان يرى أن المسلمين القاطنين والهنود أيضا لهم أن ياخذوه من الإنكليز والهند و بيد أنه كان لا يفشي بهذا الفتوى لمصلحة حفظ العوام".

''اس میں شک نہیں کہ ہندوستان دارالحرب ہے، مگر حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کا خیال تھا کہ دیگر اسلامی علاقوں کے باشندوں کے لیے تو جائز ہے کہ وہ ہندوستان میں داخل ہوکر سود اور جوئے سے حربی کا مال لیں، بشرطیکہ اس میں طرفین کی باہمی رضا ہو اور عہد شکنی نہ ہو، لیکن باشندگانِ ہند کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اس حوالے سے وارد ہونے والی فقہی نصوص کا یہی معنی ہے، چنانچہ اس مسئلہ پر ان کا ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ البتہ حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کا خیال تھا کہ ہندوستان کے رہنے والے مسلمان بھی انگریزوں اور ہندوؤں سے سود لے سکتے ہیں لیکن آپ عوام کی مصلحت کا لحاظ کر کے اس فتوے کو شائع نہیں کرتے تھے''۔ (مکتوبات ۱/۱۶، ۱۷)

(فتاویٰ شیخ الاسلام، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ)

ان فتاویٰ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ محض مولانا مدنی رحمہ اللہ ہی نہیں، ان کے جلیل القدر اساتذہ بھی ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا کرتے تھے۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ جو فتویٰ ۱۹ ویں صدی کے آغاز میں دیا گیا اور جسے ۲۰ ویں صدی کی ابتداء میں پورے شد و مد سے دہرایا گیا...... اسے آج ۲۱ ویں صدی کے آغاز میں بھی ببانگِ دہل کہہ ڈالا جائے۔ بلاشبہ آج اس خطے میں ''اسلامی اقتدار'' مفقود اور ''کفر'' غالب ہے...... اور بلاشبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ تاریخی فتویٰ آج بھی مخلصین وصادقین کو ہجرت و جہاد کی راہ دکھلا رہا ہے!

نسلِ نو کو فتنۂ ارتداد سے بچانے کی فکر کیجیے!

ہر صاحبِ ایمان کا دل اس بات سے دکھتا ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے ٦ (چھ) لاکھ سے زائد فوجی افسر و سپاہی، لاکھوں پولیس اہلکار، ہزارہا سول افسران، بیشتر اراکینِ پالیمان اور سیاہ پوش جج صاحبان اپنی زندگیاں ایک ایسے کفریہ نظام کی ترقی وتحفظ میں کھپا رہے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول

کے خلاف برسرِ جنگ اور اسلام واہلِ اسلام کو مٹانے کے درپے ہے! پھر ان لوگوں کا معاملہ تو اور بھی زیادہ خطرناک ہے جو اس ریاستی نظام کے ایسے شعبوں میں کام کرتے ہیں جو ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' میں براہِ راست شریک ہیں (مثلاً فوج، خفیہ ایجنسیاں، نیم فوجی ادارے، پولیس، وفاقی وصوبائی کابینہ، نجی وسرکاری ذرائع ابلاغ وغیرہ)! اسلامی تاریخ میں کم ہی مواقع پر ایمان فروشی کی ایسی لہر چلی ہے کہ لاکھوں مسلمان علانیہ طور پر کفریہ اقوال وافعال کا ارتکاب کریں، کفریہ عقائد کو سینوں میں جگہ دیں...... اور اس سب پر نادم ہونے کی بجائے ہر اس بندۂ مومن پر ٹوٹ پڑیں جو ان کے سامنے جھکنے اور ان کی صف میں شامل ہونے سے انکار کرے!...... پھر یہی نہیں، بلکہ غلبہ واقتدار بھی اسی لشکرِ ارتداد کے پاس ہو اور اسلحہ وقوت بھی اسی کی ملکیت! مسلمان مغلوب ہوں اور مرتدین غالب! ولاحول ولاقوۃ الا باللہ!

پس اس عظیم فتنے کا مقابلہ کرنا جہاں اس لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کو ان کے شر سے بچایا جائے اور قوت واقتدار ان سے چھین کر شرعی نظام نافذ کیا جائے...... وہیں یہ اس لئے بھی لازم ہے تا کہ مسلمان گھروں میں ہوش سنبھالنے والے لاکھوں انسانوں کا ''ایمان'' بچایا جاسکے۔ نسلِ نو کو کفر وارتداد کے اس مہلک گڑھے میں گرنے اور دجالی لشکر میں شامل ہونے سے روکنا ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے۔ بلاشبہ یہ عصرِ حاضر کے ان عظیم ترین فتنوں میں سے ہے جن کے مقابلے کے لئے پوری امت، بالخصوص علمائے کرام کو، مزید کسی تاخیر کے بغیر، تمام میسر وسائل ساتھ لے کر، رب پر توکل کرتے ہوئے میدان میں اتر آنا ہوگا اور مختلف دینی فرائض کی انجام دہی میں بھی ترجیحات یہی سب مدِ نظر رکھ کر متعین کرنا ہوں گی۔ چنانچہ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''آج کتنے بڑے بڑے فتنے ہیں جو اس وقت جہنّم کے شعلوں کی مانند بھڑک رہے ہیں اور پورے پورے اسلامی ممالک کو جلا کر خاکستر کر دینا چاہتے ہیں، جو صحابہ کرامؓ کی امیدوں پر پانی پھیرنا چاہتے ہیں۔ آج قسم قسم کے اسلام سوز، ایمان سوز، اخلاق سوز، انسانیت سوز فتنے ابھر رہے ہیں...... مادّیت، الحاد، قوم پرستی نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھیں ملانے کیلئے تیار ہے...... آج مسیلمہ کذاب نئے نئے روپ میں آرہا ہے اور نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کر رہا ہے...... آج رسولؐ کے سرمایہ پر ڈاکہ ڈالا جارہا ہے...... آپؐ کے قلعہ میں شگاف پیدا کئے جارہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالسلطنت پر حملہ کیا جارہا ہے۔ اگر آج امام

ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ ہوتے تو میں یقین کرتا ہو کہ شاید وہ فقہ کی تدوین بھی تھوڑی دیر کے لئے روک دیتے اوراس مسئلہ کی طرف توجہ کرتے۔آج تمہارے لئے کام کے دوسرے میدان ہیں، آج تمہارے لئے الحاد سے پنجہ آزمائی کا موقعہ ہے۔تمہارے لئے دہریت، مادّیت سے آنکھیں ملانے کا موقع ہے، یقین مانو اس سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ وامام احمدؒ کی روح نہیں، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح خوش ہوگی''۔

(''نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر الحادودہریت کا حملہ''، کتاب''پا جا سراغِ زندگی'')

نیز اسی بات کو مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''ہمارا زورِ بیان اور زورِ قلم جس شان سے اپنے اختلافی مسائل میں جہاد کرتا ہے اس کا کوئی حصّہ بھی اسلام کی سرحدوں اوراصولِ ایمانی پر ہونے والی یلغار کے مقابلہ میں کیوں صَرف نہیں ہوتا؟ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی کوششوں کے مقابلے میں ہم سب بنیانِ مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) کیوں نہیں بن جاتے؟''

(''وحدتِ امّت''، از مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی لذت نصیب فرمائے اورمرتے دم تک ایمان پرقائم رہنے اوراس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق دے، آمین!

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

ضمیمہ

سوات اور وزیرستان میں فوجی کارروائی
اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کی شرعی حیثیت

شیخ الحدیث مولانا نورالہدیٰ سلّمہٗ اللّٰہ کا فتویٰ

گزشتہ سال کے اواخر میں پاکستانی فوج نے پہلے سوات اور پھر جنوبی وزیرستان میں مجاہدین اور عامۃ المسلمین کے خلاف فوجی کارروائی کا آغاز کیا۔اس موقع پر طالبینِ حق نے مختلف اہلِ علم سے رجوع کر کے سوات، قبائلی علاقہ جات اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کا شرعی حکم اور یہ جہاد کرنے والوں کے خلاف فوجی کارروائی کی شرعی حیثیت دریافت کی۔الحمدللّٰہ بہت سے اہلِ علم نے مجاہدین کے مؤقف کی علانیہ یا خفیہ تائید کی۔انہی میں سے ایک، کراچی سے تعلّق رکھنے والے بزرگ عالمِ دین، شیخ الحدیث مولانا نورالہدیٰ سلّمہٗ اللّٰہ بھی تھے۔آپ کا شمار وقت کے معروف و معتبر اہلِ علم میں ہوتا ہے۔آپ عربی زبان میں متعدد کتب کے مصنف ہیں، جن میں بخاری شریف کی ''کتاب بدء الوحی'' سے ''کتاب العلم'' تک کی عربی شرح، ترمذی شریف کی عربی شرح (جس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے) اور ''مراصد النظر'' کے نام سے قرآنِ کریم کی عربی تفسیر شامل ہے (جو کہ چھپ بھی چکی ہے)۔اس کے علاوہ حال ہی میں ''فدائی حملے اور جہاد کی شرعی حیثیت'' کے نام سے آپ کی ایک اردو تصنیف بھی چھپ کر منظرِ عام پر آئی ہے۔آپ نے سوات اور وزیرستان میں فوجی آپریشن کے آغاز پر ایک مفصل و مدلل فتویٰ دیا جو آپ کی علمی ثقاہت اور حق گوئی و ایمانی جرأت کی دلیل ہے۔بلا شبہ آپ کا یہ فتویٰ ایک تاریخی اہمیّت کا حامل ہے اور آپ کا یہ جرأتمندانہ طرزِ عمل دیگر اہلِ علم کے لئے ایک لائقِ تقلید نمونہ ہے۔اللّٰہ تعالیٰ ہر شر سے آپ کی حفاظت فرمائیں، آپ کو دنیا و آخرت میں بہترین جزاء سے نوازیں اور آپ کو اپنے رستے پر استقامت سے ڈٹے رہنے کی توفیق دیں۔آمین! ذیل میں ہم اس فتوے کی مکمل عبارت نقل کر رہے ہیں۔(مدیر ادارۂ حطّین)

"الجواب باسم ملھم الصواب

استفتاء میں چار امور قابلِ دریافت ہیں:

۱) فوجی آپریشن کی شرعی حیثیت

۲) فوجی زیادتیوں کے خلاف دفاع کرنے والوں کا شرعی حکم

۳) مارے گئے فوجیوں اوران کے ہاتھوں سے مرنے والوں کا حکم

۴) مطالبۂ نفاذِ شریعت کا حکم

۱) سوات اور وزیرستان میں فوجی آپریشن کی شرعی حیثیت

چونکہ یہ آپریشن حکومتِ پاکستان افواج پاکستان کے ذریعے کررہی ہے، اس لئے اس آپریشن کے اسباب کوملحوظ رکھنا ہوگا تا کہ جواز وعدم جواز کا فیصلہ ہو سکے۔ اس کے تین اہم اسباب ہیں:

الف) کفار کی معاونت کے ذریعے ان کی رضا کا حصول

ب) نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا قلع قمع کر کے اپنے کفریہ نظام کا دفاع

ج) حکمران طبقے اوراعلیٰ افسران کی لالچ وطمع

آیئے اب تینوں نکات کی تفصیل دیکھتے ہیں:

الف) کفار کی معاونت کے ذریعے ان کی رضا کا حصول

امریکی واتحادی افواج افغانستان میں مسلمانوں سے لڑرہی ہیں۔ ان مسلمانوں کا تعاون اپنا شرعی فریضہ سمجھتے ہوئے مذکورہ علاقوں کے مسلمان ان کی مدد کرتے ہیں جس سے نصاریٰ کونقصان ہوتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے حکومت پاکستان کو"ڈومور" (DO MORE) کا حکم دیا ہے۔ حکومت نے ان کی جنگ کو اپنی جنگ قرار دے کر حکم کی تعمیل شروع کردی تا کہ عالمی برادری (یعنی نصاریٰ) کی دوستی حاصل کی جا سکے، جیسا کہ حکومتِ پاکستان نےخود بھی بارہا اعتراف کیا ہے۔ شریعت کی رو سے اس سبب کے تحت مجبُور مسلمانوں کے لئے کافروں کے خلاف بھی کافروں کا تعاون حرام ہے تو مسلمانوں کے خلاف کیسے جائز ہوسکتا ہے؟...... بالخصوص ایک خودمختار حکومت اورایٹمی ملک کے لئے!

چنانچہ "شرح السیر الکبیر" میں مذکور ہے:

”ولو قال أهل الحرب لأسرى فيهم قاتلوا معنا عدونا من المشركين وهم لا يخافون على أنفسهم...... فليس ينبغي أن يقاتلوا معهم لأن في هذا القتال إظهار الشرك والمقاتل يخاطر بنفسه فلا رخصة في ذلك إلا على قصد اعزاز الدين أو الدفع عن نفسه“.

”اگر حربی کفار اپنے پاس موجود مسلمان قیدیوں سے کہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر ہمارے کچھ کافر دشمنوں کے خلاف جنگ کرو......اور مسلمانوں کو یہ خوف نہ ہو کہ حکم عدولی کی صورت میں وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے......تو ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان کافروں کے ساتھ مل کر کچھ دوسرے کافروں کے خلاف لڑیں۔ کیونکہ اس جنگ کے نتیجے میں بہر دوصورت شرک ہی غالب آئے گا، جبکہ لڑنے والا مسلمان تو اپنی جان خطرے میں ڈالے گا اور اپنی جان خطرے میں ڈالنا صرف تبھی جائز ہے جب دین سر بلند ہوتا ہو یا اپنی جان کا دفاع مقصود ہو“۔

(شرح السیر الکبیر: ۲۴۱،۳)

دیکھئے یہاں مسلمان بے بس مجبُور محض قیدی ہیں اور جنگ بھی کفار سے ہے اور کفار نے حکم بھی دیا ہے کہ ہمارے ساتھ لڑو مگر اس کے باوجود ان کے لئے لڑنا شرعاً قطعاً ناجائز ہے۔ تو ایک خودمختار فوج اور ایٹمی ملک کے لئے کفار کے مطالبے پر مسلمانوں کے خلاف لڑنا اور آپریشن کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے......جبکہ اس میں کفر کا دفاع اور اس کی تقویت وتحفظ بھی ہے؟ بلکہ حکومت پاکستان پر تو ان مسلمانوں سے تعاون کرنا شرعاً فرض تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان﴾

(المآئدة:۲)

”اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں آپس میں مدد کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں باہم مدد نہ کرو“۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْآ اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾(هود: ۱۱۳)

’’اور ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکو ورنہ آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی‘‘۔

آیت میں ظالموں کی طرف صرف جھکاؤ پر جہنمی ہونے کی وعید ہے جبکہ افواجِ پاکستان تو کفار کے شانہ بشانہ مسلمانوں کے قتلِ عام میں شریک ہیں۔ نیز فرمایا:

﴿لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ﴾ (آل عمران:۲۸)

’’مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست ہرگز نہ بنائیں، اور جو کوئی ایسا کرے اس کو اللہ سے کوئی تعلّق نہیں‘‘۔

نیز فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ﴾ (المآئدۃ:۵۱)

’’اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو اپنا ساتھی نہ بناؤ‘‘۔

نیز فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾ (الممتحنۃ:۱)

’’اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ اس سچّے دین کا انکار کر چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے‘‘۔

نیز فرمایا:

﴿اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ﴾ (الممتحنۃ:۹)

’’اللہ تو تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی‘‘۔

نیز فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ﴾ (الممتحنۃ:۱۳)

’’اے ایمان والو! تم ان لوگوں سے دوستی مت گانٹھو جن پر اللہ غضبناک ہوئے‘‘۔

نیز فرمایا:

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا. الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (النسآء:۱۳۸، ۱۳۹)

''خوشخبری دے دو منافقین کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ منافقین جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں''۔

نیز فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا﴾ (النسآء:۱۴۴)

''اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف صریح حجت دے دو''۔

ان متعدد آیات اور ان کے علاوہ دوسری آیاتِ قرآنیہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ افواجِ پاکستان کا مسلمانوں کے خلاف آپریشن اور جارحیت سراسر حرامِ قطعی اور کفر ہے؛ اگر جائز سمجھ کر کریں گے تو مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونگے۔

ب) نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا قلع قمع کر کے اپنے کفریہ نظام کا دفاع

دوسرا سبب آپریشن کا، اہل سوات، وزیرستان ودیگر قبائل کا نفاذ اسلام کا مطالبہ ہے جو ان کا مسلمہ شرعی حق ہے۔ بلکہ ازروئے شرع نہ صرف وہ بلکہ تمام باشندگان ملک شرعاً مکلّف ہیں اور ان پر فرض ہے کہ وہ یہ مطالبہ کریں۔ اس لئے فوج کا ان کے اس مطالبہ کی بناء پر ان سے لڑنا حرام اور کفر ہے بلکہ ارتداد اور زندیقیت ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ مجاہدین وقبائل ''امر اللہ'' یعنی قانون شریعت کی طرف رجوع کرنے کیلئے نہ صرف تیار بلکہ مطالبہ کنندگان ہیں، تمام اہلِ وطن اور بقیہ مسلمانوں پر فوج کے خلاف ان کے شانہ بشانہ لڑنا فرض ہے جب تک کہ وہ قانونِ شریعت اور نظامِ خلافت کی طرف نہ لوٹے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (الحجرات:۱۰)

''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں

سے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے تو تم سب اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے''۔

یاد رہے کہ آیت میں مؤمنین کے ان دو گروہوں کا ذکر ہے جو کسی دنیوی مسئلہ پر لڑ رہے ہوں جبکہ موجودہ آپریشن تو مطالبۂ شریعت کی وجہ سے ہے جس کا حکم اور بھی سخت ہے۔

ج) حکمران طبقے اور اعلیٰ افسران کی لالچ وطمع

تیسرا سبب کارپردازان حکومت وفوج کا لالچ اور حرص وطمع ہے کہ چند ڈالروں کے لئے مسلمانوں کو بیچا جارہا ہے، قتل کیا جارہا ہے، املاک کو تباہ کیا جارہا ہے۔اسی حرص وطمع میں یہ خود بھی ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کررہے ہیں اور کفار کو بھی ترغیب دیتے ہیں اور ان کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں، حتی کہ اگر کوئی مسلمان ان کے ہاتھوں سے شہید ہوتا ہے تو اس پر خوشی کے شادیانے بھی بجاتے ہیں۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من کثر سواد قوم فهو منهم و من رضی عمل قوم کان شریك من عمل به''.

''جو شخص کسی گروہ (میں شامل ہو کران) کی تعداد بڑھائے وہ انہی میں سے ہے اور جو کسی گروہ کے عمل پر راضی رہے وہ ان کے عمل میں شریک ہے''۔

(مسند أبي يعلى، نصب الرايه:۴.۳۴۶)

شریعت میں تو کفار کے اتحاد کو توڑنے کے لئے ان میں سے بعض کو اپنی کوئی چیز یا کسی قسم کا کوئی مال دینا بلا ضرورت جائز نہیں، حالانکہ اس میں کفر کو کمزور کرنا مقصود ہے۔تو ان سے ڈالر لے کر ان کی مرضی کے مطابق مسلمانوں کے خلاف لڑنا کیونکر جائز ہوگا؟ چنانچہ غزوۂ احزاب کے موقع پر پورا عرب مسلمانوں کے خلاف امڈ پڑا تھا اور کفر اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔مسلمان سخت مشکل میں تھے۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی حکمت عملی کے تحت قریش کی اتحادی قوم غطفان کو اتحاد سے جدا کروانے کے لئے مدینہ کی پیداوار کی ایک تہائی آمدنی ان کو دینے کی پیشکش کی تاکہ وہ اتحاد سے الگ ہو جائیں اور کفر کمزور ہو جائے۔غطفان کے دو سرداروں عیینہ اور حارث سے معاہدہ تقریباً طے ہو چکا تھا کہ آپؐ نے اس کے نفاذ سے پہلے انصار کے سرداروں سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا۔انہوں نے کہا: اگر یہ وحی ہے تو سمعنا و أطعنا، بصورت دیگر سوائے تلوار کے ہم ان کو کچھ بھی نہ دیں گے۔آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سے انتہائی خوش ہوئے اور معاہدہ پھاڑ کر کالعدم کر دیا۔

(التلخيص الحبير: ۲،۳۸۱؛ تاريخ الطبري: ۴،۱۴۷، إمتاع الأسماع للمقريزي: ۱.۲۳۵، سيرة ابن هشام: ۶۷۶، طبقات ابن سعد: ۲.۵۲، الوثائق السياسية: ۷۴)

"شرح السیر الکبیر" میں ہے:

"ففي هذا الحديث بيان أن عند الضعف لا بأس بهذه الموادعة، فقد رغب فيها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم حين أحس بالمسلمين ضعفًا، وعند القوة لايجوز، فإنه لما قالت الأنصار ما قالت علم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم منهم القوة فشق الصحيفة، وفيه دليل أن فيها معنى الإستذلال ولأجله كرهت الأنصار دفع بعض الثمار، والإستذلال لا يجوز أن يرضى به المسلمون إلا عند تحقق الضرورة".

(شرح السير الكبير: ۶.۴)

"اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کمزوری کے وقت ایسی جنگ بندی کر لینا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مسلمانوں کی کمزوری دیکھتے ہوئے خود ایسا کرنے کی ترغیب دی۔ لیکن جب قوت موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ جب انصار نے اپنا مؤقف بتلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان گئے کہ مسلمان ابھی بھی قوت کی حالت میں ہیں تو آپؐ نے معاہدہ نامہ پھاڑ ڈالا۔ چونکہ اس معاہدے میں ایک اعتبار سے مسلمانوں کی تذلیل تھی اور انہیں کفار کے آگے کچھ جھکنا پڑھ رہا تھا، اس لئے انصار نے اسے ناپسند کیا اور کفار کو اپنے پھلوں کی پیداوار کا کچھ بھی حصّہ دینے سے انکار کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے ذلت والی شرائط پر کفار کے ساتھ معاہدہ کرنا صرف تبھی جائز ہے جب اس کی شدید ضرورت ہو، ورنہ جائز نہیں"۔

لہٰذا ڈالر کے لالچ میں مسلمانوں کی تذلیل، تباہی، جلاوطنی اور قتل وغارت گری کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ مسلمانوں کے قتل اور املاک کی بربادی کے بارے میں تو بے شمار آیات واحادیث آتی ہیں، لہٰذا یہ قطعاً حرام و ناجائز ہے۔

۲) فوجی زیادتیوں کے خلاف دفاع کرنے والوں کا شرعی حکم

استفتاء میں پوچھے گئے دوسرے امر کے بارے میں عرض ہے کہ اہل سوات و دیگر علاقہ جات پر اپنا دفاع فرض ہے، بلکہ اقدام یعنی خروج بھی جائز ہے۔ کیونکہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ دشمنوں، کفار، چوروں، ڈاکوؤں اور دوسرے مجرموں سے اپنی رعیت کی جان، مال، آبرو اور دین کی حفاظت کرے۔ جبکہ یہاں تو افواج اور حکومت خود فساد برپا کرتے ہوئے ان کی جان و مال اور املاک کی تباہی کے در پے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ. وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (البقرة: ۲۰۵، ۲۰۶)

''اور جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے اور کھیتیوں اور نسلوں کو برباد کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتے۔ اور جب اس سے کہا جاتا کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے گناہ پر مزید جما دیتا ہے، سو جہنّم ہی اس کے لئے کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

ایسی مفسد و ظالم حکومت کے خلاف بغاوت کا انہیں شرعاً حق ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فالواجب على الرعية طاعة الوالي ما لم يأمرهم بالمعصية فإذا أمرهم بالمعصية لا يجوز لهم أن يطيعوه ولا يجوز لهم الخروج عليه إلا أن يظلمهم''.

((رعایا پر والی کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دے۔ پس جب وہ معصیت کا حکم دے تو رعایا کے لئے اس کی (خلافِ شرع) بات ماننا جائز نہیں، البتہ خروج بھی جائز نہیں۔ ہاں، اگر وہ ظلم کرے تو اس کے خلاف خروج جائز ہے۔))

(هامش تنبيه الغافلين: ص۸۷)

یاد رہے کہ اس عبارت میں ''الوالي'' سے مراد خلیفۃ المسلمین ہے۔ خداوندِ کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ﴾ (الشوریٰ: ۳۹)

''اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم وزیادتی ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں''۔

اور فرمایا:

﴿وَلَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ فَاُولٰٓـئِكَ مَا عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سَبِيۡلٍ﴾ (الشوریٰ:۴۱)

''اور جو بدلہ لیں اپنے مظلوم ہونے کے بعد تو ان پر کچھ الزام نہیں''۔

نیز نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من قتل دون ماله فهو شهيد''.

''جو شخص اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے''۔

(مسند احمد:۲۔۲۲۱)

نیز فرمایا:

''قاتل دون مالك حتى تحوز مالك أو تقتل فتكون من شهداء الآخرة''.

''اپنے مال کے دفع میں قتال کرو یہاں تک کہ اپنے مال کو محفوظ کرلو یا پھر قتل کردیئے جاؤ اور یوں آخرت میں شہداء میں شامل ہوجاؤ''۔

(مسند احمد)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جاء رجل إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال يا رسول اللّٰه! أرأيت إن جاء رجل يريد أخذ مالي؟ قال: فلا تعطه مالك، قال: أرأيت إن قاتلني؟ قال: قاتله! قال: أرأيت إن قتلني؟ قال: فأنت شهيد، قال: أرأيت إن قتلته؟ قال: هو في النار''.

''ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا: یارسول اللہ! اگر کوئی شخص مجھ سے میرا مال چھیننے آئے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے اپنا مال مت دو۔ اس نے کہا: اگر وہ مجھ سے لڑے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم بھی اس سے لڑو۔ اس شخص نے پوچھا: اگر وہ مجھے قتل کردے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم شہید ہوگے۔ اس نے پوچھا: اگر میں اسے قتل کردوں؟ تو فرمایا: وہ جہنّم میں جائے گا''۔

(مسلم:۱۔۸۱)

امام ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”والذي يدل على أن هذا الحكم (ترك الدفع) غير ثابت في شريعة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، وأن الواجب على من قصده إنسان بالقتل أن عليه قتله إذا أمكنه وأنه لا يسعه ترك قتله مع الإمكان قوله تعالٰى:﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ فأمر اللّٰه بقتال الفئة الباغية ولا بغي أشد من قصد انسان بالقتل بغير استحقاق، فاقتضت الآية قتل من قصد قتل غيره بغيرحق. وقال تعالٰى:﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ فأخبر أن في إيجابه القصاص حياة لنا لأن القاصد لغيره بالقتل متى علم أنه يقتص منه كف عن قتله، وهذا المعنى موجود في حال قصده لقتل غيره لأن في قتله إحياء لمن لا يستحق القتل، وقال تعالٰى:﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ فأمر بالقتال لنفي الفتنة، ومن الفتنة قصده قتل الناس بغيرحق ـــ إلى أن قال:ـــ وقد روى عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في أخبار مستفيضة: ((من قتل دون نفسه فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهوشهيد ومن قتل دون ماله فهو شهيد)) ـــ إلى أن قال:ـــ ويدل عليه قول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث أبى سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه:((من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده))الحديث. فأمر بتغيير المنكر باليد، وإذا لم يمكن تغييره إلا بقتله فعليه أن يقتله بمقتضى ظاهرقول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ـــ إلى أن قال ـــ وروى أبوبكر بن عياش عن قابوس بن أبي المخارق عن أبيه، قال: ((قال رجل:يارسول اللّٰه! الرجل يأتيني يريد مالي؟ قال:ذكره اللّٰه تعالٰى. قال: فإن لم يذكر؟ قال:استعن عليه من حولك من المسلمين. قال:فإن لم يكن حولي منهم؟ قال:فاستعن عليه السلطان. قال:فإن نأى عني السلطان؟ قال: قاتل دون مالك حتى تمنع مالك أو تكون شهيدًا في الآخرة)). وذهب قوم

من الحشوية إلى أن على من قصده إنسان بالقتل أن لا يقاتله ولا يدفعه عن نفسه حتى يقتله ـــ إلى أن قال ـــ ولو كان الأمر في ذلك على ما ذهبت إليه هذه الطائفة من حظر قتل من قصد قتل غيره ظلمًا والإمساك عنه حتى يقتل من يريد قتله لوجب مثله في سائر المحظورات إذا أراد الفاجر ارتكابها من الزنا وأخذ المال أن نمسك عنه حتى يفعلها، فيكون في ذلك ترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واستيلاء الفجار وغلبة الفساق والظلمة ومحو آثار الشريعة، وما أعلم مقالة أعظم ضررًا على الإسلام والمسلمين من هذه المقالة، ولعمري إنها أدت إلى غلبة الفساق على أمور المسلمين واستيلائهم على بلدانهم حتى تحكموا فحكموا فيها بغير حكم الله، وقد جر ذلك ذهاب الثغور وغلبة العدو حين ركن الناس إلى هذه المقالة''.

''اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تعلیم شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی کہ اپنا دفاع ترک کردیا جائے، بلکہ (شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ) اگر ایک شخص کسی دوسرے کو ناحق قتل کرنے کے درپے ہو تو اس پر واجب ہے کہ حملہ آور کو قتل کر ڈالے......اگر وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ (جب کسی دوسری طرح اپنا دفاع ممکن نہ ہو) تو قدرت رکھنے کے باوجود وہ اسے قتل نہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے تو تم سب اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾

یہاں اللہ تعالیٰ نے باغی گروہ کے خلاف قتال کا حکم دیا ہے اور بلاشبہ اس سے بڑی بغاوت و سرکشی کوئی نہیں کہ کسی انسان کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کی جائے۔ پس یہ آیت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کرے اسے قتل کر ڈالنا چاہیے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اور اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص لینے ہی میں زندگی ہے تاکہ تم (قتل و غارت سے) بچو﴾

یہاں اللہ تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ قصاص کے حکم میں ہماری زندگی کا سامان پوشیدہ ہے کیونکہ جب قتل کا ارادہ کرنے والے کو یہ معلوم ہوگا کہ اس سے قصاص لیا جائے گا تو وہ قتل کے ارادے سے باز آجائے گا۔ پس قاتل کو قصاصاً قتل کرنے کا حکم اس شخص کے تحفظ کا ضامن ہے جسے ناحق قتل کیا جانا تھا۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اوران سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے فتنے کے خاتمے کے لئے قتال کرنے کا حکم دیا ہے اور یقیناً کسی انسان کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کرنا بھی فتنے میں شامل ہے۔

......آگے چل آپ لکھتے ہیں...... مشہور روایات میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے کہ:

((جو شخص اپنی جان کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے؛ اور جو شخص اپنے اہل وعیال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے؛ اور جو شخص اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے۔))

......پھر آگے چل کر آپ لکھتے ہیں...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیثِ نبویؐ بھی اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے:

((تم میں سے جو کوئی بھی برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا ڈالے۔))

اس حدیث میں برائی کو ہاتھ سے مٹانے کا حکم ہے۔ پس جب برائی کو مٹانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ ہو کہ برائی کرنے والے کو قتل کیا جائے...... تو اس حدیث کے ظاہری الفاظ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسے قتل کرنا واجب ہے۔

......پھر آگے چل کر آپ لکھتے ہیں...... ابوبکر بن عیاش روایت کرتے ہیں قابوس بن ابی المخارق سے؛ اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

((ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ اگر کوئی آدمی میرے پاس میرا مال چھیننے آئے (تو میں کیا کروں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اللہ سے ڈراؤ! اس شخص نے پوچھا: اگر وہ نصیحت نہ پکڑے؟ آپؐ نے فرمایا: تو اپنے ارد گرد موجود مسلمانوں سے اس کے خلاف مدد لو۔ اس شخص نے پوچھا: اگر میرے ارد گرد ان میں سے کوئی موجود نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: پھر حکمران سے اس کے خلاف مدد طلب کرو۔ اس نے پوچھا: اگر حکمران بھی میری مدد

کرنے سے کنارہ کشی اختیار کر لے؟ آپؐ نے فرمایا: تو پھر اپنے مال کے دفاع میں لڑو یہاں تک کہ اپنے مال کو محفوظ کر لو یا آخرت میں شہید بن جاؤ))

گروہِ حشویہ میں سے کچھ لوگوں نے یہ رائے اختیار کی کہ اگر کسی شخص کو قتل کرنے کی کوشش کی جائے تو اسے چاہیے کہ نہ تو اپنے دفاع میں لڑے، نہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا جائے۔...... پھر آگے چل کر آپؒ لکھتے ہیں...... اگر ان لوگوں کا یہ مؤقف درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر تو تمام دیگر منکرات کے حوالے سے بھی یہی رویہ رکھنا واجب ٹھہرے گا۔ یعنی اگر کوئی فاجر و فاسق شخص کسی عورت سے بدکاری کرنا چاہے یا کسی شخص سے اس کا مال چھیننا چاہے تو تب بھی ہم پر لازم ہوگا کہ ہم اپنا ہاتھ روکے رکھیں اور اسے یہ گناہ کرنے دیں۔ بلاشبہ ایسا کرنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کرنے؛ فساق، فجار اور ظالموں کو مسلمانوں پر غلبہ بخشنے اور احکامِ دین کو مٹا ڈالنے کے مترادف ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو کسی بات سے اتنا زیادہ نقصان پہنچا ہو جتنا اس باطل رائے سے پہنچا ہے (کہ اپنا دفاع میں لڑنا درست نہیں)۔ قسم بخدا! اسی کے سبب فساق کو مسلمانوں کے اجتماعی امور پر غلبہ حاصل ہوا ہے اور انہوں نے مسلم سرزمینوں پر مسلط ہو کر اللہ کی شریعت سے ہٹ کر حکمرانی اور فیصلے کئے ہیں۔ پھر یہ بھی عوام الناس کے اس رائے سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے محاذوں پر شکست کھائی ہے اور دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے''۔

(أحکام القرآن: ۴۰۱/۲)

نیز ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

"ولم يدفع أحد من علماء الأمة وفقهائها، سلفهم وخلفهم، وجوب ذلك (أي الدفاع) إلا قوم من الحشو وجهال أصحاب الحديث، فإنهم أنكروا قتال الفئة الباغية والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر بالسلاح وسموا الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فتنة إذا احتيج فيه إلى حمل السلاح وقتال الفئة الباغية مع ما قد سمعوا فيه من قول الله تعالى: ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ وما يقتضيه اللفظ من وجوب قتالها بالسيف وغيره ــــ إلى

أن قال ـــــ وإنما ينكر على غير السلطان بالقول أو باليد بغير سلاح، فصاروا شرًّا على الأمة من أعدائها المخالفين لها لأنهم اقعدوا الناس عن قتال الفئة الباغية وعن الإنكار على السلطان الظلم والجور حتٰى أدى ذلك إلى تغلب الفجار بل المجوس وأعداء الإسلام، حتى ذهبت الثغور وشاع الظلم وخربت البلاد وذهب الدين والدنيا وظهرت الزندقة والغلو''.

''خلف وسلف کے علماء اور فقہاء میں سے کسی ایک نے بھی دفاع کی فرضیت میں اختلاف نہیں کیا۔ البتہ گروہِ حشویہ کے بعض لوگوں نے اور بعض جاہل اصحابِ حدیث نے باغیوں سے قتال اور مسلح قوت کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کو غلط کہا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی خاطر ضرورت پڑنے پر بھی ہتھیار اٹھائے جائیں تو یہ فتنہ ہوگا۔ اسی طرح یہ لوگ باغی گروہ کے خلاف قتال کو بھی فتنے سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ اس کی بابت یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ مبارک بھی سن چکے ہیں: ﴿پس بغاوت کرنے والے گروہ سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾ یہ آیت صراحت کے ساتھ تلوار اور دیگر ذرائع سے قتال کرنے کو واجب قرار دے رہی ہے۔

اسی طرح ان کا مؤقف ہے کہ حاکم اگر ظلم و جبر کرے اور لوگوں کو ناحق قتل کرے، تب بھی اسے ٹوکنا درست نہیں۔ البتہ حاکم کے سوا دیگر لوگوں کو زبان اور ہاتھ سے روکا جائے گا، لیکن ان کے خلاف بھی یہ تلوار اٹھانے کے قائل نہیں۔

پس یہ لوگ اس امت کے حق میں اس کے کھلے دشمنوں سے بھی زیادہ مہلک ثابت ہوئے ہیں، کیونکہ انہوں نے امت کو باغی گروہ کے خلاف قتال اور بادشاہوں کے ظلم و جبر پر انکار سے روک دیا ہے۔ ان کے اس باطل مؤقف کے نتیجے میں فساق و فجار غالب آئے، مجوس اور دیگر دشمنانِ اسلام کے تسلط کی راہ ہموار ہوئی، اسلامی سرحدات پامال ہوئیں، ظلم پھیل گیا، بستیاں برباد ہوئیں، دین ودنیا لٹ گئے اور زندقہ وغلو غالب آ گیا''۔

(أحكام القرآن: ۲/۳۴)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فالعدو الصائل الذي يفسد الدين والدنيا لا شيء أوجب بعد الإيمان من دفعه“.

”وہ حملہ آور دشمن جو دین ودنیا کو برباد کرنے کے درپے ہو، ایمان لانے کے بعد اسے پچھاڑنے سے بڑھ کر اہم فریضہ کوئی نہیں“۔

(إتحاف العباد: ص۱۸)

معلوم ہوا کہ اہلِ سوات وقبائل پر یہ جہاد فرض ہے جس کے ترک پر وہ گناہ گار ہوں گے۔

۳) مارے گئے فوجیوں اور ان کے ہاتھوں سے مرنے والوں کا حکم

اس سوال کا جواب اوپر آ چکا ہے۔ پاکستانی فوج یا ایف سی وغیرہ کا کوئی فرد اگر اس لڑائی میں مرے گا جہنمی ہوگا، اور اہل سوات وقبائل کا کوئی فرد ان کے مقابلہ میں مرے گا تو شہید ہوگا، ان شاء اللہ۔

۴) مطالبۂ نفاذِ شریعت کا حکم

اس سوال کا جواب بھی اوپر آ چکا ہے۔ نفاذِ شریعت کا مطالبہ عوام کا نہ صرف حق بلکہ ان پر فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النسآء: ۶۵)

”تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ بھی تو کرے اس پر اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں“۔

هذا ما عندي، والله أعلم، وعلمه أتم وأحكم!

شیخ ابو یحییٰ حفظہ اللہ کی دیگر تصنیفات

۱. التترس في الجهاد المعاصر

۲. نظرات في ا لإجما ع القطعي

۳. الديمقراطية...... الصنم العصري

۴. جهاد أم مقاومة

۵. المبطئون

۶. الدعوة بين تنويع الأساليب وتمييع الحقائق

۷. حرب المصطلحات

۸. حكم قول المسلم لأخيه المسلم؛ يا كافر

۹. نار المجوس في جزيرة العرب

۱۰. منة الرحمن في اغتنام شهر رمضان

۱۱. حقيقة ما يجري وراء القضبان في سجون الأمريكان

۱۲. الغلو؛ بين الحقيقة والإدعاء

۱۳. حماس والعرض القريب

۱۴. مبشرات

۱۵. معركة بين شدة الأمس واحتراز الغد

۱۶. كفر نظام كرزئي ووجوب قتاله

۱۷. فتویٰ حول الهجمة الصليبية الأمريكية على أفغانستان

۱۸. المورد العذب في بيان حكم إستعانة الكفار في الحرب

آج مسلمانوں کے ممالک کا عمومی منظر یہ بن چکا ہے کہ اسلامی شریعت غائب ہے اور ایک چھوٹا سا طبقہ وہاں مسلط ہو کر شریعتِ مطہرہ کے نفاذ میں اساسی رکاوٹ اور کفریہ قوانین کے نفاذ کا حامی وٹھیکہ دار بنا کھڑا ہے۔ یہ کوئی ایک دو روز کی بات نہیں بلکہ کئی دہائیوں سے امتِ مسلمہ اسی حالت کا شکار ہے۔ نتیجتاً ایسی نسلوں نے جنم لیا ہے جو اسلام کا صرف نام جانتی ہیں، شرعی احکامات کے بھی محض عناوین سے آگاہ ہیں اور ایک طویل عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ان غیر شرعی نظاموں سے مانوس ہو چکی ہیں۔ غفلت کے مرض سے محفوظ چند خوش نصیبوں کے سوا اس امت کی بڑی اکثریت اس بات کا شعور تک نہیں رکھتی کہ وہ جاہلی نظام تلے جینے جیسی عظیم مصیبت میں مبتلا ہے۔ بلاشبہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب ہو چکی ہیں اور دل مردہ ہو گئے ہیں...... وگرنہ لوگوں کو اگر صحیح معنی میں اس افسوسناک صورتحال کا ادراک ہو اور یہ معلوم ہو کہ شریعت سے اعراض کا نتیجہ کتنا بھیانک ہوتا ہے اور کفریہ نظاموں تلے زندگی بسر کرنے سے معاشرے پر کیا اثر پڑتا ہے، تو وہ ان نظاموں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہر قیمتی شے لٹائیں اور نفاذِ اسلام کے لئے اپنی جان و مال تک قربان کرنے سے دریغ نہ کریں۔ کفریہ قوانین کا نافذ اور شرعی احکام کا مفقود ہونا اتنی عظیم مصیبت ہے کہ اس کے سامنے ہر مصیبت ہیچ ہے......واللّٰہ المستعان!